فہرست مضامین

باب نمبر	مضمون
	حضرت حوّاء علیہا السّلام

حضرت حواء علیہا السلام

تخلیق نوع انسانی:

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا جب ارادہ ہوا۔ کہ اس رنگا رنگ کائنات کو معرض وجود میں لا کر اس میں اشرف المخلوقات انسان کو پیدا کر کے اسے اس جہان رنگ و بو کی سرداری کا تاج پہنائے۔ اور اس کائنات کو اس کی خدمت کے لئے تابع و مسخر کروے واؤلگتی ہے۔ اور اس دنیا کی تعمیر و تزئین اس کے سپرد کر دے۔

انسان کی تخلیق کیسے ہوئی؟:

سب سے پہلے ہم بشریت کے ابتدائی قصہ پر ذرا بصیرت کی نظر ڈالتے ہیں۔ اور اسے ملاءاعلیٰ سے شروع کرتے ہیں۔ تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ قرآن پاک نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔ لہٰذا مٹی مظاہر قدرت میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اسے اس کے لئے کسی ابتدائی مادہ (میٹر) کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ بلکہ اس کے کن کہنے سے ہی جسے وہ پیدا کرنا چاہے وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اسے فرما دیتا ہے۔ ”ہو جا“ تو وہ ہو جاتی ہے۔	اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ☆ (سورہ یٰس آیت ۸۲)

اور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو اپنی قدرت کاملہ کا ظاہر کرنا مقصود تھا۔ کہ ایجاد و تخلیق کا اصل سرچشمہ قدرت الٰہی ہے۔ جو عدم سے وجود پیدا کرتی ہے۔ اور بے جان جامد چیز میں روح ڈال کر اس کو زندگی بخشتی ہے۔ اور

کمزور کو توانائی سے نوازتی ہے۔ اور سکون کو حرکت دیتی ہے۔ اور یہی بے جان مٹی قدرت خداوندی سے حرکت کرنے اور بولنے لگتی ہے۔ اور ایک ٹھوس بے حس و حرکت چیز حسین و جمیل انسانی صورت میں ڈھل کر حسن کا پیکر بن جاتی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

''اور اسی کے نشانات میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اب تم انسان ہو کر جابجا پھیل رہے ہو''۔

وَمِنْ آیَاتِہٖٓ اَنْ خَلَقَکُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ☆

(سورۃ الروم آیت ۲۰)

قرآن کریم ہی ہمیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں بتاتا ہے۔ اور یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام ہی اس زمین پر پہلے فرد بشر ہیں اور اس جہان کی اصل بنیاد ہیں۔

قدرت الٰہی کو یہ منظور تھا۔ کہ یہ کُرَّۂ ارض ہی حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کا ٹھکانا بنے۔ لہٰذا حضرت آدمؑ وجود انسانی کی ابتداء ہیں۔ اور آپ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر کی طرف سے ہر چیز سے باخبر تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام دنیاوی چیزوں کے نام سکھا دیئے تھے۔

اور حضرت آدمؑ اور ان کی ذریت اور تمام مخلوقات کی پیدائش کا اصل مقصد اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت تھا۔ اور سورہ بقرہ میں جو لفظ ''خلیفہ'' انسان کے لئے آیا ہے۔ اس سے مراد یہی ہے۔ کہ انسان کا وجود اس کرۂ ارض پر ایک خاص مدت تک اللہ رب العالمین کی عبادت اور تابعداری کے لئے ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ ہی اس زمین اور اس پر رہنے والوں کا مالک و مختار ہے۔ اور سب نے اسی کے حضور حاضر ہونا ہے۔

لہٰذا مشیت الٰہی و حکمت ازلی خداوندی کو منظور ہوا۔ کہ حضرت آدمؑ کو پیدا فرمائے۔ تو اس نے اپنے فرشتوں کو اس کی اطلاع دی۔ اور نیز انہیں بتایا۔ کہ زمین پر اس کی

ذریت سے ایسے لوگ بھی ہونگے۔ جو زمین میں فساد پھیلائیں گے۔ اور قتل و غارت کریں گے۔

اس موقعہ پر ملائکہ کرام نے تعجب کیا۔ اور پوچھا پھر انسان کو پیدا کرنے میں کیا حکمت خداوندی ہے؟ اسی بارے میں اللہ تعالی نے وضاحت کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَاِذْقَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓـئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ☆

(سورۃ البقرہ آیت ۳۰)

اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ کیا تو اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے۔ جو خرابیاں کرے اور کشت وخون کرتا پھرے اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں" پھر اللہ تعالی نے فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

سجود آدمؑ:

مشیت الٰہی پوری ہوئی۔ اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرما دیا۔ اور اس میں جان ڈال کر اسے وہ اسرار خاص عطا فرمائے جو اسے فرشتوں سے ممتاز کر دیں۔ جس میں وہ مستقل ارادہ بھی شامل ہے۔ جس سے انسان اپنے لئے کوئی راستہ متعین کرتا ہے۔ تو اللہ تعالی نے فرشتوں کو حکم دیا۔ کہ وہ حضرت آدمؑ کو بطور اکرام سجدہ کریں۔ اور یہ سجدہ حضرت آدمؑ کی بڑائی اور عظمت کے لئے سجدہ نہیں تھا۔ بلکہ اللہ تعالی کے

کمال قدرت اور عظمت شان الٰہی کے اعتراف کے لئے سجدہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی بالا اور احسن الخالقین ہے۔

تمام فرشتوں نے حکم الٰہی کی تعمیل میں سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس لعین کے کہ:

''اس نے انکار کر دیا اور بڑا بن بیٹھا اور کافروں میں سے ہو گیا''۔	اِلَّآ اِبۡلِیۡسَ اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ وَ کَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ ☆ ﴿سورۃ البقرہ آیت ۳۴﴾

اور ابلیس کا حضرت آدمؑ کو سجدہ سے انکار حسد اور تکبر کی بنا پر تھا۔ نیز بوجہ اختلاف پیدائش کے۔ کہ ابلیس کی پیدائش آگ سے اور حضرت آدمؑ کی مٹی سے ہوئی تھی۔ اور شیطان کا خیال تھا۔ کہ اصل مادۂ پیدائش کے لحاظ سے وہ حضرت آدمؑ سے افضل و برتر ہے۔

خلیفۂ شر ابلیس:

یہاں خلیفہ شر مجسم ہو کر سامنے آیا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نمونہ، معرفت الٰہی سے روگردانی، ہٹ دھرمی و بے سمجھی کا پتلہ، جو یہ نہ سمجھ سکا کہ اس سجدے کی غرض و غایت حکم ربی کی تعمیل و اتباع ہے۔ نہ کہ آدم کی ذات محض۔

یہ حادثہ بھی ایک امر ربی تھا۔ کہ مشیت خداوندی یہی تھی۔ کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ جنت سے زمین پر چلے جائیں۔

تا کہ خلیفہ شر (ابلیس) اور خلیفہ خیر (آدمؑ) کے درمیان مسلسل معرکہ ہو۔ اور ابلیس اور اس کی ذریت انسانوں کی گمراہی کے سامان کرتے ہیں۔ اور اس سطح زمین پر انسانوں کے ایمان کا امتحان ہوتا رہے۔

اللہ کریم نے ابلیس کے سجدہ سے انکار کا واقعہ قرآن مجید کی کئی سورتوں میں بیان فرمایا ہے۔ سورہ اعراف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جب میں نے تمہیں حکم دیا تو
کس چیز نے تمہیں سجدہ کرنے
سے باز رکھا اس نے کہا کہ میں
اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے
آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور
اسے مٹی سے بنایا ہے۔ فرمایا تو
ادھر سے چلا جا (اتر جا) تجھے
شایاں نہیں کہ یہاں غرور کرے
نکل جا تو ذلیل ہے۔ اس نے
کہا مجھے اس دن تک مہلت عطا
فرما جس دن لوگ قبروں سے
اٹھاتے جائیں گے۔ فرمایا تجھے
مہلت دی جاتی ہے۔ پھر
شیطان نے کہا کہ مجھے تو نے
ملعون کیا ہے۔ میں بھی تیرے
سیدھے راستے پر ان کے لئے
بیٹھ جاؤں گا۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ
اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ
مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ☆ قَالَ
فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ
تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ
الصّٰغِرِيْنَ ☆ قَالَ اَنْظِرْنِىْٓ اِلٰى يَوْمِ
يُبْعَثُوْنَ ☆ قَالَ اِنَّكَ مِنَ
الْمُنْظَرِيْنَ ☆ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ
لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ
الْمُسْتَقِيْمَ ☆ ﴿اعراف آیت ۱۲
تا ۱۶﴾

نیز سورہ ص میں اللہ تعالی نے فرمایا۔

اے ابلیس جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اس کے آگے سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا کیا تو غرور میں آ گیا ہے؟۔ یا اونچے درجے والوں میں تھا۔ بولا میں اس سے بہتر ہوں۔تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔

قَالَ یَآ اِبۡلِیۡسُ مَامَنَعَکَ اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسۡتَکۡبَرۡتَ اَمۡ کُنۡتَ مِنَ الۡعَالِیۡنَ ☆ قَالَ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡهُ ؕ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِیۡنٍ ☆ ﴿آیت ص ۷۵۔۷۶﴾

اس طرح ابلیس سجدہ کرنے سے رک گیا۔تو اللہ تعالی نے اسے دھتکار دیا۔اور اپنی بارگاہ رحمت نکال باہر کیا۔اور ملعون ومردود اور راندۂ درگاہ بنا کر زمین پر اتار دیا۔

امام مسلمؒ نے اپنی سند میں حضرت ابو صالح کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے۔تو شیطان پیچھے ہٹ کر روتا ہے۔کہتا ہے۔ہائے افسوس! انسان کو سجدے کا حکم ہوا۔تو اس نے سجدہ کرلیا۔اب اس کے لئے جنت ہے۔اور مجھے سجدے کا حکم ہوا۔تو میں نے انکار کر دیا اب میرے لئے جہنم ہے۔ (مسلم شریف کتاب الایمان)

حضرت حوا کی پیدائش:

اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرما کر جنت میں ٹھہرایا۔جس میں آپ اکیلے چلتے پھرتے تھے۔اور کوئی آپ کا ہمنشین اور مونس وغمگسار نہیں تھا۔نہ کوئی ساتھی رفیق،تو اللہ تعالی نے چاہا کہ انکا ساتھی پیدا کر کے ان کی زندگی کو بھرپور کردے تو اللہ تعالی نے ان کے لئے حضرت حوا کو پیدا فرمایا۔

اس بارے میں مفسرین کا کہنا ہے۔ کہ حضرت آدمؑ تھوڑی دیر سونے کے بعد جاگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سرہانے ایک عورت کو پیدا فرما دیا تھا۔ جو ان کے لئے سکون کا باعث ہو سکے جس کا نام حوا تھا۔ اور یہ نام اس لئے ہے۔ کہ آپ ایک زندہ ہستی سے پیدا ہوئیں۔ یا یہ کہ آپ ہر زندہ انسان کی ماں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ آپ حضرت آدمؑ کی پسلی کی ایک ہڈی سے پیدا فرمائی گئیں جب کہ حضرت آدمؑ سو رہے تھے۔ اور آپ کو درد کا بالکل بھی احساس نہیں ہوا۔

صحیح حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کی خیر خواہی کیا کرو۔ کیونکہ عورت ٹیڑھی ہڈی سے پیدا ہوئی ہے۔ اور پسلی کی ہڈیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھی ہڈی اوپر والی ہوتی ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ دو گے۔ اور اگر ایسے ہی چھوڑ دو گے۔ تو برابر ٹیڑھی رہے گی۔ لہذا عورت سے نرمی کے ساتھ تدبیر کیا کرو۔ اس مضمون کو ایک شاعر نے اپنے شعروں میں ڈھالا ہے۔

هِيَ الضِّلَعُ الْعَوْجَآءُ لَسْتَ تُقِيمُهَا   اَلَا اِنَّ تَقْوِيمَ الضُّلُوْعِ انْكِسَارُهَا

اَتَجْمَعُ ضَعْفًا وَّاقْتِدَرًا عَلَى الْفَتٰى   اَلَيْسَ عَجِيْبًا ضَعْفُهَا وَاقْتِدَارُهَا

یہ ٹیڑھی ہڈی ہے تو اسے سیدھا نہیں کر پائے گا۔ کیونکہ پسلیوں کا ٹیڑھا ہونا ہی انکا سیدھا پن ہے۔ کیا تم طاقت اور کمزوری ایک نوجوان میں یکجا کر سکتے ہو؟ کیا طاقت اور ناتوانی کا یکجا ہونا عجیب نہیں ہے؟

یہ بات تو قرآن مجید کے حوالہ سے طے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ و حوا کو پیدا فرمایا۔ اور انہیں نوع انسانی کی بنیاد بنایا۔ لیکن اس تخلیق کی جزئی تفصیلات اور باریکیاں۔ اور اس میں کتنا وقت صرف ہوا۔ اس کے بارے میں قرآن کریم میں کوئی وضاحت نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنا ضرور فرمایا۔

میں نے ان کو نہ تو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے وقت بلایا تھا۔ اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت۔

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ﴿الکھف ۵۱﴾

حضرت حوا کو پیدا کرنے کا معاملہ تو یوں ہے کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا۔ ﴿کن﴾ (ہو جا) بس ﴿فَيَكُوْنُ﴾ وہ ہو گیا۔ قرآن کریم کی آیات مبارکہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ 'تخلیق حوا' کا مقصد مرد و عورت کا ایک دوسرے کے ذریعے سکون و قرار تھا۔ اور یہ روحانی تعلق بھی مشیت خداوندی کا ایک حصہ تھا۔ جس سے ایک دوسرے کے ذریعے مکمل ہونا ہے۔ اور اس کے ساتھ زندگی گزارنا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو۔ جس نے تمھیں ایک شخص سے پیدا کیا۔ اور اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پیدا کر کے پھیلا دیئے''۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ج ﴿النساء: ۱﴾

دونوں میاں بیوی جنت میں رہو:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ و حوا کو جنت میں رہنے کا حکم دیا۔ تو وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے اس سلطانی فرمان کی تعمیل میں جنت میں رہنے لگے۔ اور وہ جنت جس میں حضرت آدمؑ و حوا رہتے رہے۔ کونسی جنت تھی اور وہ کتنا عرصہ اس میں رہے؟

درحقیقت ہم نہیں جانتے کہ وہ جنت کہاں واقع تھی؟ یا یہ وہ غیبی امر ہے۔ جس عالم الغیب پروردگار نے اپنی ذات گرامی کے ساتھ ہی مخصوص رکھا ہے۔ اور حکمت الٰہی میں یہ بات ہے۔ کہ نوع انسانی کو اس کی کنہہ (گہرائی) جاننے کی کوئی ضرورت

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

انہیں جنت کی اور نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اور یہ کہ انہیں بھوک نہیں لگے گی۔ اور نہ ہی وہ بے لباس ہونگے۔ اور جب تک وہ جنت میں رہیں گے۔ نہ انہیں پیاس ستائے گی۔ اور نہ وہ تھکاوٹ محسوس کریں گے۔ فرمان باری ہے۔

''یہاں تمہیں یہ آسائش ہوگی۔ کہ نہ بھوکے رہوگے اور نہ ننگے۔ اور یہ کہ نہ پیاسے رہوگے۔ اور نہ دھوپ کھاؤگے''۔

اِنَّ لَکَ اَنْ لَّا تَجُوْعَ فِیْھَا وَلَا تَعْرٰی وَ اَنَّکَ لَاتَظْمَؤُ فِیْھَا وَلَاتَضْحٰی ☆

جنت میں آدمؑ وحوا کیسے رہتے تھے:

جنت میں ان کی زندگی آزاد اور بااختیار تھی۔ جس میں کسی چیز کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ اور پھر حضرت آدمؑ نے جنت میں راحت وخوش نصیبی حضرت حوا کی معیت میں حاصل کی وہ اکیلے میں انہیں کہاں نصیب تھی۔ اکیلے تو عموماً اداس ہی رہا کرتے تھے۔ اب وہ بی بی حوا کی معیت میں جنت میں جو چاہتے کھاتے پیتے۔ خوش رہتے۔ طرح طرح کے نظارے دیکھتے' اور شاید زیادہ تر بی بی حوا سے باتیں کرتے رہتے۔ اور دونوں ہر طرف سے وہاں تسبیحات کی گونج سنتے رہتے۔

بِحَمْدِ اللّٰہِ الَّذِیْ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ ط ☆

اور حضرت آدمؑ' بی بی حوا جنت کے پھل تناول فرماتے' اور باغوں میں گھومتے پھرتے۔ اور جنت کی نہروں سے ٹھنڈے میٹھے مشروب پیتے۔ اسی طرح وہ خوش بختی کے چشموں سے شراب ہوتے' جنت کے سایوں میں آرام کرتے اور اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے زندگی گزار رہے تھے۔ حضرت آدم وحوا یہ سمجھ چکے تھے کہ انہیں اس درخت کے کھانے سے روکا گیا ہے۔ اور یہ بات انہوں نے اللہ تعالی کے اس ارشاد سے جانی تھی کہ لَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ کہ اس درخت کے قریب مت جائیو! اور یہ کہ اللہ تعالی نے انہیں اس کے کھانے کے نقصان سے خبردار کردیا تھا۔ اور اس سے بچنے کی نصیحت فرمادی تھی۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

حضرت آدمؑ وحوائؑ دیر تک سوچتے رہے۔ اور اس درخت کے بارے میں غور کرتے رہے۔ اور ابلیس برابر انہیں ورغلاتا رہا۔ اور شفقت اور دوستی کا اظہار کرتا رہا۔ لیکن اس کا محسوس کیا کہ ان تمام تدابیر کا حضرت آدم علیہ السلام پر کچھ بھی اثر نہیں ہوا۔ تو اس نے ایک دوسرا طریقہ سوچا۔ کہ شاید اسی طریقے سے حضرت آدم وحوا اس خود ساختہ نصیحت پر کان دھریں۔ اس نے ایک حیلہ اختیار کیا۔ اور انہیں یقین دلایا۔ کہ وہ ان کا سچا خیر خواہ اور دوست ہے۔ اور یہ کہ وہ ان کا برا نہیں چاہتا۔ اور انہیں ڈرایا کہ جس ناز و نعمت میں وہ زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر انہوں نے اس درخت کا پھل نہ کھایا۔ تو یہ نعمت ان سے چھن جائے گی۔ اور اس دائی نعمت کو حاصل کرنے کی یہی ایک صورت ہے۔ کہ وہ اس کا پھل کھالیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اسے یوں بیان فرمایا ہے۔

"اور کہنے لگا کہ تمہیں تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لئے روکا ہے۔ کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ۔ یا ہمیشہ ہمیشہ زندہ نہ ہو۔"

وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْتَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ☆ ﴿سورۃ الاعراف : آیت ۲۰﴾

اللہ کے دشمن شیطان نے آدمؑ حوا کے بارے میں اندازہ کرلیا۔ اور یہ محسوس کرلیا۔ کہ ان کا رجحان و میلان اس نعمتوں کے مقام پر ہمیشہ رہنے کا ہے۔ اور یہ کہ وہ اسی حیلے سے انہیں زیر کرسکتا ہے۔

اور اس نے اپنی باطنی خباثت کو چھپاتے ہوئے ان سے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہے۔ کہ اگر تم اس کا پھل کھالو گے تو کبھی نہیں مرو گے۔ بلکہ فرشتے بن جاؤ گے اور خیر و شر کی ہر بات کو جان جاؤ گے۔ اور میں تم دونوں کے سامنے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اور یہ دائمی زندگی کا درخت ہے۔ جو اس میں سے کھالیگا۔

وہ کبھی نہیں مرے گا۔

جب ابلیس لعین نے قسم کھائی تو حضرت آدمؑ نے حضرت حواؑ سے کہا۔ میں تو اس درخت سے نہیں کھاتا۔ بی بی حوا نے کہا دیکھتے نہیں۔ کہ اس نے قسم کھا کر کہا ہے کہ وہ ہمارا خیر خواہ ہے۔

اور یہ اس لئے کہ انہوں نے پہلے کسی کو قسم کھاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اور نہ وہ یہ جانتے تھے کہ کوئی جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے۔

خوش کن انسانی خواہشیں:

اس طرح ابلیس خفیہ خوش کن خواہشات انسان کے دل میں پیدا کرتا رہتا ہے۔ کہ انسان چاہتا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ یا کم از کم یہ محدود عمر ایک لمبی زندگی سے بدل جائے۔ اور اسے لا محدود حکومت و سرداری میسر ہو جائے۔

لہذا ابلیس برابر وسوسہ ڈالتا رہا۔ اور حضرت آدمؑ و حواؑ کو بہکانے اور ورغلانے میں لگا رہا۔ اور مزید یہ کہ ایک بڑی قسم کھا کر انہیں اپنی خیر خواہی کا یقین دلایا۔ اور یہ کہ وہ اس خیر خواہی میں سچا اور مخلص ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"اور ان سے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں"۔ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ☆ ﴿سورۃ الاعراف﴾

اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضرت آدمؑ بھول میں پڑ گئے۔ اور شیطان کی مدہوش کن قسم اور ورغلانے کے زیر اثر حضرت آدمؑ و حواؑ یہ بھول گئے۔ کہ وہ ان کا دشمن ہے۔ اور وہ ان کا بھلا نہیں سوچ سکتا۔ یہ سب کچھ فراموش کر کے وہ اس کی بات ماننے پر آمادہ ہو گئے۔

شیطان کی بہکاوے میں آ کر:

امام ابو عبداللہ قرطبی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ پہلے بی بی حوا نے اس درخت کا پھل کھایا کیونکہ ابلیس نے انہیں بطور خاص ورغلایا۔ اور سب سے پہلے

حضرت حوا سے ہی شیطان کی بات چیت ہوئی۔ اور کہنے لگا۔ کہ تم اس درخت سے اس لئے روکا گیا ہے۔ کہ یہ دائمی زندگی حاصل کرنے کا درخت ہے۔ کیونکہ اسے معلوم تھا۔ کہ وہ دونوں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس جنت میں رہنا چاہتے ہیں۔ تو ان کا دلی خواہش کی بنا پر انہیں ورغلانے کا نشانہ بنایا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی چیز کی شدید خواہش انسان کو اندھا بہرا کر دیتی ہے۔

جب بی بی حوا نے حضرت آدم علیہ السلام سے اسے کھانے کو کہا۔ تو حضرت آدم نے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد یاد دلایا۔ اور حضرت بی بی حوا کو سختی سے اس کے کھانے سے روکا۔ تو بی بی حوا نے کھانے کے لئے اصرار کیا۔ حتیٰ کہ یہ کہا کہ آپ سے پہلے میں اسے کھا کر دیکھتی ہوں۔ اگر مجھے کچھ نقصان ہوا۔ تو آپ نہ کھایئے گا۔ لہٰذا بی بی حوا نے وہ کھالیا۔ اور انہیں کچھ نہیں ہوا۔ تو حضرت آدم کے پاس آ کر کہنے لگیں۔ کھا لیجئے! میں نے تو کھالیا ہے۔ اور مجھے کچھ نہیں ہوا۔

لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام نے بھی کھالیا۔ اور ان کا خیال تھا۔ کہ اب وہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہیں گے۔ جب دونوں نے کھالیا تو ان کے بدن برہنہ ہو گئے۔ اور ستر کھل گئے۔ اور شیطان کا فریب کامیاب ہو گیا۔ اور اس کا نتیجہ سامنے آ گیا۔ کہ شیطان نے دھوکے سے انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہٹا کر نافرمانی میں مبتلا کر دیا۔ اور انہیں جنت کے درجہ سے اتار کر دنیا کے مرتبہ پر لا کھڑا کیا۔

چونکہ حضرت آدم کے علم میں تھا کہ ایک دن انہیں مرنا ہے۔ لیکن ان کے دل میں جنت میں ہمیشہ رہنے کی تمنا تھی۔ اور شیطان کے ورغلانے اور قسمیں کھانے سے انہیں وہم پیدا ہو گیا کہ شیطان ان کا خیر خواہ ہے اور اس وہم، تمنا اور قدرت نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے۔ کہ وہ غفلت کی نیند سو گئے۔

جیسے کہ کسی شاعر نے اس بارے میں کہا ہے:۔

وَاسْتَيْقَظُوْا وَاَدَادَ اللّٰهُ غَفْلَتَهُمْ　　　لِيَنْفَدَ الْقَدْرُ الْمَحْتُوْمُ فِي الْاَزَلِ

وہ بیدار تھے لیکن خدا کو ہی ان کی غفلت منظور تھی۔ کیونکہ اٹل تقدیر میں ازل سے یہی لکھا ہوا تھا۔

سرزنش اور توبہ:

حضرت آدمؑ نے بھول کر ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا۔ اب انہیں نصیحت خداوندی فراموش کر دینے پر عتاب ہوا۔ فرمان باری ہے۔

''اور ہم نے پہلے حضرت آدمؑ سے عہد لیا تھا۔ مگر وہ اسے بھول گئے اور ہم نے ان میں ثبات نہ دیکھا''۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْلَهٗ عَزْمًا☆

﴿طٰہٰ ۱۱۵﴾

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت آدمؑ و حوا پروردگار کے حکم سے باہر ہو گئے۔

تب ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور کہہ نہیں دیا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ☆

﴿الاعراف : ۲۲﴾

جب آدمؑ و حوا کو حکم عدولی پر پروردگار کی جانب سے ڈانٹ پڑی اور نصیحت سے غفلت برتنے پر سرزنش ہوی۔ تو اس رحمانی تنبیہ سے انہیں وہ نصیحت یاد آئی۔ تو وہ اللہ تعالٰی کی طرف رجوع ہوئے۔ اور انہیں لغزش کا احساس ہوا۔ اور اپنے کیے پر شرمندہ ہوئے۔ اور اللہ تعالٰی سے مدد اور بخشش کے طالب ہوئے۔

دونوں عرض کرنے لگے کہ پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا۔ اور ہم پر رحم نہیں کرے گا۔ تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ☆

﴿الاعراف : ۲۳﴾

تو اس طرح حضرت آدمؑ اپنی لغزش پر آگاہ ہو۔ معافی کے خواستگار ہوئے تو اللہ

تعالٰی نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بلکہ توبہ و بخشش کے الفاظ بھی خود اللہ کریم نے اپنی خاص رحمت سے انہیں انکار فرمایا ہے۔

فرمان باری تعالٰی قرآن مجید میں یوں ہے:۔

پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ	فَتَلَقّٰیٓ اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ
کلمے سیکھ لئے اور معافی مانگی تو اللہ	فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ
تعالٰی نے ان کا قصور معاف کر دیا۔	الرَّحِيْمُ ☆ ﴿البقرۃ ۳۷﴾

مشہور مورخ ابو جعفر طبریؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت مجاہدؒ سے روایت کی ہے۔ کہ مندرجہ بالا آیت کے سلسلے میں یہ کلمات شریفہ بھی حضرت آدم کی توبہ کے بارے میں آئے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ ط

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّكَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ط

اَللّٰهُمَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ ط

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَارْحَمْنِیْٓ اِنَّكَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ ط

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ط

سب یہاں سے نیچے چلے جاؤ!:

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم و حوا کا جنت سے نکل کر زمین پر آنا جمعہ کے روز ہوا۔ جیسا کہ احادیث کی کتابوں میں آتا ہے۔ امام ابو داؤدؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن

حضرت آدمؑ پیدا ہوئے۔ اور اسی دن زمین پر اتارے گئے۔ اور اسی دن آپ کی توبہ قبول ہوئی۔ اور اسی دن فوت ہوئے۔ اور اسی دن قیامت برپا ہو گی۔ اسی حدیث پاک کو اسی روایت سے احمد بن حنبلؒ نے روایت کیا ہے۔

چنانچہ حکم الٰہی صادر ہوا۔ کہ سب کے سب یعنی حضرت آدم و حوا شیطان لعین اور اس کی ذریت جنت سے نکل کر زمین پر چلے جاؤ۔ فرمان باری یوں ہوا:۔

اِھۡبِطُوۡا بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ ☆ قَالَ فِیۡهَا تَحۡیَوۡنَ وَ فِیۡهَا تَمُوۡتُوۡنَ وَ مِنۡهَا تُخۡرَجُوۡنَ ☆ ﴿الاعراف: ۲۴۔ ۲۵﴾

”تم سب بہشت سے اتر جاؤ۔ اب تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اور تمہارے لئے ایک وقت تک زمین پر ٹھکانا اور زندگی کا سامان کر دیا گیا ہے۔ فرمایا اس میں تمہارا جینا مرنا ہو گا۔ اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے“۔

اب وہ سب وہاں سے نیچے زمین پر بھیج دیئے گئے۔ اسی پر جس پر ہم زندگی گزارتے ہیں۔ حضرت آدمؑ و حوا اور ابلیس زمین پر اترے۔

لیکن کہاں اترے اور وہ جنت کہاں تھی۔ اور کیسے اترے؟ یہ امر غیب ہے۔ جس کا ہمیں علم نہیں ہے۔ بس ہمیں وہی علم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا۔ غیب کی چابیاں ایک اللہ کریم کے پاس ہیں۔ بس وہی جانتا ہے۔ جو خشکی میں ہے اور جو تری میں ہے۔

نیز فرمایا اب زمین پر آ جاؤ۔ تمہارا بعض کا بعض کے ساتھ مقابلہ ہے۔ بس پھر حضرت آدم و حوا اور ابلیس لعین اور اس کا کنبہ قبیلہ زمین پر اتر آئے تاکہ ان کا شیطان سے مقابلہ اور دشمنی چلتی رہے۔ حضرت آدمؑ اور ان کی ذریت زمین پر اتار دیئے گئے۔ کہ وہ وہیں رہیں کہیں۔ اور حضرت آدمؑ اور ان کی ذریت کے لئے

طے ہو گیا۔ کہ وہ زمین میں سکونت اختیار کریں۔ اور وہاں ایک خاص عرصہ تک نفع اٹھالیں۔ اور اللہ تعالٰی نے ان کے لئے یہ طے کر دیا۔ اسی میں زندہ رہیں۔ اور اسی میں مریں۔

اور پھر وہاں سے نکلیں۔ پھر اٹھائے جائیں تا کہ اپنے رب کی طرف لوٹیں ہوں کہ وہ بہشت میں داخل ہوں یا دوزخ میں۔ تا کہ ان کا یہ بڑا سفر اختتام کو پہنچے یعنی دنیا کی زندگی کا سفر۔

حضرت آدمؑ و حوا کے زمین پر اترنے کے بارے میں مختلف روایات اور اقوال ہیں۔ کہ جنت سے کہاں اتارے گئے۔ بعض کتب تواریخ کا بیان ہے۔ کہ آدمؑ ہندوستان میں اتارے گئے۔ اور بی بی حوا جدہ میں۔ اور پھر مزدلفہ میں اکٹھے ہوئے۔ اور میدان عرفات میں دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ اس سلسلے میں ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ کہ آدمؑ مقام صفاء اور حوا مقام مروہ پر اتارے گئے۔ ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔ جنہیں مورخ طبریؒ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

اور خیال یہ ہے مورخ طبریؒ نے اس موضوع پر درست مسلک اختیار کیا ہے۔ کہ انہوں نے کوئی مقام متعین نہیں کیا۔ اور اس بارے میں کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی۔ اور کہا ہے۔ کہ اس بارے میں ہمارے پاس کوئی قطعی روایت نہیں جو پایہ صحت کو پہنچتی ہو۔ سوائے اس روایت کے کہ حضرت آدمؑ ہندوستان میں اترے تھے۔ اور یہ وہ روایت ہے۔ جس کے خلاف علماء اسلام نے کچھ نہیں کہا ہے۔ اور پھر یہ مسئلہ ایسا ہے کہ جس کے جاننے یا نہ جاننے سے کوئی نفع و نقصان مرتب نہیں ہوتا۔ پھر بھی محققین کے لئے اس بارے میں تحقیق کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

حضرت آدمؑ کی بیوی حواؑ:

سب سے پہلے نبی جنہیں اللہ تعالٰی نے وحی اور احکام سے سرفراز فرمایا' وہ ابوالبشر

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

مطہرہ کے بعض دلائل سے حضرت آدمؑ کی نبوت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

روایات:

حضرت ابو ذرغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! سب سے پہلے نبی کون تھے؟ آنجنابؐ نے فرمایا۔ حضرت آدمؑ عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! وہ نبی تھے؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں ایسے نبی جن سے اللہ تعالیٰ نے باتیں کی تھیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! کتنے رسول ہوئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تین سو دس سے کچھ زیادہ ایک بڑی جماعت!

محدث ابن حبانؒ نے بھی حضرت ابو ذرغفاریؓ سے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ کہ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ! نبی کتنے ہوئے ہیں؟ آنجنابؐ نے فرمایا ایک لاکھ بیس ہزار۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ! ان میں رسول کتنے ہیں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین سو تیرہ کی ایک بڑی جماعت میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ان میں پہلے کون تھے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ حضرت آدمؑ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا وہ نبی مرسل تھے؟

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست مبارک پیدا فرمایا۔ اور ان میں اپنا روح پھونکا۔ اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان سے باتیں کیں۔

خاتون اول:

اس طرح حضرت بی بی حواؑ پہلے نبی کی بیوی ہیں جن کا اللہ کریم نے اپنی پاک کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث شریف میں اس کو بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا بی بی حوا دنیا کی عورتوں میں پہلی خاتون ہیں۔ جنہیں ایک نبی کی کفالت میں اس دنیا میں زندگی گزارنے کی سعادت

نصیب ہوئی۔

حضرت حوّا کی زندگی کیسی تھی؟:

بی بی حوّا اس دنیا میں کس طرح سے زندگی گزارتی رہیں۔اس کی کوئی صحیح تصویر کشی ہم نہیں کر سکتے۔اور یہ کہ کرۂ ارض پر انسانوں کا ابتدائی رہن سہن کیسا تھا؟ ہاں ان آثار و روایات کے ذریعے سے جو ہم تک پہنچی ہیں۔ہم حضرت حوّا کی ابتدائی زندگی کا کچھ خاکہ پیش کر سکتے ہیں۔جو انہوں نے جنت سے اترنے کے بعد اس دنیا میں گزاری۔آپ جنت کی گمشدہ نعمتوں کو عرصہ تک یاد کرتی رہیں۔حتیٰ کہ دنیا کی مصروفیات میں انہیں گم شدہ جنت الفردوس کی نعمتیں فراموش ہوگئیں۔کیونکہ اللہ کریم کو اس دنیا کی آبادی منظور تھی۔اور ان کے ذریعے سے اس دنیا میں انسانوں کی رونق و بہار مطلوب تھی۔اور ان شریف ماں باپ سے اس کا آغاز فرمایا۔

بی بی حوّا اس کرۂ زمین پر:

جب بی بی حوّا جنت سے نکلی ہیں۔تو آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے جنت کو اور اس کے عیش و آرام کو چھوڑ کر اس مشقت بھری دنیا میں قدم رکھا۔اور اپنے شوہر کے ساتھ اس دنیا کے مصائب کا مقابلہ کر کے زندگی گزارنے لگیں۔کہ محنت کریں اور کھائیں۔جب کہ جنت میں تو انہیں ہر نعمت بافراغت میسر تھی۔جبکہ دنیا میں کھانے پینے کے لئے دوڑ دھوپ کی ضرورت تھی۔

لوہے کی صنعت:

زمین پر حضرت آدمؑ کو لوہے کی صنعت سکھائی گئی۔اور ان سے آلات بنا کر کھیتی باڑی کرنے کا حکم دیا گیا۔آپ نے ہل چلایا۔بیج بویا۔اور اسے پانی دیتے رہے۔یہاں تک کہ اس کے کاٹنے کا وقت آیا تو اسے کاٹا۔اور گاہ کر دانے نکالے۔اور آٹا پیس دیا۔

حضرت بی بی حوّا کی گھر داری:

اب بی بی حوا کی ذمہ داری شروع ہوگئی۔انہوں نے آٹا گوندھ کر روٹیاں پکائیں۔ اور دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔اس طرح آدم وحوا محنت مشقت کرنے لگے۔پھر حضرت بی بی حوا نے اون کات کر سوت تیار کیا۔جس سے حضرت آدمؑ نے اپنے لئے ایک بڑا کرتہ اور بی بی حوا کے لئے ایک قمیض اور اوڑھنی تیار کردی جسے دونوں نے پہنا۔

اور کھیتی باڑی کی اسی مشقت سے انہیں مزید تجربات حاصل ہوئے آٹا پیستے گوندھتے پکاتے کھاتے۔سوت کات کر لباس تیار کرتے ہی انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ اس دنیا کی اصلاح،تعمیر وترقی اور ایک نئی نسل کو پروان چڑھانے کے لئے یہاں آئے ہیں۔اورانہوں نے بڑھ چڑھ کر اس کی تعمیر وآبادی میں کوشش کرنا ہے۔

حضرت حوا کا سفر عبادت:

عبادت کا سفر یوں کہ مرکز عبادت ''کعبہ اللہ'' بنانے میں حضرت بی بی حوّا حضرت آدم علیہ السلام کا ہاتھ بٹانے لگیں۔اور اوپر کے ربانی اشارے پر کرۂ زمین پر اللہ تعالٰی کی عبادت کے لئے مخصوص اللہ تعالٰی کا گھر بنانے میں حضرت آدمؑ کی مدد کرنے لگیں۔جسے اللہ تعالٰی نے باعث برکت اور دنیا جہان والوں کے لئے ہدایت کا مرکز بنا دیا۔اور یہ کہ جو اس میں آجائے گا۔امن پائے گا۔اور ہر پریشان خاطر شخص کے لئے جائے امن ہوگا۔اور یہ خصوصیت زمین پر اور کسی مقام کو حاصل نہیں ۔اللہ کریم نے سچ ہی فرمایا ہے۔

کیا انہوں نے نہیں دیکھا' کہ ہم نے حرم کو مقام امن بنایا ہے۔ اور لوگ اس کے گردونواح سے اچک لئے جاتے ہیں۔	اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ﴿العنکبوت ٦٧﴾

کعبۃ اللہ:

یہ مبارک گھر جسے اللہ تعالی نے مسلمانوں کے لئے بطور قبلہ کے پسند فرمایا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالی کا وہ گھر ہے۔ جسے اس نے یہ شرف بخشا ہے۔ کہ اسے آدم وحوا نے مل کر بنایا ہے۔ کہ اس کی تعمیر میں حضرت حوا برابر حضرت آدمؑ کی شریک کار رہیں۔ اور اس کی تکمیل میں ان کی مدد کرتی ہیں۔ اور حضرت آدم وحوا کا تعمیر کعبہ کی دلیل دلائل النبوت کی وہ روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے۔ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالی نے حضرت جبریلؑ کو حضرت آدم وحوا سب کے پاس بھیجا۔ اور کہلوایا کہ میرے لئے ایک عمارت بناؤ۔ اور اس کے لئے حضرت جبریلؑ نے نشان دہی کی۔ لہٰذا حضرت آدمؑ زمین کھودنے لگے۔ اور حضرت حوا مٹی اٹھا کر دوسری جگہ پھینکنے لگیں۔ یہاں تک کہ زمین سے پانی نکل آیا۔ تو نیچے سے آواز آئی۔ آدمؑ بس کرو!

جب دونوں نے اللہ تعالی کا گھر بنا دیا۔ تو اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو وحی فرمائی۔ کہ اس کا طواف کرو۔ اور فرمایا تم پہلے انسان ہو۔ اور یہ پہلا گھر ہے۔ پھر زمانے گزرتے رہے۔ پھر حضرت نوحؑ نے حج بیت اللہ کیا۔ اور پھر صدیاں گزر گئیں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نئے سرے سے کعبہ اللہ کی تعمیر فرمائی۔

عہد آدم میں کعبۃ اللہ کی تعمیر کے بارے میں امام غزالیؒ نے نہایت لطیف گفتگو کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

کہ بیت اللہ شریف یقیناً حضرت آدمؑ کے زمانے سے موجود ہے۔ کئی چیزیں اس پر دلیل ہیں۔

پہلی دلیل ۔ کہ نماز کی پابندی تمام انبیاء کی شریعت میں لازمی رہی ہے۔

دوسری دلیل ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ ''ام القریٰ'' کو تمام بستیوں کی ''ماں'' فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ شرف مکہ مکرمہ کو تمام روئے زمین کی بستیوں پر کعبۃ اللہ کی وجہ سے حاصل ہے۔

تمام انسانوں کی ماں:

اماں حوا روئے زمین پر عورتوں مردوں سب کی محترم ماں ہیں۔ دنیا کی دوسری ماؤں کی طرح امید سے ہوتی اور بچے جنتی رہیں۔ اور تاریخ انسانی میں یہ پہلی بیوی ہیں۔ اور یہ پہلی خاتون ہیں جن سے توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہوا۔ حافظ ابن عساکر بیان کرتے ہیں۔ کہ بی بی حوا دمشق کے قریہ غوطہ کی لہیا منزل (بیت لھیا) میں سکونت پذیر تھیں۔

مذکور ہے کہ حضرت حوا ایک زچگی میں دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنتی تھیں۔ اس طرح بیس زچگیوں سے حضرت آدمؑ کے ان کے ہاں چالیس بچے پیدا ہوئے۔ ایک زچگی میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ اور دوسری زچگی میں بھی ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے۔ تو دستور یہ تھا۔ کہ جوان ہونے پر پہلی پیدائش کے لڑکے اور دوسری پیدائش کی لڑکی کا آپس میں نکاح ہوتا تھا۔ اور دوسری پیدائش کے لڑکے سے پہلی پیدائش کی لڑکی کا نکاح ہوتا تھا۔ ایک زچگی کے لڑکے لڑکی کا آپس میں نکاح شریعت آدمؑ میں جائز نہیں تھا۔

ہابیل و قابیل کا واقعہ:

پھر ایک زچگی میں حضرت بی بی حواؑ نے دو بچے جنے ایک لڑکا قابیل (قابین) اور ایک لڑکی لوذا (قابیل کی بہن) اور دوسری زچگی میں ایک لڑکا ہابیل اور ایک لڑکی

اقلیمیا (حابیل کی بہن) پیدا ہوئے۔ جب یہ دونوں جوڑے اپنی ماں حوا اور اپنے باپ آدمؑ کی تربیت میں جوان ہو گئے۔تو دونوں لڑے قابیل اور ہابیل طلب رزق میں کوشش کرنے لگے۔اور ضروریات زندگی کے لئے دوڑ دھوپ کرنے لگے۔

حضرت آدمؑ کا بڑا لڑکا قابیل کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا۔اور دمشق کے مضافات میں ''قینیہ''میں رہتا تھا۔اور ہابیل نے بھیڑ بکریاں پال رکھی تھیں۔اور کہتے ہیں کہ اس کی رہائش دمشق کے مضافات میں قریہ سطرا میں تھی۔ کچھ عرصہ بعد جبکہ وہ جوان گئے ۔اور انہوں نے اپنا اپنا کاروبار جمالیا۔تو ان کا ارادہ ہوا کہ وہ شادی کرلیں۔ اور بیوی کے ساتھ آرام وسکون کے ساتھ زندگی گزاریں اور اپنے ماں باپ کی خدمت کرکے انہیں آرام پہنچائیں۔

ظاہر ہے کہ ماں باپ ان کے اس ارادے سے خوش ہوئے۔اور اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو وحی فرمائی ۔کہ وہ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی اقلیمیا کا نکاح قابیل سے اور قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی لوذا کی شادی ہابیل سے کر دیں۔

روایت :

حدیث پاک میں حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو حکم دیا۔کہ قابیل کا نکاح ہابیل والی سے اور اور ہابیل کا نکاح قابیل والی سے کردیں۔

حضرت آدمؑ نے اللہ تعالی کے فرمان کی تعمیل میں قابیل اور ہابیل کو اللہ تعالی کا یہ حکم پہنچادیا۔لیکن قابیل نے اس شادی سے انکار کردیا۔اور اس شادی پر رضامند نہیں ہوا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا۔ہابیل والی اقلیمیا ءخوبصورتی اور جمال میں لوذا سے کمتر ہے۔اور حسد کرتے ہوئے اقلیمیاء سے شادی کرنے پر راضی نہیں ہوا۔اور والد کی اطاعت سے روگردانی کی ۔اور دنگا فساد پر آمادہ ہوگیا۔اور حسد نے اسے چاروں

طرف سے گھیر لیا۔ اس کے برعکس ہابیل آرام سکون اور وقار سے رہا۔ اور اپنے والد محترم کے حکم تعمیل پر آمادہ ہو گیا۔

قربانی کا قصہ:

ظاہر ہے کہ حضرت آدم وحوا کو یہ تو معلوم ہو گیا۔ کہ وہ دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن بی بی حوا کو یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ اس کے بیٹے قابیل کے دل میں کیا برا خیال چھپا ہوا ہے۔ لیکن حضرت آدم چاہتے تھے کہ کوئی ایسا حل نکالیں۔ جس سے دونوں بیٹے راضی ہو جائیں۔

لہذا حضرت آدم نے دونوں بیٹوں کو بلایا۔ اور انہیں حکم دیا۔ کہ وہ اس سلسلے میں اللہ تعالی کی بارگاہ میں قربانی پیش کریں۔ تو جس کی قربانی قبول ہو جائے اسی کی بات پر عمل کیا جائے۔

لیجئے اب ہم قرآن وحدیث کی زبان سے اس قصہ قربانی کو سنتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت کعبؓ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت حوا کے ہاں قابیل کے ساتھ ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام لوذا تھا۔ وہ حضرت آدم کی تمام لڑکیوں میں زیادہ حسین وجمیل تھی۔ اور ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی اقلیمیا اتنی حسین وجمیل نہیں تھی۔ لیکن جب انہوں نے اپنے والد سے نکاح کی درخواست کی۔ تو حضرت آدم نے ہابیل سے فرمایا کہ تمہارا نکاح لوذا سے کرونگا۔ اور قابیل سے فرمایا کہ تمہارا نکاح اقلیمیا سے کرونگا۔ تو قابیل نے کہا کہ میں اس پر راضی نہیں ہوں۔ کہ میری بہن لوذا خوبصورت ہے میں اس سے شادی کروں گا۔ حضرت آدم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالی نے مجھے بدل کر نکاح کرنے کا امر فرمایا ہے۔ اگر تم اس پر راضی نہیں ہو تو تم دونوں اللہ تعالی کی بارگاہ میں قربانی پیش کرو۔ اس قربانی سے ہی تمہارا فیصلہ ہو گا۔ اس نے پوچھا ہمارا یہ فیصلہ کس طرح ہو گا۔ حضرت آدم نے فرمایا کہ جس کی قربانی قبول ہو گئی' اس کے حق میں فیصلہ ہو

جائے گا۔

قربانی:

اور اس کا طریقہ یہ تھا۔ کہ وہ اپنی اپنی قربانی باہر زمین پر چھوڑ آئیں۔ جس کی قربانی قبول ہو گی۔ اس کو یا تو آگ جلا جائے گی۔ یا ویسے ہی وہ وہاں سے گم ہو جائے گی۔ اب دیکھتے ہیں۔ کہ ہابیل تو بھیڑ بکریوں میں اچھا مال خلوص دل سے اللہ تعالٰی کی راہ میں قربانی کے لئے پیش کرتا ہے۔ اور قابیل گلی سڑی گھٹیا گندم قربانی کے لئے لا ڈالتا ہے۔ اب آگ آتی ہے۔ اور حضرت ہابیل کی قربانی کو جلا جاتی ہے۔ اور قابیل کی قربانی جوں کی توں پڑی رہتی ہے۔ یہ دیکھ کر قابیل حسد میں اندھا ہو کر غضبناک ہو جاتا ہے۔ اور جل کر اپنے بھائی ہابیل سے کہتا ہے۔ اچھا تو تیری قربانی قبول ہو گئی۔ اور میری نامنظور ہوئی۔ دیکھو میں تمہارا قصہ ہی پاک کر دونگا۔ ورنہ میری بہن لوذا سے شادی کرنے سے باز آ جاؤ۔

حضرت ہابیل کہتے ہیں۔ میں اس سے نہیں رک سکتا اور اپنے والد محترم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ تو قابیل انہیں ڈانٹتے ہوئے تنبیہ کرتا ہے۔ رک جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں جان سے مار دونگا۔ تو حضرت ہابیل اطمینان سے جواب دیتے ہیں۔ قربانی تو پرہیز گاروں کی ہی قبول ہوتی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ قرآن کریم ان دونوں بھائیوں کا واقعہ اور ان کی گفتگو اور جذبات کا بیان کس طرح ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ کہ ایک بھائی کے کلام سے غصہ۔ حسد۔ اور جرم قتل کا ارادہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور دوسرے کی گفتگو سے خلوص۔ سچائی۔ اور اس پرہیز گاری کا اظہار ہوتا ہے۔ جس کی اساس خدا خوفی پر ہے۔

اب دونوں بھائی اپنے والد محترم حضرت آدمؑ کے پاس آئے ہیں۔ اور قربانی کا واقعہ انہیں بتاتے ہیں۔ تو حضرت آدمؑ فرماتے ہین۔ کہ اللہ تعالٰی نے تمہارے معاملہ کا فیصلہ فرما دیا ہے۔ اب میں اللہ تعالٰی کے فرمودہ کے مطابق تمہارا نکاح

کروں گا۔

یہ سن کر قابیل غصے میں کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بولا۔ میں اس دنیا میں اس طرح نہیں رہ سکتا۔ کہ میری بہن یہ کہے کہ ہابیل تجھ سے بہتر ہے۔ لہٰذا میں ہابیل کو جان سے ماردونگا۔ حضرت ہابیل نے بھائی سے کہا کہ خدا سے ڈرو۔ اور میرے قتل کے درپے نہ ہو۔ لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

یہ سن کر بھی حضرت ہابیل ایک متقی مومن کی طرح غصہ دلانے والی باتوں کے باوجود نہایت سکون و شرافت سے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں:۔

اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے مجھ پر ہاتھ اٹھائے گا۔ تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں تو پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں۔

لَئِنْ بَسَطْتَ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ☆ ﴿المائدہ ۲۸﴾

پھر حضرت ہابیل نے بھائی کو اس جرم سے بچانے کے لئے بہت سمجھایا اور خوف خدا دلایا۔ اور کہا:

میں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ میں بھی ماخوذ ہو۔ اور اپنے گناہ میں بھی۔ اور پھر تو اہل دوزخ میں سے ہو۔ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓءَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ☆ ﴿المائدہ : ۲۹﴾

حضرت ہابیل نے قابیل کو ڈرانے کے لئے اس جرم کی ہولناک تصویر پیش کی۔ تاکہ اسے اس برے ارادے باز رکھ سکے۔ اور ایک صلح پسند نیک بھائی کو قتل کرنے پر شرم دلائے۔ لیکن بات نہ بن سکی۔ اور گفتگو یہیں ختم ہوگئی۔ اور دونوں نے اپنی اپنی راہ لی۔

اس تمام وعظ و نصیحت اور فہمائشوں کے باوجود قابیل کا سرکش و شریر نفس اسی بات پر اڑا رہا۔ اور اپنے بھائی کو قتل کرنے پر تیار ہو گیا۔ قرآن بیان کرتا ہے:۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ☆

تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل ہی کی ترغیب دی لہٰذا اس نے اسے قتل کر دیا اور گھاٹا پانے والوں میں ہو گیا۔

پھر وہ واقعی خائب و خاسر ہو گیا۔ سب سے پہلے خود ہلاکت و بربادی میں پڑ کر خسارہ اٹھایا۔ اور پھر اپنے بھائی کو ہلاک و برباد کر کے ایک مددگار اور ساتھی کو کھو کر خسارہ میں پڑا۔ اور پھر اپنے ماں باپ کو تکلیف پہنچا کر ان کی ناراضگی اور اللہ تعالیٰ کا غضب حاصل کر کے اپنی آخرت برباد کر لی۔ اور پھر قاتل کی دنیاوی زندگی کبھی پر سکون اور خوشگوار نہیں ہو سکتی۔ اور سب سے بڑا خسارہ آخرت کا اول و آخر تمام جرائمِ قتل کا گناہ اپنے سر پر لے لیا۔

حضرت ہابیل ایک طاقتور نوجوان تھے:

حضرت ہابیل بھی کوئی ایسے گئے گزرے نوجوان نہیں تھے۔ بلکہ جیسا کہ احادیث و روایات میں آتا ہے۔ کہ آپ عالم فاضل اور صحت مند اور قوی نوجوان تھے۔ اور صاحب عقل و ہوش تھے۔

مفسر ابن جریر طبریؒ اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حق بات یہ ہے۔ کہ حضرت ہابیل ایک مرد بہادر تھے لیکن محض شر و فساد سے بچنے اور خوف خداوندی کی بنا پر اپنے بھائی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

جب قابیل نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ اب بھائی مردہ حالت میں اس کے سامنے پڑا ہے۔ اور وہ حیران و پریشان خاموش بیٹھا ہے۔ اور اپنے جرم کے احساس سے اس کا رنگ پیلا پڑ گیا ہے۔ اور بے جان لاشہ دیکھ کر گھبرا رہا ہے۔ کیونکہ قتل ایسا جرم

ہے جسے برداشت کرنا مجرم کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ اسی لئے ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھناؤنے فعل کا بوجھ شدید ترین فرمایا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت فرماتے ہیں۔ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب بھی کہیں کوئی بے قصور مارا جاتا ہے۔ تو ان سب قتلوں کا بوجھ قاتل کے علاوہ سب سے پہلے قاتل حضرت آدمؑ کے بیٹے قابیل کے سر پر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے رسم بد کی ابتداء کی تھی۔

ابھی ابھی اب حکمت الٰہی کو یہی منظور تھا۔ کہ بھائی کے خون میں قابیل نے ہاتھ رنگے ہیں۔ اس کی وجہ سے پریشان اور خوفزدہ ہوجائے اب وہ اپنے بھائی کی لاش سامنے رکھ کر حیران خوفزادہ ہوکر اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اسے کچھ نہیں سوجھتا کہ کیا کرے۔ اور اپنے والدین کے سامنے کیا جواب دے۔

اب دوبارہ اس نے اپنے بھائی کی لاش کو دیکھا اور سوچا کہ اسے کہاں لے جا کر چھپائے۔ کیونکہ اس کا یہ بھائی دنیا میں مرنے والا پہلا انسان تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ابھی تک مردے کو دفن کرنے کا طریقہ معلوم نہیں ہوا تھا۔ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں اب اسے یہ نہیں سوجھ رہا تھا۔ کہ اسے کہاں اور کیسے چھپائے۔ اسی حیرت و پریشانی میں قابیل کھڑا تھا۔ کہ فضا میں کہیں سے ایک کوے کی آواز نے اسے چونکا دیا تفسیر' حدیث اور تاریخ کی بعض روایات میں آتا ہے۔ کہ اس کوے نے ایک دوسرے کوا کو مار دیا تھا۔ اب وہ اسے چھپانے کی فکر میں تھا۔

لہٰذا کوے نے دوسرے کوے کی لاش کو سامنے رکھا۔ اور زمین کھود کر کوے کو زمین میں رکھا اور اوپر سے مٹی ڈال دی۔ یہ دیکھ کر قابیل اپنے آپ کو نہایت ہی حقیر اور کمتر سمجھنے لگا۔ اور فوراً اسے اپنی کمزوری اور بودے پن اور بے بسی کا احساس ہوا کہ میں تو اس حقیر کوے سے بھی گیا گزرا ہوں۔ جو اتنی سی بات بھی نہیں سمجھ سکا۔ قرآن کریم اس واقعہ کو اسطرح بیان کرتا ہے۔

اب خدا نے ایک کوا بھیجا۔ جو	فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي
زمین کر یدنے لگا تا کہ اسے	الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ
دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی	قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ
لاش کو کیسے چھپائے۔ کہنے	اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ
لگا اے ہے مجھ سے اتنا بھی نہ ہو	فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ
سکا۔ کہ اس کوے کے برابر	فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ☆
ہوتا۔ تا کہ اپنے بھائی کی لاش کو	﴿المائدہ : ۳۱﴾
چھپا دیتا۔ پھر وہ پشیمان ہو گیا۔	

خالی ندامت :

اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قابیل کی یہ ندامت بطور توبہ کے نہیں تھی۔ اگر وہ خلوص دل سے شرمسار ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی کمال کریمی سے اس کی توبہ قبول فرما لیتا۔ لیکن اس کی ندامت و پریشانی اس وجہ سے تھی۔ اس بدنصیب کو اب کچھ سوجھ نہیں رہا تھا۔ اور اپنا برا انجام دکھائی دے رہا تھا۔

شیطان کا پہلا شکار اور والدین کا غم :

تو روئے زمین پر انسانوں میں سے یہ پہلا فرد تھا۔ جو شیطان کے بہکاوے میں آ کر جرم کا ارتکاب کر بیٹھا۔ اور جرم کی خبر حضرت آدمؑ و حوا کو بھی پہنچ گئی۔ لہٰذا راویان اخبار و تواریخ و سیرت نے لکھا ہے۔ حضرت آدمؑ اپنے بیٹے کی ہلاکت سے اتنے متاثر ہوئے۔ کہ سالوں تک اس کے غم میں گھلتے رہے۔ اور ماں تو پھر ماں ہوتی ہے۔ اور وہ تو قاتل اور مقتول دونوں کی ماں تھی وہ تو دونوں کی فکر اور غم سے نڈھال رہی۔

حواء! تیرا بیٹا فوت ہو گیا :

ابن عساکرؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ جب حضرت ہابیل مقتول ہوئے۔ تو

حضرت آدمؑ نے بی بی حوا سے کہا۔ حوا۔ تیرا بیٹا مر گیا۔ بولی مرنا کیا ہوتا ہے؟ حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ انسان نہ کھاتا ہے۔ نہ پیتا ہے۔ اور نہ کبھی وہ بولتا ہے۔ تو حضرت حوا کی چیخ نکل گئی۔ تو حضرت آدمؑ نے فرمایا تم اور تمہاری بیٹیاں روئیں۔ میں اور میرے بیٹے تو رونے دھونے سے رہے۔ ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت آدمؑ و حوا نے اپنے بیٹے ہابیل کا غم بہت محسوس کیا اور عرصہ تک اس کے غم میں نڈھال رہے۔ بعد مورخ طبریؒ اپنی تاریخ میں روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت ہابیل کے مقتول ہونے کے پانچ سال بعد حضرت بی بی حوا کے ہاں حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور شیعت کے معنی نہیں اللہ تعالٰی کی عطا اور یہ حضرت ہابیل کے نعم البدل ثابت ہوئے۔ عرصہ بیت گیا۔ اور حضرت آدمؑ و حوا بوڑھے ہونے لگے۔ اور زمین پر ان کی نسل کافی پھیل گئی۔ اور حضرت آدمؑ اللہ تعالٰی کے پیغمبر تھے۔ جو اپنے بیٹوں پوتوں پڑپوتوں کو اللہ تعالٰی کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اور اللہ تعالٰی کی عظمت شان ان کے سامنے بیان کرتے تھے اور کبھی کبھی انہیں ابلیس لعین کی اس دھوکہ دہی کا ذکر بھی کیا کرتے جو شیطان نے انہیں اور ان کی بیوی حوا کے ساتھ کی تھی۔ اور انہیں اس کے فتنہ سے ڈراتے رہتے۔

بی بی حوا کا آخری سفر:

آخر ایک جمعہ کے دن حضرت آدمؑ کی وفات ہو گئی۔ جس پر حضرت حوا بہت ہی غمگین ہوئیں۔ اور اس کے بعد صرف ایک برس تک زندہ رہیں۔ پھر ان کی بھی وفات ہو گئی۔ اور حضرت آدمؑ کے ساتھ ہی دفن ہوئیں۔ کتب معتبرہ میں ان کی آخری آرام گاہ کے بارے میں کوئی حتمی معلوم نہیں ہے۔ لیکن تاریخ کے کسی عالم نے لکھا ہے۔ کہ ان کی وفات جزیرہ عرب میں ہی ہوئی تھی۔

اماں حوا کی آخری آرمگاہ:

ابن جبیرؒ نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے۔ کہ جدہ میں ایک مقام پر ایک پرانا چونے

گچ کا (پختہ) گنبد بنا ہوا تھا۔جس کے بارے میں ذکر کیا جاتا تھا کہ یہ ام البشر حضرت آدمؑ کی زوجہ محترمہ حضرت بی بی حوا کی آرام گاہ ہے۔

امام فاسی کہتے ہیں۔شاید یہ وہی جگہ ہے۔جسے اماں حواؑ کی قبر کہتے ہیں۔اور یہ جدہ میں ایک مشہور مقام ہے۔اور ممکن ہے۔یہیں آپ رہ پڑی ہوں اور یہیں آپ مدفون ہوں۔امام فاکہیؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔کہ اماں حوا کی قبر جدہ میں ہے۔ابن خاکانؒ نے بھی نے یہی کیا ہے۔کہ جدہ میں ام البشر حضرت حواؑ کی قبر موجود ہے۔اور رجع خلائق ہے۔

تو یہ ہیں تمام انسانوں کی محترم ماں حضرت بی بی حواؑ جن کی کچھ زندگی جنت میں گزری۔اور باقی زندگی آپ نے اس کرۂ ارض پر حضرت آدمؑ کی معیت میں گزاری۔تاکہ اس مشیت الٰہی کی تکمیل ہو۔جو تقدیر الٰہی نے ازل سے لکھ دی تھی۔

ام الامہات (تمام ماؤں کی ماں):

حضرت حوا دنیا جہان کی تمام کی ماں اور ان کی پیشوا ہیں۔اور نسوانی کمالات اور امور خانہ داری میں دنیا کی سب خواتین کے لئے نمونہ ہیں۔بی بی حوا سوت کاتا کرتیں۔کپڑا بنتیں۔آٹا گوندھ کر روٹی پکاتیں۔اور عورتوں کے سے دوسرے سب کام انجام دیتیں۔اور پھر اپنی بیٹیوں کو بھی ان تمام امور کی تعلیم دیتیں۔تاکہ انسانیت کا یہ سفر جاری رہے۔اور دنیا کی تعمیر و ترقی پروان چڑھتی رہے۔

اور آخری حقیقت یہ ہے۔کہ اس زمین کا اور اس میں رہنے والوں کا مالک و مختار خدائے واحد و لاشریک ہے۔اور جس کی عبادت کے لئے انسانوں کو اس دنیا میں آباد کیا گیا ہے۔تو یہ تھی ہماری والدہ محترمہ اماں حواؑ اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ حوا دونوں سے راضی ہو۔اور انہیں جنت میں اعلیٰ مقام پر سرفراز کرے آمین۔

پہلے اس سے کہ ہم حضرت اماں کو الوداع کہیں۔کیوں نہ ہم اللہ کریم سے یہ دعا کریں:۔

اَللّٰھُمَّ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّکَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ☆



حضرت نوح علیہ السلام کی زوجہ واعلہ

اے میرے پروردگار میری قوم کو معاف کردے:

جب زمین پر بتوں کی پوجا ہونے لگی۔ اور جھوٹے معبودوں کی کثرت ہوگئی۔ اور انسان اندھی گمراہی اور کفروفساد میں پڑ گیا۔ تو اللہ جل شانہ' نے اپنے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے بھیجا۔ اور نورحق کی طرف لے جانے کے لئے انہیں مبعوث فرمایا۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے نزول کے ایک ہزار سال بعد حضرت نوحؑ کو اس زمین پر بھیجا۔ جبکہ آپ کی قوم میں گناہوں کا زور عروج پر پہنچ چکا تھا اور وہ لوگ کھلے بندوں فسق و فجور اور کفر میں لگن ہو چکے تھے۔ اور بڑے بڑے سرکش نافرمانی کی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ اور دور دراز کی گمراہیوں میں پڑ چکے تھے۔

حضرت نوحؑ کی مشکلات:

جتنی مشکلات کا سامنا قوم کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام کو کرنا پڑا شاید ہی کسی پیغمبر کو کرنا پڑا ہو۔ وہ لوگ آپ کے گھر میں داخل ہو کر ان کا گلا گھونٹتے اور انہیں نڈھال کر کے بے یارو مددگار چھوڑ جاتے۔ اور مجلسوں میں آپ کو پیٹا جاتا اور دھتکار دیا جاتا۔ لیکن ان برے سلوک اور ابتلاؤں کے باوجود حضرت نوح علیہ السلام دعوت الی اللہ کے فریضہ کی ادائیگی سے باز نہ آتے۔ اور بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے یارَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِی فَاِنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِی فَاِنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ ☆

اے اللہ کریم میری قوم کو بخش دے یہ لوگ بے علم ہیں۔

اور قوم کا یہ حال تھا۔ کہ جتنا حضرت نوحؑ انہیں حق کی طرف بلاتے' اتنا ہی وہ دور بھاگتے۔ اور جب بھی آپ ان سے حق کی بات کرتے' وہ اپنے سر پر خوب کپڑا

لپیٹ کر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے۔تا کہ وہ آپ کی بات سن ہی نہ سکیں۔کلام الٰہی میں اسی طرف اشارہ ہے۔

جَعلُوٓا اَصابِعَھُم فِیٓ آذَانِھِم وَ استَغشَوا ثِیَا بَھُم☆ ﴿نوح :۷﴾

''انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔اور اپنے کپڑے لپیٹ لئے پھر وہ آپ کی مجلس سے چلے جاتے اور دوڑ لگا دیتے۔اور ایک دوسرے سے کہتے۔نکل چلو۔یہ بڑا جھوٹا ہے۔اسے چھوڑو یہ دیوانہ ہے۔

اس طرح حضرت نوح علیہ السلام مصیبتیں برداشت کرتے رہے۔اور نہایت صبر وتحمل سے دین کی دعوت کا کام کرتے رہے۔یہاں تک کہ سالہا سال تک ان کی ہدایت کی امید میں لگے رہے۔اور نسلیں گزرتی چلی گئیں۔لیکن وہ لوگ بد سے بدتر ہوتے گئے۔اور آگے جو بھی آیا پہلے سے بھی خبیث اور سرکش ثابت ہوا۔بلکہ سخت سے سخت بدمزاج' ظالم اور نافرمان سامنے آیا۔

بلکہ لوگ کہا کرتے کہ یہ آج کی بات نہیں یہ ''نوحؑ'' تو ہمارے باپ دادوں سے ہی اسی طرح پاگل پن کی باتیں کرتا آیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو ذکر فرمایا ہے:۔

تو انہوں نے ہمارے بندے کو	فَکَذَّبُوا عَبدَ فَاوَقَالُوا
جھٹلایا اور کہا۔کہ یہ دیوانہ ہے۔	اَمَجنُونٌ وَّازدُجِرَہ☆
اور انہیں ڈانٹا۔	﴿القمر : ۹﴾

حضرت نوحؑ کی قوم کے کسی آدمی کی موت کا وقت آتا۔تو وہ مرتے ہوئے اپنی اولاد اور عزیزوں کو بطور خاص وصیت کر کے مرتا۔کہ دیکھو اس دیوانے سے بچنا۔کیونکہ میرے باپ دادا بتا گئے ہیں۔کہ لوگوں کی ہلاکت اس کے ہاتھوں ہو گی۔اس طرح یہ بودی وصیت وہ لوگ نسل در نسل کرتے رہتے۔

یہاں تک کہ ان میں سے کوئی آدمی اپنے بچے کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے حضرت نوحؑ کے پاس کھڑے ہو کر بیٹے سے کہتا۔دیکھو بیٹے میں تو مر جاؤں گا لیکن

میرے بعد اس بوڑھے سے بچے رہیو! یہ دیوانہ لوگوں کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔

حضرت نوحؑ کی کافر بیوی:

تو ایسے ہی سرکش دشمنوں اور جھوٹے کافروں سے آپ کی بیوی ملی ہوئی تھی۔ مفسرین اور مورخین نے حضرت نوحؑ کی بیوی کا نام "واعلہ" بتایا ہے۔ اور بعض نے والغہ لکھا ہے۔ وہ کافر تھی اور کافروں کے ساتھ ہی اس کا رہن سہن تھا۔ کفر اور حضرت نوحؑ کے ساتھ دشمنی میں وہ برابر کافروں کی شریک کار تھی۔ وہ کافروں کی جماعت میں جا کر ان ہی کے ساتھ ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوتی۔ اور وہ کافر لوگوں میں جا جا کر اپنے شوہر حضرت نوحؑ کے بارے میں کہتی کہ یہ بے عقل دیوانہ ہے۔ ایسے ہی وہی تباہی بکتا رہتا ہے۔ (نعوذ باللہ) اور ان کی باتیں کسی کی سمجھ میں آنے والی نہیں۔ یہ ناممکن اور غیر یقینی باتیں کرتا رہتا ہے۔ اور اس کا خیال ہے۔ کہ یہ بت کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اور جب کوئی کافر مسلمان ہو جاتا اور ایمان اور نور کے قافلے کے ساتھ مل کر مومنوں کا شریک کار ہو جاتا۔ تو واعلہ فوراً کافر سردار اور ظالم شریروں کو جا خبر دیتی۔ کہ وہ اس پر سختی کریں اور اسے ایمان کے راستے سے ہٹائیں اور جہاں تک ہو سکے اس کے راستہ میں روڑے اٹکائیں۔ اور طرح طرح سے اسے گمراہ کرنیکی کوشش کریں۔ اور وہ اپنے شوہر حضرت نوحؑ کی تمام حرکات وسکنات اور دعوتی سرگرمیوں کی نگرانی کرتی۔ اور ان پر ایمان لانے والوں پر بھی نظر رکھتی۔ اور دین کا راستہ اختیار کرنے والوں کے لئے مشکلات پیدا کرتی۔ اس طرح وہ اپنے کفر کی پھونکوں سے شمع نورانی کو حتی الوسع بجھانے کی کوشش کرتی۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس بدنصیبوں میں لکھ دی گئی۔ اور کافروں کا محروم جماعت میں شمار کی گئی اور یہ عورت دنیا کی ان نافرمان عورتوں کے لئے ایک برا نمونہ تھی۔ جو کفر کے راستے پر چلتی ہیں۔ اور اللہ تعالٰی کے نورانی راہ سے ہٹ کر گمراہی کا راستہ اختیار کرتی ہیں۔

اس کی بدنصیبی اس پر غالب آ گئی:

حضرت نوحؑ کا ذکر قرآن کریم میں تینتالیس مقامات پر آیا ہے۔اور یہ بیان جگہ جگہ اٹھائیس سورتوں میں ہوا ہے۔اور ایک سورۃ کا نام ہی سورت ''نوح'' ہے جس میں آپ کا تفصیل ذکر یکجا کیا گیا ہے۔حضرت نوحؑ طویل عرصہ تک زندہ رہے۔اور آپ نے بڑی لمبی عمر پائی۔آپ نے اکثر انبیاء سے طویل عمر پائی۔اور دین الٰہی کے لئے کثرت سے جدوجہد فرمائی۔آپ دن رات قوم کو دین کی دعوت دیتے رہے۔کبھی آہستہ سے کبھی زوردار طریقے سے لوگوں کو حق کی طرف بلاتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دینے کا ہر حربہ آپ نے آزمایا۔کہ کسی طریقے سے بھی لوگ سیدھا راستہ اختیار کر لیں۔اور کفر وشرک کے اندھیروں سے نکل کر نور یقین کی طرف گامزن ہو جائیں۔

ساڑھے نوسو سال حضرت نوح علیہ السلام نے عمر پائی۔اس طرح آپ نے تقریباً نو سو برس تک لوگوں کو دین الٰہی کی دعوت دی۔فرمان باری تعالیٰ ہے:۔

فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ☆ ﴿النکبوت : ۱۴﴾

''تو وہ ان میں پچاس کم ہزار برس رہے یعنی ۹۵۰ برس''۔

آپ انہیں آخرت کی یاد دلاتے۔انہیں نصیحت کرتے۔حکمت اور دانائی کے ساتھ انہیں اللہ کی طرف بلاتے۔اور اتنی طویل مدت تک انہیں سمجھانے کے باوجود صرف چند لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:۔

وَمَآ آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ☆ ﴿هود : ۴۰﴾

''اور بہت کم لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے''۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا۔کہ حضرت نوحؑ کی بیوی آپ کی اور ایمان والوں کی ہمدرد و مددگار ہوتی۔اور ان کے ہاتھ مضبوط کرتی۔اور پھر سب مل کر اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ میں حضرت نوح علیہ السلام کے دست و بازو بنتے۔لیکن واعلہ نے کفر و بدبختی کو

اختیار کر لیا۔ اور اپنے بیٹے کنعان کو بھی گمراہ کر دیا کہ وہ بھی ان بدکاروں کے مسلک پر چل کر اپنے والد حضرت نوحؑ کے سیدھے راستے کی مخالفت کرتا۔

مورخ طبریؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت نوحؑ کے چار بیٹے سام' حام' یافث اور کنعان پیدا ہوئے۔ ان سب کی والدہ یہی واعلہ تھی۔ کنعان بوجہ کفر اپنی والدہ واعلہ کے ساتھ ہی طوفان میں غرق ہوا۔

حضرت نوحؑ کی بیوی اور بتوں کی پوجا:

اس روئے زمین پر جس نے سب سے پہلے بتوں کی عبادت کی یہ نوحؑ کی قوم ہی تھی۔ اس سے پہلے لوگ عقیدہ توحید پر قائم تھے۔ اور خدائے واحد و قہار پر ہی ایمان رکھتے تھے۔ اور بت پرستی کے نام سے بھی واقف نہیں تھے۔ اور نہ وہ بتوں کو پوجتے تھے۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت اس کی شاہد ہے۔

''پہلے تو سب لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا پھر وہ اختلاف کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ڈرانے والے اور خوشخبری دینے والے پیغمبر بھیجے اور ان پر سچائی کے ساتھ کتابیں نازل کیں تاکہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے ان کا ان میں فیصلہ کردیں''۔	كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ☆ ﴿البقرۃ: ۲۱۳﴾

قوم نوحؑ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔ اور بتوں کو پوجا کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا لئے۔ اور یہ یقین کر لیا۔ کہ یہ نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور یہ تصور کر لیا کہ یہ دیکھتے۔ سنتے اور سمجھتے ہیں۔ اور اکثر یہ کہتے کہ یہ معبود ہماری مشکلات حل کرتے

ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بجائے یہی ہمارے لئے کافی ہیں۔ لیکن اللہ سبحانہٗ ہر اس بات سے منزہ ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ قوم نوحؑ بت پرستی کی جھیلوں میں ہی ڈوب کر رہ گئی تھی۔ یہ انہیں مقدس سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کی عبادت کرتے تھے۔

حضرت نوحؑ کی بیوی نے ایمانی دعوت سے روگردانی کی۔ اور اپنے شوہر حضرت نوحؑ کی دعوت کے مقابلے میں مکار کافروں کی تدبیروں کا ساتھ دیا۔ اور ہدایت کا دروازہ اپنے لئے بند کر لیا۔ اور کفر اور گمراہی کی جھوٹی چکا چوند میں اپنے آپ کو غرق کر لیا۔ اور قوم کافرین کے ساتھ کفر وطغیان میں برابر کی شریک رہی۔ اور ان کی مکارانہ تدبیروں میں یہ شامل تھا۔ کہ وہ اپنے جھوٹے خداؤں کی پوجا کا بڑے زور و شور سے پروپیگنڈا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور ان کی گندی فریب کاری کو اسطرح بیان فرمایا ہے:۔

''اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے	وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا☆
اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو	وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ☆
ہرگز نہ چھوڑنا''۔	﴿نوح : ۲۳﴾

کافروں کے بت پرست گروہ نے ضعیف العقل لوگوں کے جذبہء گناہ کے ابھارنے پر بڑی پھرتی دکھائی۔ کہ انہوں نے بتوں میں سے ایک بڑے بت کی یہ شان و شوکت کو بطور خاص نمایاں کیا۔ تا کہ عام لوگ اس سے متاثر ہوں قرآن کریم بتوں کے ساتھ ان کے لگاؤ کا ذکر یوں کرتا ہے:۔

''اور کہنے لگے اپنے معبودوں کو	وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ
ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور ود اور سواع	وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا
اور یغوث اور یعوق اور نسر کو بھی	وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ
ترک نہ کرنا''۔	وَنَسْرًا☆ ﴿نوح : ۲۳﴾

پانچ بزرگ:

قوم نوح ؑ نے سب سے پہلے تو یہ کیا۔ کہ خدائی صفات و اختیارات کی کچھ خیالی تصویریں بنائیں ۔اور عالم تصور میں ان خیالی طاقتوں کو مقدس سمجھ کر ان کا احترام کرتے تھے اور یہ تصویریں بزرگ ہستیوں کی تھیں ۔جن کے سامنے وہ تعظیم سے کھڑے ہوتے ۔ پھر اسی احترام و تعظیم نے عبادت کی صورت اختیار کر لی اور تصویروں کی جگہ ان کے بت بنا کر ان کی عبادت کرنے لگے۔ اور ان میں زیادہ مشہور یہ پانچ بت تھے۔جن کا ذکر سورہ نوح کی مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ہوا ہے۔ اور مفسرین محدثین اور مورخین نے لکھا ہے کہ ان پانچ بتوں کی بنیاد میں قوم نوح ؑ کے وہ پانچ نیک بزرگ ہیں۔ جب وہ فوت ہو گئے ۔تو شیطان نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی ۔ کہ اپنی بیٹھکوں میں ان کی تصویریں لگا لو۔ اور دیکھ دیکھ کر انہیں یاد رکھا کرو۔ اور ان تصاویر کے ساتھ ان کے نام لکھ دیئے ۔اور کہ ان تصویروں کی جگہ پتھر اور دھات کے بت بنا کر انہوں نے رکھ لئے ۔اور با قاعدہ ان کی پوجا کرنے لگے۔ حالانکہ پہلے تو انہوں نے یہ تصویریں بطور احترام کے رکھی تھیں۔ تصویروں نے بتوں کی اور احترام نے عبادت کی شکل اختیار کر لی ۔اور با قاعدہ بت پرستی کا رواج چل پڑا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ۔ کہ قوم نوح ؑ کے ہی یہ بت تھے جنہیں آگے چل کر عرب بھی پوجنے لگے۔

پانچ بڑے بت:

علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ان پانچ ابتدائی بتوں کے بارے میں گفتگو کی ہے ۔فرماتے ہیں ۔ کہ تمام بتوں میں سے یہ پانچ بت بڑے مانے جاتے تھے ۔انہیں کا ذکر بطور خاص ان کی زبان سے قرآن مجید میں بھی ہوا ہے ۔حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پانچ بیٹے ود،

سواع‘یغوث‘یعوق اور نسر بڑے عبادت گزار تھے۔ان میں ایک فوت ہو گیا۔تو ان کے معتقدین بہت غمگین ہوئے۔تو شیطان ان سے کہنے لگا۔کہ میں تمہیں اس کی تصویر بنا دیتا ہوں۔بس اسے دیکھ کر ان بزرگ کو یاد کر لیا کرو۔

تو شیطان نے انہیں عبادت گاہ میں اس بزرگ کی تصویر بنا دی بلکہ پیتل تانبے اور سیسے کو ڈھال کر ایک مجسمہ بنا کر نصب کر دیا۔اور دوسرے بزرگ فوت ہوئے تو اس کا مجسمہ بنا دیا حتیٰ کہ پانچوں بزرگوں کے مجسمے عبادت گاہ میں شیطان نے نصب کر دیے۔اور لوگ ان کا احترام کرنے لگے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عبادت الٰہی کو بھی بھول گئے۔بعد کے لوگوں سے شیطان نے کہا۔تم عبادت کیوں نہیں کرتے۔ان لوگوں نے پوچھا کہ ہم کس کی عبادت کریں؟ کیونکہ زمانہء دراز گزرنے سے وہ عبادت الٰہی کا طریقہ ہی بھول گئے۔تو شیطان نے ان سے کہا۔کہ یہ تمہارے معبود ہیں اور تمہارے باپ دادوں کے معبود ہیں۔جو تمہاری عبادت گاہوں میں نصب ہیں۔تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جگہ ان بتوں کی عبادت کرنے لگے۔اور کہنے لگے

”کہ اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا“

اور یہ حکم کہ

”اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو“

قوم نوح علیہ السلام کے سرکش اور نافرمان جرائم پیشہ سرداروں کی جانب سے تھا۔کیونکہ یہی لوگ کفر میں بڑھ چڑھ کر تھے۔اور ضد ہٹ دھرمی اور شیطانی راستے پر چلنے میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔اور بزعم خود ضعیف الاعتقاد لوگوں جھوٹے خیر خواہ اور باپ دادوں کی رسم اور بت پرستی کے علمبردار بنے ہوئے تھے۔ان کی اس فریب کاری اور دھوکہ بازی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:۔

اور اس سے پہلے قوم نوح علیہ السلام تھی بے شک وہ نافرمان لوگ تھے اور اس سے پہلے قوم نوح علیہ السلام کو بھی ہلاک کیا کچھ شک نہیں کہ وہ لوگ بڑے ہی ظالم اور بڑے ہی سرکش تھے۔

وَ قَوۡمَ نُوۡحٍ مِّنۡ قَبۡلُ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ☆ ﴿الذاریات﴾
وَقَوۡمَ نُوۡحٍ مِّنۡ قَبۡلُ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا هُمۡ اَظۡلَمَ وَاَطۡغٰى
☆ ﴿النجم: ۵۲﴾

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی دین کی دعوت میں رکاوٹ:

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی سرکش و نافرمان کافروں کے ساتھ مل کر ہدایت کا راستہ چھوڑ کر شرک اور فساد کے راستے پر چلتی۔ اور طرح طرح کی فریب کاری سے دعوت دین کے سلسلے میں حضرت نوح علیہ السلام کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتی۔ لیکن حضرت نوح علیہ السلام نے اس غلط کار عورت اور قوم کی رخنہ اندازیوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور احکام خداوندی کے نفاذ و تبلیغ میں لگے رہے اور اپنی بیوی اور قوم کو خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیتے رہے۔

قوم کے سرداروں کو اللہ کے دین کی دعوت:

اللہ تعالٰی کے دین کی دعوت کے آغاز میں سب سے پہلے آپ نے قوم کے پیشواؤں کو یہ دعوت دی۔ اور بطور نصیحت کے انہیں کہا:۔

''اے میری برادری کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مجھے تمہارے بارے میں برے دن کے عذاب کا بہت ہی ڈر ہے''۔

يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ اِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ☆
﴿الاعراف آیت ۵۹﴾

پہلی نافرمان عورت:

سب سے پہلے جس نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت سے روگردانی کی اور ہٹ دھرمی اختیار کی ۔وہ آپ کی بیوی ہی تھی ۔ جو اس بات سے ڈرتی تھی ۔ کہ کہیں ان جھوٹے معبودوں سے اسے کوئی گذند نہ پہنچ جائے ۔لہذا وہ ان کے لئے نذر و نیاز اور قربانی کرتی رہتی تھی ۔ اور انہیں نفع و نقصان کا مالک و مختار سمجھتی تھی ۔ اور شیطان لعین نے اسے بتوں کی پوجا کرنے پر پختہ کر دیا تھا۔ اور کھلے بندوں وہ گمراہی کے راستے پر چل رہی تھی ۔ اور وہ بتوں کے آگے پیچھے پھرتی رہتی اور انہیں ہی اس دنیا کی خوشحالی کا ضامن سمجھتی ۔

کافر بت پرست اپنے داؤ میں رہتے ۔ اور جب کبھی ان کے کسی قریبی کو گمراہ کر کے اپنی صفوں میں ملانے میں کامیاب ہو جاتے تو کہتے :۔

''ہم تمہیں صریح گمراہی میں مبتلا دیکھتے ہیں''	اِنَّا لَنَرَاکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ☆
	﴿الاعراف ۶۰﴾

وہ سمجھتے تھے کہ ہم حضرت نوح علیہ السلام کی دشمنی میں حق بجانب ہیں ۔ کیونکہ یہ بھی ہماری طرح کے ایک انسان ہیں ۔ ہماری طرح ہی ان کے بھی بیوی بچے ہیں ۔ تو پھر ان میں کیا خصوصیت ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہوں اور ہم نہ ہوں ۔ اس بارے میں قرآن بیان کرتا ہے کہ ۔

''تو ان کی قوم کے کافر سردار کہتے' ہم تمہیں اپنے ہی جیسا ایک آدمی دیکھتے ہیں''۔	فَقَالَ الۡمَلَاُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِہٖ مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثۡلَنَا ☆
	﴿ھود آیت ۲۷﴾

تو حضرت نوح علیہ السلام نہایت اطمینان اور وقار سے جواب دیتے ۔

''اے قوم مجھ میں کسی قسم کی گمراہی نہیں ہے۔ بلکہ میں پروردگار عالم کا پیغمبر ہوں''۔

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ☆

﴿الاعراف : ۶۱﴾

پھر حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں نہایت مختصر اور شیریں الفاظ میں اپنے مبعوث ہونے کا اہم مقصد بیان فرمایا۔ جو قرآن پاک کی زبان میں یوں ہے:۔

''میں تمہیں اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی باتیں معلوم ہیں جن سے تم بے خبر ہو''۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ☆

﴿الاعراف : ۶۲﴾

اور ان کی اس بات کا کہ وہ ہماری طرح کا ایک انسان ہے۔ اور انہی کی طرح رہتا سہتا ہے۔ یہ مدلل جواب دیا کہ یہاں مسئلہ محض بشر ہونے کا نہیں ہے۔ بلکہ حقیقی فرق اور امتیاز جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ یہ ہے۔ کہ میں تمہیں بت پرستی اور نافرمانی کے برے انجام سے ڈراتا ہوں۔ اور خود بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اور نیکی کے راستہ پر چلتا اور چلانا چاہتا ہوں۔ اس امید پر کہ اللہ کریم اپنی رحمت سے لوگوں کو بت پرستی کی گمراہی اور دیگر بد اعمال سے بچا لے۔ لہذا انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''کیا تمہیں اس بات سے تعجب	اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ
ہوا ہے۔ کہ تم میں سے ایک شخص	مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ
کے ہاتھ تمہارے پروردگار کی	لِیُنْذِرَکُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّکُمْ
طرف سے تمہارے پاس	تُرْحَمُوْنَ☆
نصیحت آئی ہے۔تاکہ وہ تمہیں	﴿الاعراف ۶۳﴾

ڈرائے۔ اور تاکہ تم پرہیز گار

بنو۔اورتم پر رحم کیا جائے''۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت حق قوم کے کمزور اور غریب لوگوں کو بھا گئی۔اور انہوں نے آپ کی پیروی کی۔اور انہوں نے اپنا معاملہ خدائے واحد وقہار کے سپرد کر دیا۔

ان کی حالت شاعر کے اس شعر کے حسب حال تھی:۔

''ان کی پہلی خواہش یہ تھی کہ ان	فَاَوَّلُ دَعْوَاهُمْ سَلَامَةُ
کا دین سلامت رہے اور ان کی	دِیْنِهِمْ وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ
آخری بات یہ کہ سب حمد وثنا اللہ	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

تعالیٰ کو ہے''۔

یہ دیکھ کر کافروں کی جماعت کے سرکردہ لوگ حیران ہوئے۔اور کمزور ناداروں کے ایمان لانے پر انہیں تشویش ہوئی۔اور ہٹ دھرمی کی بنا پر گناہ پر ڈٹے رہے۔اور شیطان ان کے سروں پر سوار ہوگیا۔اور نفسانی خواہشات نے ان کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا۔ان کا خیال تھا کہ دنیا کا یہ مال اور دولت' زمین اور باغات اور یہ ظاہری چمک دمک ہی شرافت کا معیار ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر دولت مند آپ کے پاس ہجوم کر کے آتے اور آپ کے نادار پیروکاروں کے بارے میں آپ کو طعنہ دیتے کہ آپ کے نادار

پیروکاروں کے بارے میں آپ کو طعنہ دیتے کہ آپ کے پیروکار اور کمزور لوگ ہیں۔ اور وہ بھی گنتی کے چند لوگ۔ اور حقیقت یہ تھی۔ کہ اگرچہ ظاہر میں مالی طور پر یہ لوگ کمزور تھے۔ لیکن ایمان میں پختہ اور طاقت ور تھے۔ اور اللہ تعالٰی کی محبت میں مخلص اور مالا مال تھے۔ کافر لوگ اپنی حماقت و نادانی کی بنا پر حضرت نوح علیہ السلام سے کہتے رہتے۔

"کیا ہم تم پر ایمان لائیں؟ حالانکہ تمہارے پیروکار تو رذیل سے لوگ ہیں"۔

اَنُؤْمِنُ لَکَ وَاتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ ☆

﴿الشعراء : ۱۱۱﴾

بلکہ نہایت تعجب سے ان نادار لوگوں کی عزت سے انکار کرتے جو اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں سچے مومن اور نیکوکار تھے۔ اور جھوٹا گردانتے ہوئے کہتے:۔

"کہ ہم تمہیں اپنے ہی جیسا ایک آدمی دیکھتے ہیں۔ اور یہ بھی دیکھتے ہیں۔ کہ تمہارے پیروکار وہی لوگ ہوئے ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں۔ اور وہ بھی ظاہری نظر میں۔ اور ہم تمہارے اندر اپنے پر کوئی بزرگی نہیں دیکھتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں"۔

مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ج وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ ☆

﴿هود : ۲۷﴾

یہ بڑے بڑے فاسق و فاجر متکبرین ان نادار ایمان والوں کو رذیل کا نام دیتے تھے۔ کیونکہ دولت کے خمار اور خوشحالی نے ان پاک طینت لوگوں کو خراب نہیں کیا تھا۔ اور شکم سیری نے اللہ تعالٰی کے راستے پر چلنے سے انہیں بے راہ نہیں کیا تھا۔ اور کافر

لوگوں کا خیال تھا۔ کہ ان کے مرتبے اور شان کے لائق نہیں کہ ان کنگلوں کی اور حضرت نوح علیہ السلام کی بات مان کر ان کی پیروی اختیار کر لیں۔ اور مزید یہ کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کو جھوٹا کہا اور ان پر افترا باندھا۔ اور بسا اوقات وہ حضرت نوح علیہ السلام سے کہتے۔ کہ اگر تم سچے ہوتے تو تمہاری بیوی جو تمہارے بچوں کی ماں ہے۔ تم پر ایمان لاتی جو تمہیں سب لوگوں سے زیادہ جانتی ہے۔

قوم کے ساتھ سوال و جواب:

حضرت نوح علیہ السلام قوم کی طرف سے الزامات کو اتہامات سنتے اور کمال حوصلے سے انہیں برداشت کرتے۔ اور ان کی روگردانی اور تکبر کا پیغمبرانہ فیاضی سے مقابلہ کرتے۔ اور حقانیت پر ڈٹے رہتے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں تفویض ہوئی تھی۔ اور ان کے الزامات کے جواب میں کوئی الزام ان پر نہ دھرتے اور نہ ہی ان کی طرح کوئی بے جا دعویٰ کرتے۔

اس نکتے پر ان کی زبان درازیاں بڑھ گئیں۔ اور وہ گھٹیا سودا بازی کرنے پر اتر آئے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام سے کہنے لگے۔ کہ اگر تم ان نادار اور کنگلے لوگوں کو اپنے ہاں سے نکال باہر کرو۔ تو ہم تمہاری جماعت میں شامل ہونے کا سوچ سکتے ہیں۔ جس کا حضرت نوح نے مختصر سا جواب دیا:۔

''کہ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ میں ان کو نکالنے والا نہیں ہوں''۔	مَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط ☆ ﴿ھود: ۲۹﴾

اس کے بعد حضرت نوح قوم کو دن رات پوشیدہ طور پر اور کھلے بندوں دین کی دعوت دیتے رہے۔ اور انہیں اس کائنات پر غور کرنے کی دعوت بھی دیتے۔ اور کائنات کے ان واضح دلائل کی طرف اشارہ کرتے جس سے راہ نجات میسر آ سکتی تھی۔ اور

اس کائنات پر غور فکر انہیں فلاح وکامرانی کا آسان راستہ دکھا سکتا تھا۔ اور گمراہی کی ہلاکت بچ کر کامیاب لوگوں کے زمرے میں شامل ہو سکتے تھے۔ اور توبہ و استغفار کا راستہ یہی تھا۔ جس پر چل کر وہ دنیا و آخرت میں نیک ثمرہ حاصل کر سکتے تھے۔ اگر وہ توبہ و استغفار کرتے تو آسمان سے اللہ کریم ان کے لئے برکات نازل فرماتا۔ اور اس استغفار کی برکت سے ان کے مال و اولاد میں اضافہ فرماتا۔ اور استغفار ہی سے ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیتا۔ اور زمین کو ان کے لئے باغ و بہار بنا دیتا۔

انسانی تخلیق پر غور وفکر:

توبہ و استغفار کی تعلیم کے بعد حضرت نوح نے انہیں انسان کی پیدائش پر غور وفکر کرنا یاد دلایا۔ کہ کس طرح خالق کائنات نے انسان کو مختلف ادوار سے گزار کر مکمل انسان بنایا ہے۔ انسان اپنی پیدائش پر ہی اگر غور کرے تو اسے کمال قدرت الٰہی کا تدبر حاصل ہوگا۔

مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ مختلف مدارج سے مراد یہ ہے کہ سب سے پہلے نطفہ کی شکل میں رحم مادر میں جاتا ہے۔ پھر خون کا ایک لوتھڑا بن جاتا ہے۔ لوتھڑے سے بوٹی کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اور پھر گوشت پوست اور ہڈیوں سے ملکر ایک مکمل انسانی صورت میں آ جاتا ہے۔ اس کو قرآن کریم میں کہا گیا ہے۔ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ☆ کہ تم اپنے آپ پر کیوں غور نہیں کرتے:۔

اس کے بعد حضرت نوح نے انہیں اس کائنات پر غور کرنے کا فرمایا۔ کہ یہ کائنات بھی قدرت خداوندی کو سمجھنے کے لئے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ یہ سورج' چاند' ستارے فضائے آسمانی اور یہ زمین جس پر انسان زندگی گزارتے ہیں۔ ان سب کو اللہ کریم انسان کے تابع فرمان کر دیا۔ کہ اس زمین کی مٹی سے غلہ حاصل کرتے ہیں۔ پانی' ہوا' اور خفیہ و ظاہر خزانوں سے فیض یاب اور ہر قسم کے رزق سے مالا مال

ہوتے ہیں۔

حضرت نوح نے انہیں ان چیزوں کی طرف توجہ دلائی۔تا کہ ان کا ضمیر زندہ ہو۔اور ان کے نفوس ہوشیار ہوں۔اور ان کے دلوں میں خوف الٰہی پیدا ہو۔اور وہ خدائے عزیز وحمید پر ایمان لائیں۔تو کیا ان پر اس کا کچھ اثر ہوا؟ یا کسی نے ان کی آواز پر کان لگایا۔اس کا جواب قرآن مجید کی زبان سے سنیئے:



کہا اپنے پروردگار سے معافی
مانگو۔ کہ وہ بڑا معاف کرنے والا
ہے۔ وہ تم پر آسمان سے لگاتار
مینہ برسائے گا۔ اور مال اور
بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے
گا۔ اور تمہیں باغ عطا کرے
گا۔ اور تمہارے لئے نہریں
بہادے گا۔ تمہیں کیا ہوا کہ تم
خدا کی عظمت کا اعتقاد نہیں
رکھتے۔ حالانکہ اس نے تمہیں
طرح طرح کی حالتوں میں پیدا
کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا
کہ اللہ نے سات آسمان اوپر
تلے بنائے ہیں۔ اور چاند کو ان
میں زمین کا نور بنایا ہے۔ اور
سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے۔ اور
اللہ نے ہی تمہیں زمین سے پیدا
کیا ہے۔ اور پھر اسی میں تمہیں
لوٹائے گا۔ اور اسی سے نکال
کھڑا کرے گا۔ اور اللہ ہی نے
زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا۔
تاکہ اس کے بڑے بڑے
کشادہ رستوں میں چلو پھرو"۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ
كَانَ غَفَّارًا☆ يُّرْسِلِ
السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا☆
وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَ
يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ
لَّكُمْ اَنْهٰرًا☆ مَالَكُمْ
لَاتَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا☆
وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا☆ اَلَمْ
تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ
سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا☆ وَّجَعَلَ
الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ
الشَّمْسَ سِرَاجًا☆ وَاللّٰهُ
اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا☆
ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا
وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا☆
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ
بِسَاطًا☆ لِتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا☆ ﴿نوح —
۸ . ۲۰﴾

ہاں اب تم نے ہم سے بہت جھگڑا کر لیا۔ اور ہم سے بہت دلیل بازی کر لی۔ اب ہمارے لئے کوئی راستہ نہیں۔ ہم تمہاری دلیلوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ اب ہمارے لئے سارے راستے بند ہو گئے ہیں۔ اور ہماری ساری تدبیریں بےکار ہو گئی ہیں۔ بس آخری بات یہ ہے۔ کہ ہم تمہاری کوئی بات نہیں مان سکتے۔

ان سب بکھیڑوں میں حضرت نوح کی بیوی راعلہ برابر کافر پیشواؤں کی شریک کار رہی۔ اور اسے اور قوم کو سمجھانے بجھانے اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے کے باوجود باز نہیں آئی۔ بلکہ اس دعوت و تبلیغ کے دوران میں کئی مرتبہ اس نے حضرت نوح سے کہا۔ کیا اس سلسلے میں تمہارا خدا تمہاری مدد نہیں کر سکتا؟

حضرت نوح نے جواب میں فرمایا۔ ہاں کر سکتا ہے۔

تو وہ طنزیہ کہنے لگی تو پھر کب کرے گا۔ آپ نے فرمایا۔ جب تنور سے پانی ابل پڑے گا۔ اب وہاں سے نکل کر قوم کے لوگوں پاس جا کر کہنے لگی۔ کہ وہ تو بالکل ہی دیوانہ ہو گیا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اس کا رب اس کی مدد اس وقت کرے گا۔ جب تنور سے پانی ابلے گا۔

اب کفار حضرت نوح پر بہت سختیاں کرنے لگے۔ اور پہلے سے زیادہ تنگ کرنے لگے۔ اور مکمل طور پر روگردانی کرنے لگے۔ وہ انہیں مار مار کر لہولہان کر دیتے۔ اور آپ سجدے میں پڑے کئی دنوں تک اپنے پروردگار سے فریاد کرتے رہتے۔

امام قرطبیؒ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن آپ سجدے میں پڑے فریاد کر رہے تھے۔ کہ ایک کافر اپنے پوتے کو کندھے پر اٹھائے ہوئے وہاں آیا اور اپنے پوتے کو خبردار کرتے ہوئے نصیحت کرنے لگا۔ کہ بیٹا! دیکھنا اس بوڑھے کذاب (نعوذ باللہ) سے بچنا۔ یہ ہمیں ایسے خدا کی طرف بلاتا رہتا ہے۔ جسے ہم نہیں جانتے۔ اور یہ ہمیں خواہ مخواہ ڈراتا رہتا ہے۔ کہیں تمہیں یہ گمراہ نہ کر دے۔

تو پوتے نے دادا کو جواب دیا۔ کہ اگر ایسا ہے۔ تو ابھی تک تم نے اسے زندہ کیوں

رہنے دیا ہے۔ دادا کہنے لگا۔ تو ہم اس کا کیا کریں؟

پوتے نے کہا۔ تم مجھے نیچے اتارو۔ دیکھ میں اس کا کیا انتظام کرتا ہوں۔ دادا نے اسے نیچے اتارا۔ تو اس نے ایک پتھر اٹھایا۔ اور مار کر حضرت نوح کا سر پھوڑ دیا۔

جب حضرت نوح نے دادے پوتے کی آپس کی بات چیت سنی اور پوتے کی کرتوت دیکھی۔ تو آپ نے سمجھ لیا۔ کہ پوتا تو دادا سے بھی بڑھ کر پلید اور سرکش نکلا ہے۔ لہذا آپ نے اسی سجدے کے دوران میں اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کی۔ کہ

''اے میرے پروردگار کسی کافر کو روئے زمین پر بسا نہ رہنے دے۔ اگر تو ان کو رہنے دیگا۔ تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے۔ اور ان سے جو اولاد ہو گئی۔ وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہو گی''۔

رَبِّ لَاتَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا☆ اِنَّکَ اِنْ تَذَرْھُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَایَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا☆ ﴿نوح = ۲۶۔۲۷﴾

اب حضرت نوح نے یہ سمجھ لیا۔ کہ یہ قوم اب پوری بے فیض ہو گئی ہے۔ اور مکمل طور پر کفر پر جم گئی ہے۔ اور اب ان کی ہدایت کی کوئی امید نہیں رہ گئی۔ اور خاص طور اللہ تعالی کے یہ فرماتے :بعد تو آپ بالکل ہی ان کی طرف سے ناامید ہو گئے۔ کہ اللہ تعالی نے فرمایا تھا:۔

''کہ تمہاری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے۔ ان کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لائے گا''۔

اِنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ☆ ﴿ھود = ۳۶﴾

اور کافر بچے نے جو آپ کے سر مبارک پر پتھر دے مارا تو اب تو آپ نئی نسل سے بھی بالکل ناامید ہو گئے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کی بیوی ہی آپ کی دشمن بن کر

کافروں سے ملی ہوئی تھی۔ اور اس نے اپنے شوہر کی خوش نصیبی سے ذرا سا حصہ نہ پایا۔ جو دعوت حق کی سلسلے میں حضرت نوح کو حاصل تھی۔ اور جو اسے اور اس کی قوم کو اس خدائے کی عبادت کی طرف بلاتے تھے۔ جو زمین سے غلہ نکالتا ہے۔ اور زمین آسمان کی ہر چیز سے باخبر ہے۔

معلوم ہوتا ہے حضرت نوح کی بیوی نے بہت سے لوگوں کا راستہ روکا۔ جو حضرت نوح کے وعظ سے متاثر ہو کر ایمان لانا چاہتے تھے۔ اور ان کا خیال تھا۔ اور یہ کہتی بھی رہتی تھی۔ کہ اگر ان کے دین میں کوئی خوبی ہوتی۔ اور یہ دین سچا ہوتا۔ تو میں ایمان نہ لے آتی تھے اور حضرت نوح کی پیروی نہ کرتی۔ بس اللہ کی عبادت کے مقابلہ میں ان بتوں کی پوجا میں ہی فائدہ ہے۔ بلکہ اگر ان کی یہ دعوت درست ہوتی۔ تو یہ بڑے بڑے لوگ ان کی پیروی کرتے۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ ان چند کمزور سے کنگال لوگوں نے ان کے دین کو قبول کیا ہے۔

حضرت نوح ان کی ایذا رسانی پر مسلسل صبر کرتے رہے۔ اور ان سب کو اچانک عذاب الہٰی آ پڑنے سے ڈراتے۔ اور قیامت کے تنگ و شدید دن سے خوف دلاتے۔ لیکن تکبر کرتے اور دستر خوان کفر و گمراہی پر براجمان رہے۔ اور حضرت نوح کو تنبیہ کرتے ہوئے کہنے لگے۔ کہ

''نوح! اگر تم باز نہ آؤ گے تو تم	لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يَانُوحُ لَتَكُونَنَّ
سنگسار کر دیئے جاؤ گے''۔	مِنَ الْمَرْجُومِيْنَ ☆

﴿الشعراء = ۱۱۶﴾

پھر جب آپ نے بار بار انہیں عذاب الہٰی کی یاد دہانی کرائی۔ تو نہایت سرکشی سے کہنے لگے:۔

"اگر تم سچے ہو۔تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر لا نازل کرو"۔

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ☆ ﴿ھود = ۳۲﴾

تو حضرت نوح نے انہیں وحی الٰہی کے مطابق جواب میں فرمایا:۔

"اس کو تو اللہ تعالیٰ ہی چاہے گا تو نازل کرے گا۔اور تم اس کو ہرا نہیں سکتے"۔

اِنَّمَا يَأْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ☆ ﴿ھود – ۳۳﴾

اس طرح ان کی مکالمہ بازی ختم ہوگئی ۔اور حضرت نوح کو ان کی کفر کی پیروی اور شیطان کی پیشوائی میں چلنے کا بہت دکھ ہوا۔تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:۔

"تو جو کام یہ کر رہے ہیں۔ان کی وجہ سے غم نہ کھاؤ"۔

فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ☆ ﴿ھود = ۳۶﴾

حضرت نوح کو اپنی قوم کے ایمان لانے کی بہت چاہت تھی۔لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو بتادیا۔کہ اب ان میں سے کوئی ایمان لانے کا نہیں ہے۔آپ اپنے دل سے ان کے ایمان لانے کی چاہت نکال دیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاف بتا دیا اب یہ لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہونے والے ہیں۔اور یہ ڈوبنے کا عذاب ہوگا۔

حضرت نوحؑ کو کشتی بنانے کا حکم:

اور ڈوبنے سے بچنے کی یہی ایک صورت تھی۔کہ کشتی ہو جس میں طوفان کے وقت یہ سوار ہوں۔لہٰذا حضرت نوحؑ کو حکم ہوا۔کہ وہ طوفان میں غرق ہونے سے بچاؤ کے لئے وحی الٰہی کی رہنمائی میں ایک کشتی تیار کریں۔اور طوفان کی صورت میں اپنے ماننے والوں کو اس میں سوار کرلیں۔اور ظالم نافرمانوں کے لئے میری بارگاہ میں کوئی سفارش پیش نہ کریں۔اور آپ کی بیوی بھی ان میں شامل ہے۔اس کا انجام

بھی انہی کے ساتھ ہونا ہے۔ ان کے بارے میں اب قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔ ان میں سے کسی کے بچاؤ کے بارے میں مجھ سے دعا نہ کریں۔ اب دعا اور بددعا! وقت گزر گیا ہے کیونکہ جب تقدیر کا آخری فیصلہ ہو جاتا ہے۔ دعا کرنا لاحاصل ہو جاتا ہے۔ اب بات ختم ہو چکی اور باری تعالیٰ کافروں کو طوفان میں غرق کرنے کا عادلانہ فیصلہ فرما چکے ہیں۔

حضرت نوح کشتی بناتے ہیں:

اور حضرت نوح حضرت باری تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو کشتی بنانے لگے۔ اور اس وقت تک حضرت نوح یا دوسرا کوئی شخص کشتی بنانا نہیں جانتا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے میں حضرت نوح کی رہنمائی فرمائی۔ اور یہ بھی بتایا کہ وہ کشتی کیسی ہونی چاہئے۔

فرمان باری تعالیٰ قرآن پاک میں یوں ہے:۔

''کہ ایک کشتی ہمارے حکم سے	وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا
ہمارے روبرو بناؤ''۔	وَوَحْيِنَا ☆ ﴿هود. ٣٧﴾

اب حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی نگرانی میں کشتی بنا رہے ہیں۔ اور اس کے لئے سامان اکٹھا کیا ہوا ہے۔ اور امر ربانی کی تعمیل کر رہے ہیں۔ اور حضرت نوح کی بیوی دیکھ رہی ہے۔ کہ لکڑیاں آ رہی ہیں۔ اور کشتی بنانے کا کام ہو رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قریب کوئی سمندر یا بڑا دریا بھی نہیں' جس میں ڈوب جانے کا اندیشہ ہو۔ تو حیران ہو کر بہت زور شور سے پوچھتی ہے۔ نوح! آپ ان لکڑیوں کا کیا کریں گے۔

آپ نے فرمایا ان لکڑیوں سے میں ایک کشتی بنا رہا ہوں۔ جس سے میں اپنے آپ کو اور اپنے پیروکاروں کو اللہ کے حکم سے آنے والے طوفان میں غرق ہونے سے بچاؤں گا۔

تو اس نے نہایت ٹھٹھول کرتے ہوئے آپ سے کہا۔ وہ پانی کہاں ہے جس میں یہ کشتی چلے گی؟ میرا خیال ہے۔ کہ تم پاگل ہو گئے ہو۔ اور ہمارے خداؤں کا غضب تم پر آپڑا ہے۔ کیونکہ ہر عقل مند یہ سمجھتا ہے۔ کہ کشتی خشکی میں تو نہیں چل سکتی۔ پھر مزید ٹھٹھا کرتے ہوئے کہنے لگی۔ یہاں تو پانی کا نام ونشان بھی نہیں۔ اور سمندروں اور بڑے دریاؤں میں تم اسے لے جانے سے رہے۔

اور دوسرے کافر بھی ٹھٹھول کرنے میں واعلہ کے ساتھ شریک ہوجاتے اور جب بھی حضرت نوح کشتی کا کوئی نیا حصہ بنانے میں لگے ہوتے تو نہایت مسخری سے انہیں بے وقوف سمجھ کر ہنستے ہوئے کہتے۔ لو نبوت کرتے کرتے اب بڑھئی بھی بن گئے۔ یہ تو عجیب بات ہے۔ پھر ٹھٹھے کو آگے بڑھاتے ہوئے بکنے لگتے۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہوتے۔ تو تمہارا رب جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو۔ کشتی بنانے میں تمہاری مدد کرتا۔ اور تمہیں اس مشکل سے چھٹکارہ دے دیتا۔ نوح تمہیں نظر نہیں آتا کہ یہ جہالت کا پلندہ ہے۔

قاضی القضاۃ امام علی بن محمد الماوردیؒ نے فرمایا ہے۔ جب انہوں نے حضرت نوحؑ کو کشتی بناتے دیکھا اور انہوں نے پہلے کبھی کشتی دیکھی نہیں تھی۔ تو پوچھنے لگے نوح! یہ تو کیا چیز بنا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا میں پانی پر چلنے والا ایک گھر بنا رہا ہوں۔ آپ کی اس بات سے وہ بہت حیران ہوئے۔ اور ان سے ٹھٹھا کرنے لگے۔

آپ کی قوم کے لوگ کشتی کی تیاری کو بے وقوفی اور دیوانگی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ فرمان باری ہے:۔

”جب ان کی قوم کے سرداران کے پاس سے گزرتے۔ تو ان سے تمسخر کرتے“۔	كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ط ☆

﴿ھود۔ ۳۸﴾

حضرت نوحؑ مسلسل کشتی بناتے رہے۔ اور ان کے تمسخر کی ذرا پرواہ نہ کی۔ تو جب وہ

تمسخر میں انتہا کو پہنچ گئے۔ اور آپ کو جاہل و نادان بتاتے تو آپ نے بھی بطور یا دداشت کے کہا:۔

''اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو اسی طرح ہم بھی تم سے تمسخر کریں گے۔ جیسا تم تمسخر کرتے ہو''	اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ؕ☆ ﴿هود-٣٨﴾

تو اس وقت کنار کے قہقہے بلند ہوتے۔ اور وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے۔ اور آپ کو طعن و تشنیع کرتے۔ اور کہتے۔ بیچارہ نوح پاگل ہو گیا ہے۔ بدحواس ہو گیا ہے۔
اب حضرت نوح کشتی کی تیاری سے فارغ ہو گئے۔ اور یہ کام اللہ تعالیٰ کی عنایت اور توفیق سے پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔
مفسرین اہل علم راویان اخبار اور مورخین نے کشتی کے بارے میں بہت سے اقوال نقل کیے ہیں۔ کہ کس قسم کی لکڑی سے بنائی گئی کتنی لمبی کتنی چوڑی کتنی اونچی تھی۔ اور اس سے کتنے درجے تھے۔ اور کس جگہ وہ بنائی گئی تھی کتنی بڑی تھی اور کتنے عرصے میں بن کر تیار ہوئی تھی۔ اور بھی مزید تفصیلات ذکر کی ہیں۔ جن کے جاننے کا کوئی اتنا فائدہ نہیں اور نہ جاننے سے کوئی نقصان نہیں اللہ تعالیٰ علامہ آلوسیؒ پر اپنا فضل و کرم فرمائے کہ انہوں نے کہ جنہوں نے اس بارے میں حق بات برملا کہہ دی۔ آپ اپنی بے مثال تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ کہ فالتو تفصیلات میں جانے سے بہتر ہے۔ کہ انہی بیانات پر اکتفا کیا جائے جو اس کشتی کے بنانے کے سلسلے میں خود اللہ کریم نے قرآن مجید میں ذکر کیے ہیں۔ اور ہم اس تفصیل میں نہ جائیں۔ کہ کتنی لمبی کتنی چوڑی اور کتنی اونچی تھی۔ کونسی لکڑی سے اور کتنے عرصے میں بن کر تیار ہوئی تھی۔ اور ایسی طویل و عریض حکایات سے گریز کیا جائے جس کا قرآن و حدیث میں کہیں ذکر نہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ ان تمام باتوں کے بارے میں پہلے ہی کشتی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہہ چکے ہیں۔ کہ ایسی طول طویل باتیں کرنا میں پسند نہیں کرتا جن کا قرآن وسنت میں کہیں پتہ نہیں۔ اور نہ ہی جن کے جاننے سے کوئی فائدہ مترتب ہوتا ہے۔ یہ سب فالتو باتیں ہیں۔ جن کا کوئی قطعی ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے۔

کشتی کی اصل حقیقت:

بس ہمیں اتنا ہی معلوم ہے۔ جوڑا جوڑا کہ وہ اتنی بڑی تھی۔ کہ جس میں آپ کے مومن ہمراہی اور ان کی ضروریات کا سامان اور ہر جانور کا سا گئے۔ بس قرآن پاک میں اتنا ہی مذکور ہے۔

کشتی میں سواری:

وعدہ حق قریب آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گیا۔ اور زور سے پانی ابلنے لگا۔ اور آسمان سے دھاروں پانی برسنے لگا۔ اور ادھر زمین سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے۔ تو حضرت نوح اور مومن ساتھی کشتی میں بیٹھ گئے۔ اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا بھی کشتی میں آ گئے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ بس سوار ہو جاؤ۔ اللہ کے نام کی مدد سے یہ چلے گی۔ اور اس کے نام کی مدد سے ٹھہرے گی۔ قرآن کریم کی زبان میں اس طرح ہے حضرت نوح نے فرمایا:۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِيهَا وَمُرْسٰهَا ط اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ☆ ﴿هود = ۴۱﴾

"(حضرت کا نام لیکر) کہ اسی کے ہاتھ میں اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے بے شک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے"۔

اس طرح مومنوں نے کشتی پر بیٹھ کر ڈوبنے سے نجات پائی۔ اور اللہ کریم نے کمال شفقت سے طوفان کے شر سے بچا لیا۔ اور ٹھٹھا کرنے والے کافر غرق طوفان

تعالیٰ کومعلوم ہوتے ہیں۔اس لئے جب آپ نے بیوی کو نہ دیکھا۔تو انہوں نے یقین کرلیا۔کہ وہ غرق ہونے والوں میں شامل ہے۔لیکن جب آپ نے بیٹے کو کشتی کے قریب دیکھا۔تو اس کی سلامتی کی امید اور گمان پر کہ وہ مومن ہے۔ بیٹے کو آواز دی کہ۔

''بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔ اور کافروں میں شامل نہ ہو''۔

يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ☆ ﴿هود=۴۲﴾

یعنی تم اس طرح زمین پر کھڑے رہو گے تو کافروں کے ساتھ ہلاک ہو جاؤ گے۔اور آپ کا یہ فرمانا کہ کافروں کے ساتھ شامل نہ ہو۔اس بات کی **دلیل** ہے۔کہ آپ کا یقین تھا کہ وہ مومن ہے۔

لیکن آپ کے بیٹے نے جواب دیا:۔

کہ میں (ابھی) پہاڑ سے جالگوں گا۔ وہ مجھے پانی سے بچائے گا۔

سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ☆ ﴿هود=۴۳﴾

تو حضرت نوح علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ:

''آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہاں جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ (وہی بچ رہے گا)''

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ☆ ﴿هود=۴۳﴾

اب حضرت نوح اور بیٹے کے درمیان گفتگو ختم ہوگئی۔اور اب اس کا عذاب سے بچنا مشکل ہوگیا۔اور اللہ تعالیٰ کا کرنا پورا ہوا۔اور کسی پہاڑ وغیرہ نے اسے عذاب الٰہی سے نہیں بچایا۔

علامہ سوکائیؒ فرماتے ہیں کہ جب کہ نوح خود اللہ تعالیٰ سے درخواست کر چکے تھے۔ کہ میرے پروردگار کسی کافر کو روئے زمین پر بسا نہ رہنے دے۔ تو پھر ناممکن تھا۔ کہ آپ کسی کافر کے لئے سفارش کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حقیقت میں وہ منافق تھا۔ آپ نے سمجھا کہ وہ مومن ہے۔ اس لئے آپ نے رب تعالیٰ سے عرض کیا۔ کہ

رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَهۡلِیۡ وَاِنَّ وَعۡدَکَ الۡحَقُّ وَاَنۡتَ اَحۡکَمُ الۡحٰکِمِیۡنَ☆

﴿ھود=۴۵﴾

''پروردگار کہ میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں ہے۔ اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے۔ اور تو سب سے بہتر حاکم ہے۔''

آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ اسے بچالے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا:۔

یٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَیۡسَ مِنۡ اَهۡلِکَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ ٭ۖ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَیۡسَ لَکَ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ اِنِّیۡۤ اَعِظُکَ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِیۡنَ☆

﴿ھود=۴۶﴾

''نوح! وہ تمہارے گھر والوں میں نہیں ہے۔ وہ تو ناشائستہ افعال ہے۔ تو جس چیز کی تمہیں حقیقت معلوم نہیں اس کے بارے میں مجھ سے سوال ہی نہ کرو۔ تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نادان نہ بنو''۔

کہ تیرا یہ بیٹا تیرے ان اہل وعیال میں شامل نہیں ہے۔ جن کے لئے میں نے تمہارے ساتھ نجات کا وعدہ کر رکھا ہے۔ کیونکہ یہ منافق ہے۔ اور کافروں کا ساتھی ہے۔ اور اندرخانے دین کا دشمن رہا ہے۔

اس پر حضرت نوح متنبہ ہوئے۔ اور بارگاہ الٰہی میں معذرت کرنے لگے:۔

''پروردگار! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ کہ ایسی چیز کا تجھ سے سوال کروں جس کی مجھے حقیقت معلوم نہیں۔ اور اگر تو مجھے نہیں بخشے گا اور مجھ پر رحم نہیں کریگا۔ تو میں تباہ ہو جاؤں گا''۔

رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُبِکَ اَنۡ اَسۡئَلَکَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِہٖ عِلۡمٌ ☆ وَاِلَّا تَغۡفِرۡلِیۡ وَتَرۡحَمۡنِیۡۤ اَکُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ☆ ﴿ہود=۴۷﴾

اس پر اللہ کریم نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا:۔

نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر اور تمہارے ساتھ کی جماعتوں پر (نازل کی گئی ہیں) اتر آؤ۔

یٰنُوۡحُ اھۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَکٰتٍ عَلَیۡکَ وَعَلٰۤی اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَکَ ؕ

مومن کشتی پر سوار ہیں۔ اور کشتی طوفانی لہروں پر بہتی چلی جا رہی ہے۔ اور وہ ایک ناپیدا کنار سمندر کی موجوں پر اللہ توکل رواں دواں ہیں۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر مکمل بھروسہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمایت اور مدد انہیں حاصل ہے۔ جو اولیاء اللہ کی شان ہے۔ کیونکہ اور تعالیٰ نے ان سے نجات کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اب انہیں کوئی اندیشہ وغم نہیں ہے۔ اطمینان کے سوتے ان کے دلوں میں پھوٹ رہے ہیں۔ اور یقین واعتماد کے چشمے ان کے اندر بہہ رہے ہیں۔ اور یہ فرمان باری ان کا شعار بنا ہوا ہے کہ:

''اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے گا۔ وہ اس کو کفایت کرے گا''۔

وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسۡبُہٗ ☆ ﴿الطلاق =۳﴾

اور وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں رطب اللسان ہیں۔ اور خاص طور پر حضرت نوح جو شکر

گزاروں کے پیشوا ہیں۔اور جن کی خود اللہ کریم نے ثناء کی ہے:۔

''بے شک نوح ہمارے شکر گزار بندے تھے۔''

إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ﴿الاسراء – ۳﴾

آزمائش:

امام ترمذیؒ نے حضرت مصعب بن سعدؓ سے انہوں نے اپنے والدؓ سے روایت کی ہے۔فرماتے ہیں۔کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کون لوگ مصیبت میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔انبیاء! پھر ان سے نیچے والے پھر ان سے نیچے والے۔آدمی اپنے دین کے مطابق ہی آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے۔جس کا دین قوی ہو۔اس پر آزمائش بھی بھاری آتی ہے۔اور جس کے دین میں ذرا ضعف ہو۔اس کی آزمائش بھی نسبتاً کم درجے کی ہوتی ہے۔بندے پر آزمائشیں پڑتی رہتی ہیں۔حتیٰ کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں چھوڑتیں۔

یہ دیکھنے میں آیا ہے۔کہ بندہ بقدر دین ہی آزمائش میں مبتلاء ہوتا ہے۔انہی حضرت نوح کو دیکھیے۔کس قدر آزمائشوں میں مبتلا ہوئے۔قوم نے جھٹلایا۔تمسخر اڑایا۔ہر قسم کی اذیتیں آپ کو پہنچائیں۔اور اس پر مزید بیٹے کی طرف سے آزمائش کہ آخر وقت بھی دشمنوں کے ساتھ مل گیا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کی بیوی جسے آپ کا ہمدرد وغمگسار ہونا چاہئے تھا۔کافروں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔حالانکہ آپ نے اسے کافروں کے نرغے سے نکالنے کی بہت سعی فرمائی۔لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا ہو کر رہتا ہے۔کہ نوح کا قرب بھی اسے فائدہ نہ دے سکا۔لہٰذا دینی قرب معتبر ہے نہ کہ نسبی قرب۔

دو کافر عورتوں کی مثال:

آیئے مل کر اس واقعہ و مثال کو قرآن مجید سے مطالعہ کریں:۔

''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے۔ دونوں ہمارے نیک بندوں کے گھر میں تھیں۔ اور دونوں نے ان سے خیانت کی تو وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان عورتوں کے کچھ بھی کام نہ آئے۔ اور ان کو حکم دیا گیا۔ کہ دوسرے داخل ہونیوالوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ''۔

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا امْرَأَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَأَتَ لُوْطٍ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَا نَتَاھُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْھُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَّ قِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِیْنَ ☆ ﴿التحریم : ۱۰﴾

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ہر ایک ایک نبی کے گھر میں تھی۔ اور حضرت نوح کی بیوی کی خیانت کی تفسیر میں حدیث پاک میں مذکور ہے۔ کہ دعوت دین کے بارے میں خیانت تھی۔ بدکاری کی خیانت نہ تھی۔ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس بات پر سب کا اجماع ہے۔ کہ کسی بھی نبی کی بیوی کبھی زناکاری میں مبتلا نہیں ہوئی۔

امام الماوردیؒ نے اپنی تفسیر ''النکت والعیون'' میں ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کی خیانت چار طرح سے تھی:۔

1- کہ وہ نبیوں کی بیویاں ہو کر بھی کافر رہیں یہ کفر کی خیانت ہے۔ یہ سدی کا قول ہے۔

2- دونوں منافق تھیں ظاہر میں مومن باطن میں کافر۔ انہوں نے کفر کو چھپایا یہ بھی خیانت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔ ان دونوں کی دینی خیانت تھی۔

3- یہ بھی خیانت ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کی چغلخوری کرتی تھیں۔ کہ جب ان پیغمبروں پر کوئی بات بذریعہ وحی نازل ہوتی۔ تو فوراً یہ مشرکوں کو جا بتاتیں۔ یہ ضحاکؒ کا قول ہے۔

4- حضرت نوحؑ کی بیوی کی ایک خیانت یہ تھی۔ کہ وہ لوگوں میں خواہ مخواہ یہ بات مشہور کرتی کہ یہ دیوانہ ہے۔ اور جب کوئی شخص آپ پر ایمان لاتا۔ تو یہ ظالم مشرکوں کو جا خبر کرتی۔

اور حضرت لوطؑ کی بیوی کی ایک خیانت یہ تھی۔ کہ آپ کے ہاں کوئی مرد مہمان آتا تو یہ فوراً جا کر قوم کو خبر کر دیتی۔ اس لئے کہ وہ مردوں سے شہوت رانی کیا کرتے تھے۔ (العیاذ باللہ)

امام فخر الدین رازی نے بھی یہی لکھا ہے۔ کہ ان کا کفر کو چھپانا اور دونوں پیغمبروں کو نقصان پہنچانا تھا۔ کہ نوحؑ کی بیوی قوم سے کہتی پھرتی کہ نوح دیوانہ ہے۔ اور لوطؑ کی بیوی کافروں کو مہمانوں کے آنے کی خبر دے دیتی تھی۔ اور ان کی خیانت بے حیائی کی بالکل نہیں تھی۔

مقام عبرت:

ان دونوں عورتیں کے کردار میں بڑی نصیحت اور عبرت ہے۔ صرف اس شخص کے لئے جو صاحب دل ہو۔ اور ذہن کو حاضر کر کے کان لگائے۔ جسے قرآن کریم نے پوری وضاحت سے بیان کیا ہی۔ اور مضبوط حکیمانہ اسلوب میں بیان کیا ہے۔ کہ رشتہ داری کا تعلق خواہ کتنا ہی زیادہ ہو چاہے پیغمبروں کے ساتھ ہو وہ مفید نہیں ہو سکتا جب تک حق کے ساتھ رابطہ مضبوط نہ ہو۔ بلکہ آخرت میں بھی رشتہ داری کا تعلق کچھ

فائدہ نہیں دیگا۔ جبکہ دین سے رابطہ ٹوٹا ہوا ہو۔ بلکہ عذاب سے بچاؤ فرمانبرداری سے ہوگا۔ نہ رشتہ داری سے۔ اس واقعہ میں اس شخص کے لئے پیغام ہے۔ جو محض عالی نسبی پر انحصار رکھتا ہو۔ اور کسی دوسرے کی بزرگی کے واسطے سے نجات کا امیدوار ہو۔ ہاں اگر وہ ہدایت یافتہ افراد کے اسوہ پر عمل پیرا ہو کر سیدھا راستہ اختیار کریگا۔ تو وہ نجات کا حقدار کہلائے گا۔

قرآن مجید خبردار کرتا ہے۔ کہ دیکھو حضرت نوحؑ کی قرابت داری اور سفارش آپ کی بیوی اور بیٹے کے لئے کارگر نہیں ہوئی۔ کیونکہ کہ وہ ظاہر میں کفر کے قریب تھے۔ بلکہ قرآن کریم نے انہیں آخرۃ میں عذاب دوزخ اور برے ٹھکانے کی خوشخبری دی ہے۔ کہ ان دونوں سے کہا گیا:۔

"کہ دوسروں کے ساتھ تم دونوں بھی نار دوزخ میں جاؤ"۔ اُدْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ☆

اور حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت کو نجات نصیب ہوئی۔ فرما باری ہے:۔

"اور ان کی اولاد کو ایسا کیا کہ وہی باقی رہ گئے"۔ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ ☆

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا:

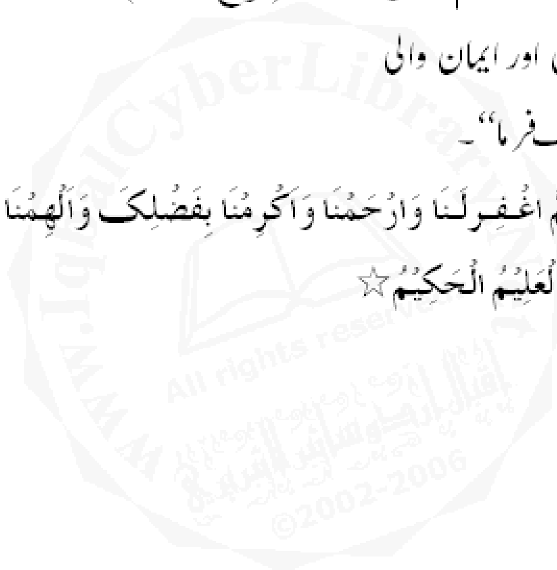
اور حضرت نوحؑ اپنے اور اپنے والدین اور اپنے مومن اہل و عیال اور عام مومن مردوں عورتوں کے لئے ذیل کی دعا بارگاہ الٰہی میں کیا کرتے تھے:۔

CyberLibrary All rights reserved ©2002-2006

"اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے۔ ان کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما"۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ☆

(نوح — ۲۸)



اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَکْرِمْنَا بِفَضْلِکَ وَاَلْھِمْنَا الصَّوَابَ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ☆

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی واعلہ

حضرت لوطؑ ان پیغمبروں میں سے ہیں۔ جنہیں اللہ کریم نے ان کی قوموں کو بدکاریوں کے اندھیروں سے نکال کر اخلاق فاضلہ کو اپنانے اور سیدھے راستے پر چلانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہمعصر تھے۔ اور جیسا کہ حوالہ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے بھی تھے۔ اور آپ کو حضرت لوطؑ سے بہت محبت تھی۔ اور قرآن پاک کی کئی آیات میں آپ کا مذکور ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے ان انبیاء میں سے ہیں۔ جن کے جھٹلانے والوں کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں آپ کا قصہ بیان ہوا ہے۔

حضرت لوطؑ اپنے چچا جناب ابراہیمؑ کی نبوت پر ایمان لائے۔ اور آپ کی سیرت کے مطابق راہ ہدایت پر چلتے رہے۔ قرآن کریم میں مذکور ہے:۔

تو لوطؑ ان پر ایمان لائے۔ اور	فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ وَقَالَ اِنِّیْ
کہنے لگے میں اپنے پروردگار کی	مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ اِنَّهٗ هُوَ
طرف ہجرت کرنے والا ہوں	الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ☆
بے شک وہ غالب حکمت والا	(العنکبوت=٢٦)
ہے۔	

اور روایات میں اس طرف اشارہ ملتا ہے۔ کہ حضرت لوطؑ نے اپنے چچا حضرت ابراہیمؑ کے ہمراہ عراق کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ اور تمام سفروں میں ان کے ساتھ ساتھ رہے تھے۔ امام نوویؒ نے حضرت وہب ابن منبہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت لوطؑ اپنے چچا حضرت ابراہیمؑ کی معیت اور پیروی میں ارض بابل (عراق) سے ہجرت کر کے شام کی طرف چلے گے۔ پھر وہاں سے مصر کی طرف ہجرت کی اور پھر ملک شام کو واپس آ گئے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ تو فلسطین میں رہ

پڑے۔ اور حضرت لوطؑ اردن میں آبسے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل سدوم اور آس پاس کے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اور اس قوم کے ساتھ آپ کی پہلے سے کوئی نسبی قرابت داری نہیں تھی۔ کیونکہ آپ وہاں کے رہنے والے نہیں تھے۔ حضرت لوطؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کام کا آغاز کردیا۔ اور حکم ربی کے مطابق انہیں تبلیغ کرنے لگے۔ اور اہل سدوم کو اللہ تعالیٰ کی دین کے دعوت دی۔ اور ان کے دلوں میں توحید الٰہی کا بیج بو دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ حکمت و دانائی کے ذریعے اسے پروان چڑھانے لگے۔

دنوں پر دن گزرتے گئے اور پھر سالہا سال گزر گئے اور کسی ایک نے بھی حضرت لوطؑ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ اور پورے سدوم میں آپ کے اپنے گھر کے سوا مومنوں کا کوئی گھر نہ تھا۔ لیکن آپ کے گھر میں بسنے والوں میں سے ایک فرد نے بھی آپ کی دعوت کو قبول نہیں کیا وہ شیطانی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے اور شروفساد پھیلانے میں شیطان کے مخلص ساتھی اور مددگار بن گئے البتہ ایک فرد کا قرآن مجید نے بدین الفاظ ذکر کیا ہے:۔

"مگر ایک بڑھیا جو پیچھے رہ گئی"۔ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغَابِرِیْنَ☆

(الشعراء ۱۷۱)

اور وہ شخصیت آپ کی بیوی واہلہ تھی۔ جس نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے خرید لیا۔ لہٰذا اس کی اس تجارت نے اسے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ اور نہ اسے ہدایت نصیب ہوئی۔ اور عذاب الٰہی کے حقداروں میں وہ بھی شامل ہوگئی۔ شیخ قاسمیؒ اپنی تفسیر میں اس فرمان کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ اس عجوز سے مراد آپ کی بیوی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پیچھے رہ جانے والے کافروں میں شامل تھی۔ جن کے لئے عذاب الٰہی مقدر ہوچکا تھا۔ کیونکہ وہ کافروں کے عمل پر راضی تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام کا پیغام:

حضرت لوطؑ کی قوم توحید الٰہی کی منکر اور ایسی بدکاری میں مبتلا تھی۔ جس کی ابتداء انہوں نے کی تھی۔ اور ایسی بدکاری کا ارتکاب اس سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا تھا۔ اور اس کفر اور بدکاری کی بنا پر وہ راہ حق سے ہٹ گئے تھے۔ اور یہ قوم اس رذیل کام میں ذلت کے پست ترین مقام پر گر گئی تھی۔ اور نوع بشر میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں تھی۔ شیطان ان پر اس حد تک غالب آ چکا تھا۔ کہ وہ اس بدترین عمل کو اچھا سمجھتے تھے۔ اور ان کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا تھا۔ اور وہ بے دھڑک اس کا ارتکاب کرتے تھے۔ اور اس کا گھناؤنا پن محسوس نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط کو اہل سدوم کی طرف بھیجا۔ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دیں۔ اور ایک وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف بلائیں۔ قرآن کریم نے آپ کی بنیادی دعوت کا ذکر کیا ہے۔ فرمان باری ہے:۔

اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ☆ ''میں تو تمہارا امانتدار ہوں تو

فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ☆ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہا

مانو''۔ (الشعراء ۱۶۲=۱۶۳)

تقویٰ و پرہیزگاری آپ کی دعوت کا بنیادی مقصد تھا۔ جس کی آپ دعوت دیتے تھے۔ کفر قوم لوطؑ میں پوری طرح پھیل چکا تھا۔ اور وہ اس خلاف فطرت رذیل عمل کے گندے پانی کو چپڑ چپڑ پی رہے تھے۔

دعوت کے اس آغاز کار میں قوم لوط نے اپنے نبی سے روگردانی کی اور انہیں جھٹلایا۔ اور آپ کی بیوی واہلہ بھی کافروں کی ہمرکاب تھی۔ اور ان کی نافرمانی کو ہوا دیتی۔ اور ان کے اعمال شنیعہ کی حوصلہ افزائی کرتی۔

حضرت لوط علیہ السلام یہ سب کچھ سمجھتے تھے۔ لیکن برابر اپنی قوم کو اللہ کے دین کی دعوت دیتے رہتے تھے۔ کہ شاید یہ ہدایت کی طرف رجوع کریں۔ اور سرکشی اور گمراہی سے باز آ جائیں۔

حضرت لوط اپنی قوم کی اس عجیب وغریب بدفطرت سے آگاہ تھے۔ کہ وہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے تھے۔ اور فطرت انسانی سے ہٹ کر جرائم کی دنیا میں ایک نئے جرم کو جنم دے لیا تھا۔ حالانکہ حکمت خداوندی نے تمام جانداروں کو نر اور مادہ سے جوڑا بنایا ہے۔ اور یہ واحد گناہ ایسا تھا جو دنیا میں پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔

البدایہ والنھایہ کے مصنف علامہ ابن کثیرؒ قوم لوطؑ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایسے فحش کام کا آغاز کیا۔ جو اس سے پہلے انسانوں میں سے کسی نے نہیں کیا تھا۔ اور عورتیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے پیدا کیا تھا۔ انہیں چھوڑ بیٹھے۔ حضرت لوط نے انہیں خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف بلایا۔

اور انہیں ان حرام کاریوں بدکاریوں اور بداعمال سے روکا۔ لیکن وہ سرکشی اور گمراہی میں بڑھتے چلے گئے۔ اور فسق وفجور اور کفران نعمت میں لگے رہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ مصیبت نازل کی جس کا کوئی توڑ نہیں تھا۔ اور جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھی۔ اور انہیں دنیا والوں کے لئے مثال بنا دیا۔ اور عقلمندوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا۔ تاکہ وہ اس سے سبق حاصل کریں۔

قوم لوط علیہ السلام کی بدعادات:

مفسرین اور مورخین کا اس پر اجماع ہے۔ کہ یہ لوگ برائی کو برائی نہ سمجھتے تھے۔ اور برائی کو چھپاتے نہیں تھے۔ ان کے اخلاق بگڑ گئے تھے۔ اور دل سخت ہو گئے تھے۔ ان کی طبیعتوں میں بگاڑ پیدا ہو گیا تھا۔ اور بدخصلتوں میں ملوث ہو گئے تھے۔ وہ کفر وشرک کے علاوہ رہزنی کرتے' دوستوں سے خیانت کرتے۔ اور اپنی مجلسوں میں طرح طرح کی بری باتیں اور بدکرداری کرتے۔ یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ وہ اپنے ہم نشینوں کے سامنے زور زور سے گوز مارتے اور ذرا نہ شرماتے۔ بسا اوقات محفلوں

میں سب کے سامنے کوئی بدعمل کرتے تو کوئی برا نہ مناتا۔ اور نہ یہ کسی واعظ کے وعظ سے خوفزدہ ہوتے۔ اور نہ کسی عقلمند کی بات پر کان دھرتے۔

حافظ ابن کثیر نے ان کی برائیوں کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ بے راہ روی وغیرہ میں وہ ڈھوروں کی مانند تھے۔ بلکہ ان سے بھی گئے گزرے بے راہ تھے۔ نہ موجودہ بداعمالیوں سے باز آئے۔ اور نہ گزشتہ بدکاریوں پر نادم ہوتے۔ اور نہ آئندہ برائیوں سے باز آجانے کا ان کا کوئی ارادہ تھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے نہایت خطرناک طریقے سے انہیں پکڑا۔

اللہ تعالیٰ نے کھلے بندوں ان کے برائی کرنے کو بیان فرمایا ہے:۔

اَئِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَ تَأْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ☆ (العنکبوت = ۲۹)

”کیا تم لونڈوں کی طرف مائل ہوتے ہو۔ اور رہزنی کرتے ہو۔ اور اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو“۔

لہٰذا حضرت لوطؑ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا۔ اور انہیں بدکاریوں‘ مردوں سے شہوت رانی‘ اور ڈاکہ زنی سے منع فرمایا۔ ان بداعمالیوں میں انہیں حق کا پیغام بہت برا لگا۔ اور انہوں نے دعوت حق کو قبول نہیں کیا۔ اور نہ ہی حضرت لوطؑ کی نبوت پر ایمان لائے۔ بلکہ اپنی موجودہ برائیوں پر قائم رہے۔ اور گمراہی اور بے راہ روی میں ڈوبے رہے۔ اور انہوں نے آپ کی کوئی بھی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اور گناہوں کے راستے پر چلتے رہے۔ اور حضرت لوطؑ کی دعوت سے روگردانی کرتے رہے۔ اور ظلم کے اندھیروں میں گم ہو گئے۔

برس ہا برس تک حضرت لوطؑ اپنی قوم کو ہدایت کی طرف بلاتے رہے۔ لیکن ان کے قلوب اس سے منکر رہے۔ کیونکہ یہ لوگ نہایت ہی فاسق و فاجر تھے۔ ہمیشہ تہمت کے لئے ان کی انگلیاں حضرت لوطؑ کی طرف اٹھتی رہیں۔ اور شر کے پوشیدہ انگار

ے ان کے نفسوں کو بھسم کرتے رہے۔ اور وہ تمسخر سے آپ سے کہتے۔ کہ کیا ہم میں سے تم ہی ایک انسان ہو۔ اور ہم اس کی پیروی کریں۔ یہ بڑی اچنبے کی بات ہے۔ اور حضرت لوط سے کہنے کہ تو بہت جھوٹا اور شرارتی ہے۔ اور ہر طرح بڑے بڑے الزام پر آپ لگاتے۔ اور روگردانی کی اور ٹھٹھا کرتے ہوئے کہنے تیری دعوت سے ہمارے دل پردے میں ہیں۔ اور ہمارے کانوں پر ڈاٹ لگے ہوئے ہیں۔ اور لوطؑ انہیں فرماتے تم دنیا کے عیش وعشرت میں مگن ہو۔ اور تم ڈھوروں کی طرح کھانا جانتے ہو۔ تمہیں نہیں معلوم نار جہنم تمہارا ٹھکانا ہے۔ لیکن انہیں اس کا کوئی اثر ہی نہ ہوتا تھا۔ وہ کفر وشرک اور برائیوں اور بدکاریوں میں بڑھتے ہی چلے جاتے۔

قوم لوط آپ کی مسلسل مذمت اور نافرمانی کئے جاتی۔ اور آپ کے مومن پیروکاروں کو بھی برا بھلا کہتی اور آپ کی بیوی گمراہی اور گمراہ کرنے میں برابر قوم کا ساتھ دیتی رہی۔ قوم کے سردار اور پیشوا حضرت لوط اور آپ کا ساتھ دینے والوں اپنے ہاں سے نکال باہر کرنے کے لئے تدابیر اور حیلے سوچتے تھے۔ لیکن اس کے لئے انہیں کوئی حیلہ اور دلیل سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

تم بڑے نیک پاک بنتے ہو:

جب حضرت لوطؑ انہیں بدکاریوں سے باز آنے کو کہتے۔ اور کفر وشرک ترک کرنے پر زور دیتے۔ تو ان پر ایک ہی دھن سوار ہوتی۔ کہ کسی طرح وہ حضرت لوطؑ کو ملک اور شہر سے نکال باہر کریں۔ کیونکہ وہ انہیں اس منفرد بدکاری سے روکتے تھے جس کی بے حیائی کی دنیا میں کوئی مثال موجود نہیں تھی۔ اور طرہ یہ کہ وہ سب کے سب اس برائی میں مبتلا تھے۔ اور علانیہ ایسے کرتے تھے۔ اور جب چاہتے جہاں چاہتے کرنے لگتے۔ کہ بجائے عورتوں کے لونڈوں سے شہوت رانی کرتے۔ اور اللہ تعالی کے بنائے ہوئے فطری عمل کی خلاف ورزی کرتے۔ حضرت لوطؑ نے ان کہا۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

اور ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت لوطؑ اور ان کے پیروکاروں کی پاکبازی کی کتنی صاف گواہی تھی۔ جو وہ کافران کے لئے دے رہے تھے۔ اور کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ پاکبازی اور نیک کردار پر کسی کو مطعون کیا گیا ہو۔ یہ کتنی عجیب بات تھی۔ کہ نیکی کو برائی کا درجہ دے رہے تھے۔ اور کبھی آپ نے سنا ہے۔ کہ بدکرداری اور بے حیائی پر کسی نے فخر کیا ہے؟ یہ ان شقی القلب بدنصیب کافروں کا ہی کام تھا۔ کیونکہ خلاف فطرت چلنے والے نفوس خلاف ورزی کی وادیوں کے راہی ہو جاتے ہیں۔ جہاں انہیں ہلاکت و تباہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ہمارا خیال ہے کہ حضرت لوطؑ کی بیوی کی شہہ پر کفار آپ کو پاکبازی پر طعنے دیتے تھے۔ کیونکہ وہ آپ کے ہر عمل اور حالات سے آگاہ تھی۔ اور گویا وہ لوگ اس کی آنکھ سے دیکھتے تھے۔ اور وہ کافروں کے لئے کام کرتی تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام کے مہمان اور آپ کی بیوی کا کردار:

مہمان نوازی اعلیٰ اخلاق کی علامت ہے۔ اور اسلامی آداب کا ایک اعلیٰ اشعار ہے۔ اور انبیاء اولیا کی پیاری ادا ہے۔ اور اپنے چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح حضرت لوطؑ بھی مہمان نوازی میں کریمانہ خوبی کے حامل تھے۔ اور مہمان نوازی میں حضرت ابراہیم کے پیروکار تھے۔ جو مہمان نوازی کے بانی تھے۔ اور جو بغیر مہمان کی شرکت کے ہرگز کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔

حضرت لوطؑ کے آغاز جوانی کے حالات و اطوار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سدوم میں جو لوگ باہر سے آتے تھے وہ حضرت لوطؑ کے پاس ہی ٹھہرتے تھے۔ اور آپ کی بیوی کو جب معلوم ہوتا کہ کسی نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے۔ وہ فوراً دوڑی جاتی اور آپ کے پاس آنے والے کی اطلاع کر دیتی تو وہ فوراً اس بدترین عمل کے لئے دوڑے آتے جو بدترین خصلت کے حامل چوپائے بھی نہیں کرتے تو اس طرح آپ کی بیوی ان لوگوں کے بدکاری کے عمل میں ان کی معاون ہوتی۔ اور حضرت لوطؑ کی

عزت کے درپے رہتی ۔

اوراس کا طریق کار یہ تھا۔ کہ اگر رات کو کوئی مہمان آتا۔تو یہ اگر پیغام دینے نہ جا سکتی تو گھر میں دھواں دھکا دیتی تا کہ ان لوگوں کو مہمان کی موجودگی کی خبر ہو جائے ۔ لہذا جب انہیں پتہ چلتا تو وہ انبوہ کی صورت میں اس برے عمل کے لئے آپ کے گھر میں درآتے ۔تا کہ جو بھی ان کے شہر میں آئے اسے اس بے عزتی اور حباثت کا نشانہ بنائیں ۔

گویا کہ آپ کی بیوی نے اسی پر اکتفانہیں کیا کہ راہ کفر اختیار کی۔ بلکہ کافروں کو بھی اس پر ابھارتی رہی کہ وہ آپ کو جھٹلائیں اور اللہ کے راستے سے روکیں ۔اوران کے جرائم میں مزید اضافہ ہو۔اوراس کا سب سے بڑا گناہ یہ تھا۔ کہ وہ اپنے کفر کو چھپاتی ۔اوردر پردہ اللہ تعالی کے دین کی دشمن تھی۔ اسی لئے اسے اپنے شوہرداری کا تعلق فائدہ نہ دے سکا۔اور عدل الہی کے محکمے میں اس کے لئے نار دروزخ کا فیصلہ دے دیا گیا۔اوراس سے پہلے ہی فیصلہ حصرت نوحؑ کی بیوی واعلہ کے بارے میں دیا چکا تھا۔اللہ تعالی نے ان دونوں عورتوں کابیان فرمایا ہے:۔

''اللہ نے کافروں کے لئے	ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً لِّلَّذِیْنَ
نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کی	کَفَرُوْا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَۃَ
مثال بیان فرمائی ہے۔ اور	لُوْطٍ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ
دونوں ہمارے دو نیک بندوں	مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتَا
کے گھر میں تھیں۔ اور دونوں	ھُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْھُمَا مِنَ
نے ان کی خیانت کی۔ تو وہ اللہ	اللّٰہِ شَیْئًا وَقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ
تعالیٰ کے مقابلے میں ان	مَعَ الدّٰخِلِیْنَ ☆ (التحریم
عورتوں کے کچھ بھی کام نہ	۱۰ –)
آئے۔ اور ان کو حکم دیا گیا کہ	
اور داخل ہونیوالوں کے ساتھ تم	
بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ''۔	

امام ابوزکریا یحیٰی بن زیاد الضرافرماتے ہیں کہ:۔

حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کو ان کے شوہروں کے ایمان نے کچھ فائدہ نہیں دیا۔ اور ان کے نفاق نے ان کے شوہروں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ کیونکہ عذاب تو اعمال صالحہ سے دور ہوتا ہے۔ کہ نہ کسی دوسرے پر بھروسہ کرنے اور وسیلہ بنانے سے۔

تو اس لحاظ سے حضرت لوط کی بیوی اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں کارگزاری اور خیانت کے لحاظ سے ایک بری مثال ہے۔ جس کی وجہ سے نار دوزخ اس کا برا ٹھکانا ہے۔

اے میرے پروردگار میری مدد فرما:

حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی بیوی کے اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا۔ اور ان کی بیوی کفار کے ساتھ ہی کفر و عناد پر قائم رہی۔ بلکہ دشمنی کی انتہا

کر دی اور یہ کہ نہ صرف آپ کو جھوٹا کہا۔ بلکہ جس عذاب سے آپ ان کو ڈرا رہے تھے۔ اس کے لانے کا مطالبہ کیا۔ کہ جو کرنا ہے کر لو۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں باری تعالیٰ عز اسمہٗ بیان ہے۔ کہ انہوں نے آپ سے کہا۔ کہ:

"اگر تم سچے ہو' تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ"۔ ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ☆

(العنکبوت = ۲۹)

یہ سن کر حضرت لوط علیہ السلام بہت غمناک اندوہگین ہو گئے۔ اور آپ نے محسوس کیا۔ کہ یہ غم مجھے توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا۔ کہ کہیں بھی ایسا بگاڑ دیکھنے میں نہیں آیا جس میں یہ کافر و فاجر لوگ ڈوب چکے ہیں۔ کیونکہ سوائے سدوم کے مردوں کے برسر عام بدکاری دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ اس سے آپ کا دل بہت دکھتا تھا۔ اور آپ نے سمجھ لیا تھا کہ یہ برائی ان کی نس نس میں گھر کر گئی۔ کہ اب ان کے دلوں میں ذرا بھر خوف خدا نہیں رہا ہے۔

آپ طرح طرح کے ظلم ہوتے دیکھ رہے۔ کہ آقا اپنے غلاموں پر کس طرح ظلم ڈھا رہے ہیں۔ اور جگہ جگہ شہوت رانی ہو رہی ہے۔ ہر جگہ ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں۔ لوگوں کے مال چھینے جا رہے ہیں۔ اور رحم ان کے دلوں سے ختم ہو چکا ہے۔ اور اب یہ روئے زمین پر بدترین مخلوق بن چکے ہیں۔ اور اب انہیں برے بھلے کی کوئی پہچان نہیں رہ گئی ہے۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ہدایت سے بالکل بے بہرہ ہو چکے ہیں۔ اور صدائے حق ان کے دلوں کو چھوڑ کر نہیں گزرتی تو۔ آپ نے پروردگار عالم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا یا الہ العالمین ان بدکاروں کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔ اور فریاد کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں التجا کی:۔

”اے میرے پروردگار! ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں مجھے نصرت عطا فرما“۔ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ ☆ (العنکبوت = ۳۰)

تو اللہ سبحانہ‘ و تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی اور آپ کا یہ مطالبہ مان لیا۔ اور اللہ کے سچے وعدہ کا وقت آن پہنچا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور آپ کی بیوی کی ہلاکت کے لئے اپنے بزرگ فرشتوں کو روانہ فرمایا۔ جو کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ انہیں جو حکم ہو وہ کر گزرتے ہیں۔ ہم نے اس ظالم قوم کی ابتدا دیکھی ہے۔ اب ان کی انتہا دیکھتے ہیں۔ اب ہم ان کی تفصیلات معلوم کرتے ہیں۔ کہ فرشتوں کی اس جماعت نے اللہ تعالیٰ کے عادلانہ حکم کو کیسے نافذ کیا۔ اور یہ کہ یہ دن کافروں کے لئے کتنا کٹھن اور مشکل تھا۔ اور حضرت لوط علیہ السلام کے لئے خوشی اور نجات کا دن تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ لَنُنَجِّیَنَّہٗ وَاَھْلَہٗٓ اِلَّا امْرَاَتَہٗ اور ہم لوط کو اور ان کے اہل و عیال کو بچالیں گے لیکن آپ کی بیوی کو نہیں۔ فرمان باری ہے۔

”اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے۔ تو وہ ان کے آنے سے غمناک اور تنگدل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے“ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِھِمْ وَضَاقَ بِھِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ☆ (ھود = ۷۷)

اور یہ بزرگ فرشتے حضرت جبریل‘ میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام تھے۔ جو پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس تشریف لائے۔ اور انہیں اور ان کی زوجہ محترمہ کو ایک اہل علم لڑکے کی خوشخبری سنائی۔ اور انہیں بتایا کہ وہ خدائے مالک و مختار کی جانب سے شہر سدوم کے رہنے والوں کے لئے جنہوں نے ظلم کی انتہا کر دی ہے۔ کہ

ہلاکت کے مشن پر آئے ہیں۔ جن کے شر کے روئے زمین پر پھیل جانے خطرہ پیدا ہوگیا ہے فرمان باری تعالیٰ ہے:۔

اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ☆ (العنکبوت = ۳۱)

''فرشتوں نے کہا کہ ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کردینے والے ہیں''۔

لیکن حضرت ابراہیمؑ نے قوم لوطؑ کے بارے میں فرشتوں سے بحث شروع کردی۔ کیونکہ آپ کو امید تھی کہ وہ ایک دن بارگاہ الٰہی میں جھک جائیں گے۔ اور اسلام لے آئیں گے۔ اور یہ ذلت ونافرمانیوں کا رستہ چھوڑ کر سیدھا راستہ اختیار کرلیں گے۔ کیونکہ آپ نہایت حلیم الطبع، آہیں بھرنے والے منکسر مزاج تھے۔ فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا۔ کہ ہم اس قوم کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ انہوں نے بہت ظلم کیے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کیا خیال ہے۔ اگر اس شہر میں پچاس مسلمان موجود ہوئے تو تم پھر بھی انہیں ہلاک کردو گے؟ فرشتوں نے کہا اگر ان میں پچاس آدمی مسلمان ہوئے تو پھر ہم ان پر عذاب نازل نہیں کریں گے۔ آپؑ نے شفقت بھرے لہجے میں فرمایا۔ اگر چالیس مسلمان ہوئے تو؟ فرشتوں نے کہا۔ تو بھی نہیں۔ آپؑ نے فرمایا۔ اگر تیس ہوئے تو؟ فرشتوں نے کہا اگر اس شہر میں تیس آدمی بھی مسلمان ہوئے۔ تو ہم عذاب نہیں دیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر ان میں بیس مسلمان ہوئے تو؟ فرشتوں نے کہا تو بھی نہیں۔ آپؑ نے فرمایا اگر دس ہوئے تو؟ فرشتوں نے کہا اگر دس ہوئے تو بھی ہلاک نہیں ہونگے۔

اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ جس قوم میں دس مسلمان بھی نہ ہوں۔ ان سے بھلائی کی کیا امید ہوسکتی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کو یقین دلایا۔ کہ شرارت کی دیمک ان کی رگ رگ میں سرایت کرچکی ہے۔ اور یہ لوگ نجاست وگندگی کے کینسر میں پوری

طرح مبتلا ہو چکے ہیں۔ اور نفسانی خواہشات کے بھنور میں غوطے کھا رہے ہیں۔ اب یہ خلاف فطرت کج ادائیوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔

اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکیمانہ فیصلہ ان کی تباہی کے لئے صادر ہو چکا ہے۔ وہ ٹل نہیں سکتا۔ قرآن کریم کی زبان میں فرشتوں کی حضرت ابراہیم کو فہمائش:۔

''اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو تمہارے پروردگار کا حکم آ پہنچا ہے۔ اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے۔ جو کبھی نہیں ٹلنے کا''۔	یٰٓاِبۡرٰهِیۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَآ اِنَّهٗ قَدۡ جَآءَ اَمۡرُ رَبِّکَ وَ اِنَّهُمۡ اٰتِیۡهِمۡ عَذَابٌ غَیۡرُ مَرۡدُوۡدٍ ☆ (ھود = ۷۶)

دیکھئے امر الٰہی سے حضرت ابراہیم سے کہا جاتا ہے۔ اور صیغہ امر سے حکم دیا جاتا ہے۔ کہ آپ اس معاملے میں نہ پڑیے۔ کوئی اور بات کیجئے۔ اس فیصلے پر مہر لگ چکی ہے۔ اور ان کی تباہی بربادی اور عذاب کے لئے اٹل حکم آ چکا ہے۔ اور یہ پروردگار عالم کا حکم ہے۔ جو ہر چیز کا پروردگار ہے جس کا حکم ٹالا نہیں جا سکتا۔ اور عذاب روکا نہیں جا سکتا۔ اور اس کے حکم کو پلٹایا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا حضرت ابراہیم نے حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا۔ کہ اس کا حکم سب سے مقدم ہے۔ آسمانوں اور زمین کا غیب دان وہی ہے۔ اور ہر کام کا دارومدار اسی کی ذات پر ہے۔ اب حضرت ابراہیم نے یہ جان لیا کہ حضرت لوط اور ان کے اہل و عیال نجات پائیں گے۔ سوائے ان کی بیوی کہ وہ اس عذاب سے نہیں بچ سکتی۔ کیونکہ وہ دعوت حق کو سن کر جان بوجھ کر اندھی بہری بن گئی۔ اور امر الٰہی سے روگردانی کرتی رہی۔ اب اس کا حال بھی حضرت نوح کی بیوی کا سا ہوگا۔

قوم لوط علیہ السلام کی تباہی کے لئے فرشتوں کی روانگی:

اب فرشتوں نے حضرت ابراہیم سے رخصت ہو کر سیدھا ارض سدوم کا رخ کیا۔ اور

وہ حسین وجمیل نوخیز جوانوں کی صورت میں چل پڑے۔ جب وہ حضرت لوط کی بستی کے قریب پہنچے تو حضرت لوط اپنی زمین پر کام کررہے تھے۔فرشتوں نے ان سے جا کر کہا۔ کہ ہم تمہارے مہمان ہیں۔ اوروہ عصر سے تھوڑا بعد کا وقت تھا۔حضرت لوط کو اندیشہ ہوا۔ کہ اگر میں نے ان کی میزبانی نہ کی تو کوئی اوران کا میزبان بن جائے گا۔ اورکوئی بھی ان کی مہمانی قبول کرسکتا ہے۔لیکن جب آپ نے ان کے حسن و جمال کو دیکھا۔تو آپ نے سوچا کہ آج تو بڑی مشکل آپڑی ہے۔ اس لئے کہ آپ جانتے تھے۔ کہ آج ان بدکاروں سے ان کی حفاظت آسان نہیں۔ کیونکہ آپ قوم کی کمینگی سے آگاہ تھے۔ اورانجام کا سوچ کرشرمسار ہورہے تھے۔لہذا آپ ان کے آگے آگے چل پڑے۔ اور باتوں باتوں میں انہیں ٹال رہے تھے۔ اورایسی باتیں کررہے تھے۔کہ وہ سدوم کے علاوہ کسی اورطرف چلے جائیں۔ اورآپ کے چہرے کے تاثرات سے آپ کی پریشانی ظاہر ہورہی تھی۔قرآن کریم آپ کی پریشانی اورمشکل کا تذکرہ یوں کرتا ہے:۔

’’تو آپ ان کے آنے وجہ سے عمناک اورتنگدل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے‘‘۔	وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ☆ (ھود-۷۷)

پھرانہیں صاف بتادیا۔ اورکہا۔معزز مہمانو! آج روئے زمین پران لوگوں سے بڑھ کر نجس کوئی نہیں۔ پھرتھوڑی دیر چل کر یہی بات اپنے ان سے کہی۔حتیٰ کہ چارمرتبہ آپ نے یہ بات ان سے کہی۔

اوران فرشتوں کو حکم دیا گیا تھا کہ جب تک حضرت لوط ان کی بداعمالی کی گواہی نہ دیں۔ اس وقت تک اس قوم کو عذاب نہ دیا جائے۔ آپ ان کے ساتھ ساتھ چلتے جا رہے تھے۔ اورخوفزدہ ہوکر ادھرادھر دیکھتے جارہے تھے۔ کہ مبادا قوم کے لوگوں کو

مہمانوں کی خبر ہو جائے۔ آپ کی پریشانی کو بھانپ کر فرشتوں نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ آپ پریشان ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس بستی کے لوگ اس روئے زمین پر بدترین لوگ ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ فسادی اور پلید لوگ ہیں۔ حضرت لوطؑ اور آپ کے مہمان بستی کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ جس بستی کے لوگ بدکردار تھے۔ اور حضرت لوطؑ کے دل میں بار بار خیال آ رہا تھا۔ کہ اگر بستی کے لوگوں نے انہیں دیکھ لیا تو کیا ہوگا؟ اور یہ اکیلے ان کی حفاظت اور دفاع کیسے کریں گے؟

اس طرح حضرت لوطؑ اپنے مہمانوں کے ساتھ گھر پہنچ گئے۔ اور مہمان آپ کے گھر میں ہی قیام کے لئے ٹھہر گئے۔ اور مہمان بھی وہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال سے نوازا تھا۔ لیکن ابھی تک سدوم میں ان کے آنے کی سوائے حضرت لوطؑ اور ان کی بیوی کے کسی کو خبر نہیں ہوئی تھی۔ یا آپ کی دو بیٹیوں ریثا اور رغوثا ان مہمانوں کے بارے میں جانتی تھیں۔ اور حضرت لوطؑ اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے تھے۔ کہ بستی والوں میں سے کسی کو مہمانوں کا معلوم نہیں۔

آپ کی بیوی نے مہمانوں کو دیکھا تو وہ تو خوشی سے دیوانی ہو گئی۔ اور اسے کچھ سوجھ نہیں رہا تھا۔ کہ کس طرح قوم کے لوگوں کو مہمانوں کے آنے آگاہ کرے۔ اس کے خیال میں تو یہ بہت قیمتی شکار تھا۔ جس کی اطلاع دینے پر اسے ان کافروں کے ہاں بڑی اہمیت حاصل ہو جاتی۔

لہٰذا اسے اپنی خوش نصیبی جانتے ہوئے۔ اس نے حضرت لوطؑ کی آنکھ بچا کر آگ روشن کر دی۔ تا کہ بستی والوں کو مہمانوں کے آنے کا اشارہ مل جائے اس طرح مہمانوں کے آنے کی خبر جنگل کی طرح پوری بستی میں پھیل گئی۔ اور اس عورت کی بدنصیبی دیکھئے۔ کہ نجی محفلوں میں جہاں لوگ اندر خانے مجلس لگائے بیٹھے تھے۔ اس عورت نے زبانی پیغام پہنچایا۔ اور ان سے کہا۔ کہ آج میں نے لوطؑ کے ہاں ایسے

حسین وجمیل اور پری چہرہ مہمان آتے دیکھے ہیں۔جن کی مثال نہیں ملتی۔وہ سب لوطؑ کے گھر میں موجود ہیں۔اور لوطؑ کی بیٹیاں ان کے لئے کھانا تیار کر رہی ہیں۔ جلدی کرو۔وقت ہاتھ سے نہ نکل جائے۔اور وہ لوگ کہیں اور نکل جائیں۔اور بار بار ان سے کہتی کہ آج رات لوطؑ کے ایسے مہمان آئے ہیں جن کی خوبصورتی کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملے گی۔ان کے چلے جانے سے پہلے پہلے آ جاؤ۔

یہ سن کر وہ لوگ ٹڈی دل کی طرح بھاگے حضرت لوط کے ہاں در آئے اور بدکاری کی بھوک انہیں کھینچے لئے آ رہی تھی۔اور برائی کا شیطان ان پر سوار تھا۔اور وہ فسق و فجور اور نافرمانی کے شیطان پر سوار تھے۔اور وہ حضرت لوطؑ کے دروازے پر کھڑے رالیں ٹپکا رہے تھے۔اور حضرت لوطؑ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔جو کمینگی کی گاڑی پر سوار تھے۔اور نہایت بے حیائی سے یہ بدکردار لوگ آپ سے کہنے لگے۔ہم نے آپ سے نہیں کہہ دیا تھا۔کہ زیادہ مہمان نہ بلایا کرو؟ تمہیں معلوم نہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں؟

آپ نے ایک نبی کے سے سکون اور مردانگی کے ساتھ ان نوجوانوں سے فرمایا۔ هٰٓؤُلَاۤءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ ☆ یہ میری قوم کی بیٹیاں نکاح کے لائق ہیں۔ان میں سے ازدواج کے لئے چن لو۔

حضرت لوط علیہ السلام کا رادہ تھا کہ وہ ان کے اس اندرونی احساس شرافت کو بیدار کریں۔جو دسیوں سالوں سے ان کے اندر چھپا ہوا تھا۔اور انہیں یاد دلائیں کہ اپنی نظروں کو درست سمت میں رکھو۔اور عورتوں کے ساتھ جائز فطری تعلق قائم کرو۔جو تمہارے لئے پاک ہیں۔اور مردوں کے لئے کھیتیوں کی مانند ہیں۔

آپ نے فرمایا ان سے نکاح کرو۔اور بدکاری کے قریب بھی مت جاؤ۔اور ہر طریقے سے انہیں یہی بات سمجھانے کی کوشش کی۔اور ان کے سامنے پاکیزگی اور پاک دامنی کا مفہوم واضح کیا۔اور پھر نہایت نرمی کے ساتھ انہیں بتایا۔کہ اسی میں

تمہاری بہتری ہے۔اوراسی میں تمہاری شرافت کا احیاء ہے۔جو عرصہ ہوا کہیں مرگئی ہے۔اور پرہیز گاری کے جذبات ان کے اندر ابھارنے چاہے۔اور اللہ کے واسطے سے انہیں ڈرایا کہ:

''کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرو''۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ ☆ (ھود = ۷۸)

اور انہیں اخلاقی طور پر سمجھانے کی کوشش کی۔کہ وہ بدمعاش لوگ جو آپ کے گھر کو گھیرے کھڑے تھے۔انہیں غیرت دلائیں۔آپ نے سوچا کہ اللہ کرے کہ یہ رات خیریت سے گزر جائے۔اور یہ لوگ ان قابل احترام مہمانوں کے سامنے کوئی گڑبڑ نہ کریں۔اور رسوائی کا باعث نہ بن جائیں۔کیونکہ تو بہر صورت قابل احترام ہیں۔لہٰذا آپ نے ان سے فرمایا:۔

''اور میرے مہمانوں کے سلسلے میں مجھے رسوا نہ کرو''۔ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ☆ (ھود = ۷۸)

یہ سن کر کچھ دیر تک تو وہ خاموش کھڑے رہے۔اور کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔تو جب اپنے محسوس کیا کہ نیکی کے لحاظ سے یہ لوگ بالکل کنگال ہیں۔اور ان کے ضمیر پوری طرح بے حسن ہو چکے ہیں۔تو آپ نے جوش سے فرمایا:۔

''کیا تم میں کوئی بھی شریف آدمی نہیں''۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ☆ (ھود=۷۸)

اور انہیں پھر اس نالائق کام سے روکا۔لیکن آپ نے یہ محسوس کرلیا۔کہ ان تلوں میں تیل نہیں ہے۔اور یہ ہر بھلائی اور خیر سے قلاش ہیں۔اور ان کے ضمیر میں کوئی حسن باقی نہیں رہ گئی۔

اور یہ سب کے سب نہایت بے وقوف عقل کے پورے کند ذہن،فسق وفجور میں ہوشیار اور حاق ہیں۔اور حماقت کے گھوڑے پر سوار اور کمینگی کے طوفانوں میں غرق

ہیں۔اس کے بعد قوم نے کیا جواب دیا؟ کیا انہوں نے اپنے پیغمبر کی بات مان لی اور کیا انہوں نے آپ کی نصیحت کا اثر قبول کیا؟ اور کیا ربانی کلمات نے ان کے ضمیروں کو جگایا؟ نہیں نہیں! معلوم ہوتا تھا۔ کہ ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔اور وہ بدکاری کیے بغیر رہ نہیں سکیں گے۔ کہ ان کے کانوں اور دلوں پر مہریں لگ چکی ہیں۔اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

وہ سب بیک زبان بولے، جو ہم کہتے ہیں۔وہ کر کے رہیں گے۔اور اس رذیل کام سے باز نہیں آئیں گے۔بس اسی ضد اور ہٹ دھرمی نے انہیں نار دوزخ کے گہرے گڑھے میں ڈلوایا۔

قوم لوطؑ تکبر اور غرور اختیار کر کے کلی طور پر رشد و ہدایت سے دور ہو گئی۔اور انہوں نے اپنے رذیل ارادے کا برملا اظہار کیا۔اور نہایت ڈھٹائی سے اس پر اصرار کیا۔ اور نہایت بے شرمی سے حضرت لوطؑ سے کہنے لگے:۔

''تمہیں معلوم ہے۔ کہ تمہاری	لَقَدْ عَلِمْتَ مَالَنَا مِنْ
قوم کی بیٹیوں کی ہمیں کچھ	بَنَاتِکَ مِنْ حَقٍّ وَّاِنَّکَ
حاجت نہیں اور ہمارے	لَتَعْلَمُ مَانُرِیْدُ☆ (ھود
ارادے کو تم خوب جانتے ہو''۔	:۷۹)

اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ کے رسول سے مخاطب ہو کر اتنا فحش اور بودا کلام کر رہے تھے۔اور خدائے جبار اعظیم کے دبدبے سے ذرا نہیں ڈر رہے تھے۔ جو دردناک عذاب دینے والا اور بڑی سختی سے مواخذہ کرنے والا ہے۔

بس آخری سہارے کے طور پر حضرت لوطؑ نے بارگاہ جل وعلا کی جانب رجوع کیا۔ اور ایک مضبوط ستون کا سہارا لیا۔ اور کوئی جماعت اور بڑا قبیلہ نہیں تھا۔ جو ان ظالموں کے مقابلے میں آپ کی مدد کرتا۔لہذا معاملہ بہت سنگین ہو گیا۔اور ان کو ہٹانا مشکل ہو گیا۔حضرت لوطؑ قوم کو گھر میں آنے سے روک رہے تھے۔اور وہ لوگ

اندر در آنے کی کوشش میں دروازہ توڑنا چاہتے تھے۔ کہ ان اجنبی مہمانوں نے نہایت نرمی اور شفقت کے ساتھ حضرت لوطؑ سے فرمایا۔ کہ آپ ایک طرف ہو جائیں۔ اور کسی مضبوط دیوار کے سہارے ایک طرف بیٹھ جائیں۔ اور انہوں نے آپ کو بتایا۔

''اے لوط! ہم تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں یہ لوگ ہرگز آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے''۔

یٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنۡ یَّصِلُوۡۤا اِلَیۡکَ☆ (ھود = ۸۱)

اس خطرناک موقع پر انہوں نے آپ کو سمجھایا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فوری مہم پر یہاں آئے ہیں۔ آپ ذرا نہ گھبرائیں۔ ان فاسقوں فاجروں میں سے ایک فرد بھی یہاں اندر تک نہیں پہنچ سکے گا۔

یہ کہہ کر فرشتوں نے اپنے ہاتھ کافروں کی طرف بڑھائے جس سے ان لوگوں کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اور وہ بالکل ہی اندھے ہو گئے۔ قرآن کریم اس منظر کو اس طرح بیان کرتا ہے:۔

''اور ان سے ان کے مہمانوں کو لینا چاہا۔ تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں۔ سو اب میرا عذاب اور ڈوانے کے مزے چکھو''۔

وَلَقَدۡ رَاوَدُوۡهُ عَنۡ ضَیۡفِهٖ فَطَمَسۡنَاۤ اَعۡیُنَهُمۡ فَذُوۡقُوۡا عَذَابِیۡ وَنُذُرِ☆ (القمر = ۳۷)

تب مہمانوں کی باتیں سن کر حضرت لوطؑ کو سکون واطمینان ہوا اور فرشتوں نے آپ سے کہا کہ آپ رات کے آخری حصے میں اپنے اہل وعیال کو لے کر یہاں سے نکل

جائیں۔ یہ حکم صرف آپ کے اہل وعیال کے لئے تھا۔ اوران میں بھی آپ کی بیوی والہہ شامل نہیں تھی۔ اور فرمایا:۔

''اورتم میں سے کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے''۔

وَلا یَلتَفِتْ مِنکُمْ اَحدٌ ☆

(ھود= ۸۱)

اور یہ کہ جب عذاب نازل ہوتو آپ اپنے اہل وعیال کی فکر کریں۔ اور اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جائیں۔ کہ عذاب اس کے مقدر میں لکھا جاچکا ہے۔ کیونکہ ظلم وتعدی میں حد سے گزر چکی ہے۔ وہ آپ کے اہل میں شامل نہیں ہے۔ اور حتمی طور پر بتادیا:۔

''کہ اس کے لئے ہم نے طے کردیا ہے۔ کہ وہ پیچھے رہ جائے گی''۔

قَدَّرْنَآ اِنَّھا لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ ☆

(الحجر= ۶۰)

اور فرشتوں نے آپ کو خوشخبری دی کہ یہ سرکش و نافرمان ہلاک ہو جائیں گے۔ فرمایا:۔

''ان کے عذاب کے وعدے کا وقت صبح ہے۔ اور کیا صبح کچھ دور ہے''؟

اِنَّ مَوْعِدَ ھُمُ الصُّبْحُ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ☆

(ھود= ۸۱)

ہاں پروردگار کی قسم! ان کی صبح قریب لیکن بہت کٹھن اور مشکل ہے۔ آج ان کی آخری رات ہے۔

لہذا اسی وقت حضرت لوطؑ اپنے اہل وعیال کے ساتھ تیار ہو گئے۔ تا کہ ان ظالموں کی بستی سے نکل جائیں۔ اورانہوں نے کوشش کی کہ صبح پھوٹنے سے پہلے پہلے اس مقام سے دور ہو جائیں جہاں کے لئے عذاب الٰہی مقدر ہو چکا ہے۔

اوراب ذرا غور فرمائیں کہ یہ سارا کنبہ کیا تھا۔ صرف آپ خود اور آپ کی دو بیٹیاں'

ریثا اور رغوثا" ہاں تو یہ قبیلہ چل پڑا اور وہ بستی سے تھوڑی دور ہی گئے تھے۔ کہ سورج کی شعاعیں زمین پر پڑنے لگیں۔ اور اس کے ساتھ ہی خدائے جبار و قہار نے اپنا فرشتوں کا لشکر بھیج دیا۔ کہ اس اہم کام کو انجام دیں جو ان کے ذمہ لگایا ہے۔ اور اس عذاب کے کئی مراحل تھے۔ جو کچھ یوں ہیں۔

اول: ان بدکاروں کی بستیوں کو اٹھا کر الٹا پٹخ دیا گیا۔

دوم: سورج کی پہلی کرن پھوٹتے ہی آسمان سے ایک زوردار چیخ بلند ہوئی۔

سوم: اوپر سے ان پر پتھروں کی بارش برسائی گئی۔

اور حضرت لوطؑ کی قوم پوری کی پوری فنا کے گھاٹ اتر گئی۔ اور ان کے ساتھ ہی آپ کی بیوی والہ بھی اس مقام پر پہنچ گئی۔ جس پر کوئی رشک نہیں کر سکتا۔ یعنی حضرت نوحؑ کی بیوی واعلہ کے ساتھ جہنم کے گڑھے میں اتر گئی۔

الف سدوم کی بستی نیست و نابود ہو گئی۔

ب اور اس بستی کے رہنے والے سب کے سب ملیا میٹ ہو گئے۔

ج حضرت لوطؑ کی بیوی کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

د روئے زمین پر کافروں کا کوئی بستا گھر باقی نہیں رہا۔

ان پر کوئی افسوس کرنے والا' زمین و آسمان میں کوئی ان پر رونے والا نہیں تھا۔ حتیٰ کہ وہ سرزمین جس پر وہ آباد تھے۔ کھارے بدبودار سمندر میں بدل گئی۔ جس میں کوئی جاندار چیز زندہ نہیں رہ سکتی اور نہ اس کا پانی کسی کام آتا ہے۔ اور نہ اس کے آس پاس کی کوئی چیز کسی کے کام آتی ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری)۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کے ہاتھ سے ان کے شہروں کو اوپر سے نیچے پٹخ کر ہلاک کر دیا۔ حتیٰ کہ ان کا نام و نشان دنیا سے اٹھ گیا۔ حضرت لوطؑ عذاب آنے سے پہلے ہی بحکم الٰہی وہاں اپنے اہل و عیال کے نکل چکے تھے۔

اور بس ان کا قصہ نشان عبرت بن کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے والوں کے لئے باقی رہ گیا۔ اور ان کے مکانوں کے کھنڈر نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے باقی ہیں۔ اس واقعہ کو قرآن کریم نے ہمارے لئے کئی سورتوں بیان کیا ہے:۔

''اور جو لوگ عذاب دردناک	وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ
سے ڈرتے ہیں ان کے لئے	يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ☆
وہاں نشانی چھوڑ دی''۔	(الذاديات ۳۷)

سورہ ھود میں اللہ کریم نے ان کا انجام بتاتے ہوئے فرمایا:۔

''تو جب ہمارا حکم آیا' ہم نے	فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا
اس بستی کو الٹ کر نیچے اوپر کر	عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا
دیا۔ اور ان پر پتھر کی تہ بہ تہ یعنی	عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ
در پے کنکریاں برسائیں۔ جن	مَّنْضُودٍ مُسَوَّمَةً عِنْدَ
پر تمہارے پروردگار کے ہاں	رَبِّكَ وَمَاهِيَ مِنَ الظَّلِمِينَ
سے نشان کیے ہوئے تھے۔ اور	بِبَعِيدٍ ☆ (هود ۸۲.۸۳)
وہ بستی ان ظالموں کے ہاں سے	
کچھ دور نہیں''۔	

تو یہ تھا قوم لوطؑ کا اخیر اور انجام' اور یہ ہے قصہ ان کافروں کا اور اور آپ کی بیوی و اہلہ کا کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

حضرت لوطؑ کی بیوی اور قوم کنار کا یہ قصہ زمانۂ جاہلیت کے ایک شاعر امیہ بن ابی الصلت نے ان خوبصورت اشعار میں ڈھالا ہے:۔

ثُمَّ لُوطًا أَخَا سَدُومٍ أَتَاهَا	إِذْ أَتَاهَا بِرُشْدِهَا وَهُدَاهَا
رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ ثُمَّ قَالُوا	قَدْ نَهَيْنَاكَ أَنْ تُقِيمَ قِرَاهَا

عَرَضَ الشَّیْخُ عِنْدَذَاکَ بَنَاتٍ — کَظِبَآءٍ بِاَجْرَعٍ مَرْعَاهَا

غَضِبَ الْقَوْمُ عِنْدَذَاکَ وَقَالُوْا — اَیُّهَا الشَّیْخُ خِطْبَةً نَاْبَاهَا

اَجْمَعَ الْقَوْمُ اَمْرَهُمْ وَ عَجُوْزٌ — خَیَّبَ اللّٰهُ سَعْیَهَا وَلَحَاهَا

اَرْسَلَ اَللّٰهُ عِنْدَ ذَاکَ عَذَابًا — جَعَلَ الْاَرْضَ سُفْلَهَا اَعْلَاهَا

وَرَمَاهَا بِحَاصِبٍ ثُمَّ طِیْنٍ — ذِیْ حُرُوْفٍ مُسَوَّمٍ اِذْرَمَاهَا

پھر سدوم والے حضرت لوطؑ کی قوم کے پاس آئے۔ اور انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی فہمائش کی۔ لیکن انہوں نے آپ کے مہمانوں کے بارے میں برا ارادہ ظاہر کیا۔ اورانہیں کہنے لگے۔ کہ ہم نے تمہیں مہمانی کرنے سے منع کر رکھا ہے۔ تو اس موقع پر حضرت لوطؑ نے قوم کی بیٹیوں کے بارے میں انہیں پیش کش کی کہ جائز طور پر ان سے نکاح کا تعلق قائم کرو۔ جو قدرت نے حسین وجمیل تمہارے لئے پیدا کی ہیں۔ تو اس وقت قوم نے غضبناک ہوکر جواب دیا۔ اے بوڑھے! جاؤ ہم تمہاری یہ بات نہیں مانتے۔ لہٰذا وہ برائی پر ڈٹ گئے۔ اور وہ بڑھیا بھی (زوجہ لوطؑ) اور اپنے ارادوں میں ناکام ہوکر تباہ وبرباد ہوگئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ عذاب بھیجا کہ ان کی بستیوں کا اوپر والا حصہ پلٹ کر نیچے پٹخ دیا۔ اور اوپر سے پتھروں کی بارش کی۔ اور ہر پتھر پر ایک ایک کافر کا نام کندہ تھا۔

حضرت لوطؑ علیہ السلام کی رہائش:

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ اور ان کے گھر والوں کو اپنے عذاب سے صاف بچالیا۔ اور آپ کی نافرمان بیوی کفار کے ساتھ ہی عذاب خداوندی میں گرفتار ہوکر صفحہ ہستی

سے مٹ گئی۔اور سیدنا لوطؑ سیدنا حضرت خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ٹھہر گئے۔اور آثار اور قرآن بتاتے ہیں پھر حضرت لوطؑ انہی علاقوں میں فریضہء دعوت سرانجام دیتے رہے۔

شیخ عبدالغنی نابلسیؒ نے اپنی ''زیارات'' میں علامہ ہروی سے نقل کرہے۔کہ ''یافین'' بستی میں حضرت لوط کا مقام ہے۔جہاں ''زغر'' سے کوچ کرکے آپ مقیم ہو گئے تھے۔اسی زغر کا نام بعد کو یاقین پڑ گیا۔کیونکہ جب حضرت لوط سدوم سے چلے آئے اور ایک مقام پر آکر اپنی نافرمان قوم کو عذاب میں گرفتار دیکھا تو اس مقام پر آپ سجدے میں پڑ گئے۔اور فرمایا:

کَفَرُ الْبَرِیکَ اَیْقَنْتُ اَنَّ مجھے یقین کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ

وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ☆ کا وعدہ سچ ہو گیا۔

آثار و تو راتیح معلوم ہوتا ہے۔الخلیل میں ہی حضرت لوطؑ کی وفات ہوئی۔شیخ نابلسی نے اپنی تاریخ میں حنبلیؒ سے نقل فرمایا ہے۔کہ حضرت لوطؑ کی قبر مبارک مسجد الخلیل سے تھوڑی دور قصبے میں ہے۔تقریباً ایک فرسخ دور ہے۔امام سیوطیؒ نے یہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے۔کہ حضرت لوطؑ کی قبر شریف قدیم زمانے سے مسلسل زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔اس کے بارے میں شیخ ابراہیم بن رفاعہ خلیلی نے اپنے دیوان میں فرمایا ہے:۔

وَبِکَفِرُ الْبَرِیکَ بُورِکَ فِیھَا قَبْرُ لُوطِ النَّبِیِّ بِغَیْرِ ارْتِیَابِ

فِیْ مَقَامٍ وَجَامِعٍ وَّرِوَاقٍ نُوْرُہٗ سَاطِعٌ بِتِلْکَ الرِّھَابِ

اس میں کوئی شک نہیں ہے۔کہ کفر البریک میں حضرت لوط پیغمبر کی قبر مبارک ہے۔جامع مسجد اور سرائے کے پاس' اور یہ علاقہ آپ کی برکات سے منور رہتا ہے۔شیخ خلیلیؒ ایک دوسرے قصیدے میں تحریر فرماتے ہیں۔

اور جوان کی زیارہ کرتا ہے۔ روحانی انوار سے خوشی محسوس کرتا ہے۔ اسی پر ہم اس پاکیزہ ذکر کو ختم کرتے ہیں۔ اور اپنی زبان سے اپنے کانوں کو ان بابرکت کلمات سے شیر کرتے ہیں۔ رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَہٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ☆ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ☆ آل عمران۱۹۲۔۱۹۳۔ صدق اللّٰہ العظیم☆



حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ محترمہ

اللہ تعالیٰ اپنوں کو ضائع نہیں کرتا:

جس وقت حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کے محترم گھر کے پاس آباد کرنا چاہا۔ تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے چند چیزوں کی دعا مانگی۔ اور یہ بھی استدعا کی کہ اللہ ان باتوں کو شرف قبولیت بخشے۔ اور اللہ کریم وہ ہے جو ہر مجبور و بے سہارا کی دعا قبول فرماتا ہے۔

1- اللہ تعالیٰ سے آپ نے امن کی نعمت طلب کی۔ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور بھلائیوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ کہ دین و دنیا کا کوئی کام امن کے بغیر انجام نہیں پا سکتا۔

2- یہ دعا فرمائی کہ ہمیں اپنی توحید پر قائم رکھے اور شرک سے محفوظ رکھے۔ امن اور توحید یہ دو وصف ایسے ہیں۔ جن پر چل کر ہی انسان عبادت کے اس راستہ پر چل سکتا ہے۔ جو اسے جنت نعیم تک پہنچا سکتا ہے۔

3- اور حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے تیسری یہ دعا فرمائی۔ کہ لوگوں کے دلوں کو اپنے کے اس قدیم گھر کی طرف مائل کر دے اور وہ بیت اللہ شریف سے محبت کریں۔ اور آپ نے اپنی محبوب ترین چیزیں اپنا نو زائیدہ بچہ اور اپنی پیاری بیوی ہاجرہ اس گھر کے پاس چھوڑ دیں۔ اور یہ سب کچھ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اشارے اور حکم سے کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا پڑتا ہے۔

اللہ جل شانہ نے حضرت ابراہیم کو وحی کے ذریعہ سے فرمایا۔ کہ اپنی بیوی ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو ساتھ لو۔ اور انہیں اس جگہ چھوڑ آؤ۔ جو میں تمہیں دکھاتا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور تو بہ و استغفار میں مصروف ہو گئے۔ اور اپنی بیوی ہاجرہ اور دودھ پیتے بچے کو لیکر اس سرزمین کی طرف چل پڑے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ کہ وہ روئے زمین پر سب سے زیادہ پاکیزہ حصہ

کہلائے۔اور وہ لوگوں کے اجر وثواب حاصل کرنے ذریعہ اور جائے امن ہو۔

اور یہ غیر آباد اور ویران وادی جس میں سبزہ اور پانی کا نام ونشان نہیں تھا۔وہاں پر جانے کا حضرت ابراہیم کو اوپر سے ربانی امر صادر ہوا تھا۔لہٰذا آپ بیوی بچے کو لیکر وہاں آئے۔اور کھوروں کا ایک تھیلا اور پانی کا ایک مشکیزہ دے کر اپنے مالک و مختار کا حکم مان کر انہیں وہاں چھوڑ آئے۔اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی:۔

''اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت اے گھر کے پاس لابسائی ہے۔اے ہمارے پروردگار! تاکہ یہ نماز پڑھیں'تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے' کہ ان کی طرف جھکے رہیں۔ اور ان کو روزی دے۔ تاکہ وہ شکر گزاری کریں''۔

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُو الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ☆ (ابراھیم ۳۷:)

دیکھئے کتنی خوبصورت ہے یہ دعا۔اور کتنی مکمل اور فائدے مند بھی'جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔اس میں نماز کی پابندی کا ذکر ہے۔جو بندے کو خدا سے ملاتی ہے۔اور اس میں اللہ تعالیٰ کے اس قدیم گھر کی محبت کا ذکر ہے۔جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے چنا ہے۔کہ اس میں وہ اپنے شعائر اور احکام عبادت پورے کریں۔اور اس میں رزق کی دعا کی ہے۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ وادی ایک خالی چٹیل میدان ہے جہاں سبزہ پانی نہیں وہاں رزق کیسا؟ اور پھلوں کا کیا مذکور علامہ زمخشریؒ اپنی تفسیر میں اس قول کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

”کہ انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما“۔ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ ☆

اور باوجود اس ویران اور بے آباد وادی میں رہنے کے دور دراز شہروں سے ان کے لئے رزق اکٹھا کر دے۔ تاکہ تیری نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ☆ تو یقیناً اللہ کریم نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ کہ بیت اللہ شریف کو مرکز امن بنا دیا۔ اور ہر قسم کا رزق معہ ہر قسم کے پھلوں کے اللہ تعالیٰ کے بنائے کارخانے سے اس پاک مرکز (مکہ مکرمہ) کو چلا آتا ہے۔ اور اس کی برکت سے پورے ملک میں ہر وقت میسر ہوتا ہے۔ اور ہر ملک اور ہر موسم کا پھل اور دوسری چیزیں وہاں ہر وقت موجود ملتی ہیں۔ جو چیز بھی چاہے مشرق میں ہو چاہے مغرب میں۔ یہ عجوبہ خداوندی ہے۔ کہ آپ دیکھیں گے کہ ہر چیز اس مرکز امن میں موجود ہے۔ مختلف زمانوں اور موسموں ملکوں شہروں کی تازہ سبزیاں اور پھل وہاں ایک وقت میں میسر ہوتے ہیں۔ ”یَا لَلْعَجَبْ“ کیا یہ چیز اللہ تعالیٰ کے عجائبات سے نہیں ہے؟۔

بی بی ہاجرہؑ:

اب حضرت ہاجرہؑ نے دیکھا تو ہر طرف ریت کا سمندر پھیلا ہوا ہے۔ اور اس علاقے میں جن و انسان قسم کی کوئی مخلوق نہیں ہے۔ آپ حیران و پریشان کھڑی ہیں۔ اور سب سے پہلی بات جو ان کی زبان سے نکلتی ہے یہ ”لَا يُضَيِّعُنَا اللّٰهُ، لَا يُضَيِّعُنَا اللّٰهُ“ اللہ کریم ہمیں ضائع نہیں کرے گا، اللہ کریم ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

مکہ کی سرزمین پر سکوت طاری تھا۔ اور ہر چیز ساکن تھی۔ اور ماحول پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اور سوائے دودھ پیتے بچے کی حرکت کے کوئی حرکت نہیں تھی۔ اور یا ممتا کے جذبات شفقت و محبت تھے۔ جو ماں کے دل میں اٹھ رہے تھے۔ اور ان کے دل میں ماضی کی یادیں تھیں۔ اور بیت المقدس میں نبی اللہ کے گھر میں گزری زندگی کا نقشہ آنکھوں میں پھر رہا تھا۔

انہی خیالوں میں تھیں کہ دودھ پیتے بچے حضرت اسماعیل کی آواز پر چونکیں۔ انہیں دودھ پلایا۔ پھر کچھ کھجوریں تناول فرمائیں۔ اور مشکیزے پانی پیا۔ لیکن کب تک؟ پانی اور کھجوروں کا یہ ذخیرہ بھی ختم ہو گیا۔ اور انہیں خود اور ان کے بچے کو پیاس نے ستایا۔ اور بچہ زمین پر لوٹ پوٹ ہو کر چیخنے چلانے لگا۔ تو حضرت ہاجرہ آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھیں اور تیزی سے چل کر کوہ صفا پر چڑھ گئیں۔ کہ پیاس کی شدت سے بچنے کا کوئی انتظام ہو جائے۔ لیکن وہاں کچھ نہ ملا۔ پھر آپ کوہ صفا سے اتر کر کوہ مروہ کی طرف دوڑیں۔ اور اوپر گئیں تو وہاں بھی کچھ نہ ملا۔ پھر اسی طرح دوڑتے ہوئے آپ نے صفا مروہ کے سات چکر لگائے۔ اور اس بات پر اندوہگین ہو گئیں۔ کہ انہیں پیاس کی المناکی سے بچانے والا کوئی نہ ملا۔

جب پیاس کی شدت انتہا کو پہنچ گئی اور دل حلق کو آنے لگے۔ تو الٰہی مدد آ گئی۔ کہ آپ نے اپنے بیٹے کے پہلو میں کوئی آواز سنی۔ آپ نے دیکھا کہ بچے کے قدموں کے پاس پانی نکل کر بہہ رہا ہے۔ تو آپ دوڑ کر پانی کی طرف گئیں۔ اور خوش ہو کر مشکیزے میں پانی بھرنے اور پانی کے اردگرد ناند بنانے لگیں۔ تاکہ پانی جھلستی ہوئی ریت کے اندر گم نہ ہو جائے۔ اس پر حضرت ہاجرہ نے دل میں بہت ہی خوشی محسوس کی۔ اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح پڑھنے لگیں۔ اور آپ نے بیٹے کی طرف جو نظر کی تو اس کے ننھے سے منہ سے لا الہ الا اللہ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ زمزم کے پانی سے سیراب ہو چکا تھا۔

اور اس پاکیزہ پانی کے پاس اللہ تعالیٰ کا ایک مقرب فرشتہ صاف زبان سے حضرت ہاجرہ کو خوشخبری دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ یہاں ضائع ہونے کا کوئی اندیشہ نہ کرو۔ کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کا قابل احترام قدیم گھر ہے۔ جسے یہ بچہ اور اس کے والد نئے سرے سے بنائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اور حضرت ہاجرہ نے اپنے دل میں دہرایا۔ ہاں مجھے پروردگار کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنوں کو ضائع نہیں

کرتا۔ پھر آپ نے فرشتے سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خیر کی خوشخبری دے۔

کیا ہم آپ کے پاس ٹھہر جائیں؟:

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل عرصہ تک آب زمزم سے سیراب ہوتے رہے۔ اور ان کی زندگی اس مبارک خطے میں اس طرح آگے بڑھ رہی تھی' جیسے کوئی بیماری سے صحت کی طرف رواں دواں ہو۔ اور پرندے بھی پانی کے آس پاس گھومتے رہتے اور اپنی پیاس بجھاتے۔ اور خوشی سے فضائے آسمان پر چہچہاتے رہتے۔ ایک دن حضرت ہاجرہ کے پاس سے قبیلہ جرہم کا ایک قافلہ گزرا۔ اور یہ قبیلہ مکہ کے قریب اس وادی میں ہی رہتا تھا۔ جب انہوں نے وہاں پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھا۔ تو حیران ہو کر کہنے لگے کہ پرندے تو پانی کے آس پاس ہی اڑتے ہیں۔ اور اس بات کا انہیں یقین نہیں آرہا تھا۔ کہ یہاں پانی ہوسکتا ہے۔ اور ہم نے تو کبھی یہاں پانی نہیں دیکھا اور انہوں نے اپنے ایک آدمی کو یہ معاملہ معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا۔ کہ وہ ٹھیک ٹھیک معلوم کر کے آئے۔ اس طرح وہ چشمے پر آیا تو اس نے چشمے کے پاس ایک عورت اور اس کے بچے کو دیکھا۔ اس شخص نے آگے بڑھ حضرت ہاجرہ سے کہا۔ کہ آپ اجازت دیتی ہیں کہ ہم یہاں آپ کے ہاں رہ پڑیں۔

حضرت ہاجرہ نے کشادہ دلی سے سوچ بچار کر کے فرمایا۔ ہاں ضرور! لیکن میری ایک شرط ہے۔ اس شخص نے پوچھا وہ کیا ہے۔؟

آپ نے فرمایا کہ اس میں تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔ کیونکہ پانی کا یہ چشمہ اللہ کریم نے مجھے اور میرے بیٹے کو عطا فرمایا ہے۔

تو اس آدمی نے جو دیکھا واپس جا کر اپنی قوم کے گوش گزار کر دیا۔ اور خاتون نے اسے جو شرط بتائی تھی۔ کہ آب زمزم پر ہمارا حق ہوگا۔ وہ اس نے منظور کر لی۔

لہذا قبیلہ جرہم کے لوگ مرد عورتیں بچے سب کے سب یہیں وادی میں آ کر بس گئے۔اور اپنی ڈھور ڈنگر بھی لے آئے۔پھر اور بھی بہت سے لوگ اپنے بال بچوں و سمیت وہاں آ گئے اور انہوں نے وہاں اپنے مکانات بنا لیے۔نئے سورج کے ساتھ ہی ایک نئ زندگی نے اس ویران علاقے میں جنم لیا۔اور چشمہ زمزم پھوٹنے کے ساتھ ہی اس علاقے میں زندگی کی گہما گہمی شروع ہو گئی۔اور علاقہ بارونق ہو گیا۔گویا اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول فرمالی۔اور لوگوں کے دل اس مبارک مقام کی طرف مائل ہو گئے۔اور وہ لوگ اللہ تعالٰی کے بابرکت گھر کے پاس رہنے لگے۔

باحوصلہ جوان:

حضرت اسماعیل علیہ السلام قبیلہ جرہم ہی میں رہ کر جوان ہوئے۔حوصلہ مندی اور اصلاح کی تمام خوبیاں آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلے سے کی ہوئی دعا کا اثر ظاہر ہوا۔کہ آپ نے دعا فرمائی تھی کہ:

اے میرے پروردگار مجھے ایک	رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ
صالح بیٹا عنایت کیجو۔تو ہم نے	☆فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ☆
انہیں ایک حوصلہ مند لڑکے کی	﴿الصافات ۱۰۰.۱۰۱﴾
خوشخبری دی۔	

اس آیت کے بارے میں حضرت ابوسعود رحمۃ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔کہ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے تین بشارتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی ہیں۔کہ نمبر 1 وہ بیٹا ہوگا۔نمبر 2 جوان ہوگا۔نمبر 3 حوصلہ مند ہوگا۔اور چھوٹے سے بچے میں عام طور پر یہ اوصاف نہیں ہوتے۔

اور اس سے بڑھ کر حوصلہ مندی اور کیا ہوگی۔ کہ جب آپ کے والد محترم نے آپ کے سامنے ذبح کرنے کا معاملہ پیش کیا۔ تو آپ نے عرض کیا کہ:

''ابا جان! جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ وہی کیجئے' اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں سے پائیں گئے''	يَـآ بَـتِ افۡـعَـلۡ مَـا تُـؤۡمَـرُ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَـآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ ☆ ﴿الصافات: ۱۰۲﴾

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ اور آپ کو ایک حوصلہ مند بیٹا عطا فرمایا۔ اور اس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ نبوت کی گود میں پروان چڑھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں بیت اللہ شریف کے سائے میں انسانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچے۔ ابتداء بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کے انوار و برکات کا آپ پر غلبہ تھا۔ اور کڑے امتحانوں سے گزر کر کامران و بامراد ہوئے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کے مبارک قدموں سے زم زم کا چشمہ جاری فرمایا۔ جس سے آپ خود بھی سیراب ہوئے اور آپ کی والدہ محترمہ نے بھی تازگی پائی۔ اور جب چلنے پھرنے لگے اور نوجوانی کو پہنچے تو ایک دوسری برکت کا ظہور رہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے دونوں باپ بیٹوں کو ایک کٹھن امتحان سے گزار کر کندن بنا دیا۔ اور عنایت الٰہی سے دونوں باپ بیٹا اس آزمائش پر پورے اترے۔ اور یہ امتحان اس دن ہوا جس دن آپ کے والد ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے فرمایا۔

''بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ گویا تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے''؟	يٰـبُـنَـیَّ اِنِّـیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ؕ ﴿سورہ الصافات ۱۰۲﴾

تو آپ نے والدِ محترم کو جواب میں عرض کیا۔ کہ ابا جان! جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ وہ آپ کر گزریں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔ دونوں باپ بیٹوں کا منتہائے مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی تھی۔ اور وہ اسی کی رضا حاصل کرنے کے لئے امتحانات میں صبر کرکے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ اور صبر کا میدان حصول فضائل میں بڑا وسیع و عظیم ہے۔ اسی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اعلیٰ مراتب حاصل کئے۔ اور سچائی کا تمغہ خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے پایا کہ خود مالک و مختار جل سانہ نے قرآن کریم میں اعلان فرمایا:۔

"اور کتاب میں اسماعیل علیہ السلام کا بھی ذکر کرو۔ وہ وعدے کے سچے اور ہمارے بھیجے ہوئے نبی تھے"۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ☆

﴿مریم : ۵۴﴾

گھر کی چوکھٹ بدل دو:

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ کی نگرانی میں پل کر پروان چڑھے۔ جنہوں نے آپ کو اعلیٰ اخلاق اور خصائل حمیدہ سے سنوارا۔ کہ قبیلہ جرہم میں یکتا زمانہ شمار ہونے لگے۔ اور اپنی حوصلہ مندی اور ہمت مردانہ کی بنا پر لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ اور پوری طرح جوان ہوگئے۔ اور قبیلہ جرہم میں عربی تعلیم حاصل کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی فصیح و بلیغ خالص عربی زبان تعلیم فرمائی۔ قبیلہ جرہم نے آپ کی نفاست اور پاکیزگی کو دیکھ کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنا داماد بنانے کی خواہش ظاہر کی۔ لہٰذا آپ نے ایک لڑکی صدی بنت سعد کو دیکھ کر اس کے باپ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ جس پر اس کے باپ نے اپنی لڑکی صدی کو آپ کی زوجگی میں دے دیا۔

قراین سے معلوم ہوتا ہے کہ سعد کی یہ بیٹی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مزاج شناس

نہیں تھی ۔ اور نہ ہی وہ آپ کے مقام ومرتبے کو جانتی تھی ۔ ۔ بس عام سی سادہ زندگی گزارنا جانتی تھی ۔ اور نہ ہی وہ آپ کی ہمراہی میں مشکلات برداشت کرنے کی اہل تھی ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ملنے تشریف لائے اور وہ ہر ماہ اپنے بیٹے کو ملنے کو آیا کرتے تھے ۔ اور اس مرتبہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد پہلی مرتبہ تشریف لائے تھے ۔ اور اس دن اتفاق سے حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کرنے گئے ہوئے تھے ۔ اور آپ کی بیوی صدی بنت سعد گھر میں اکیلی تھی ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دروازے کے سامنے آ کر کہا......گھر والو! السلام علیکم......اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْبَیْتِ ط معلوم ہوتا ہے ۔ کہ صدی نے آپ کو روکھا سا جواب دیا اور بڑی ترشروئی سے آپ کو دیکھا ۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے پوچھا ۔ اسماعیل علیہ السلام کہاں ہیں ۔ ؟

صدی نے جواب دیا ۔ کہ ہمارے لئے رزق کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بھیڑ بکریاں چرانے جاتے تھے ۔ اور ساتھ ہی اپنی کمان کندھے پر ڈال کر جاتے ۔ اور شکار بھی کر لاتے ۔ اور ایک روایت میں ہے ۔ کہ آپ کی زیادہ تر گزران شکار پر ہی تھی ۔ لہٰذا آپ اکثر شکار کے لئے جایا کرتے تھے ۔ تھوڑی دیر حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش رہے ۔ پھر پوچھا کہ تمہارے پاس ٹھہرنے کی کوئی جگہ ہے؟ تو اس نے سختی سے جواب دیا بالکل نہیں ۔

پھر آپ نے صدی سے گھر کے گزارے کے بارے میں پوچھا ۔ کہ کھانے کو کچھ مل سکتا ہے؟ ۔ تو اس نے نہایت روکھائی سے جواب دیا ۔ کھانے کو بھی کچھ نہیں ہے ۔ اور بکریاں بھی کوئی زیادہ دودھ نہیں دیتیں ۔ تو اس طرح کفران نعمت کر کے اس نے آپ سے گھر کی بدحالی اور تنگی کا ذکر کیا ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی بہت کٹھور اور بدتمیز ہے۔ اور ایسی صالح اولاد پیدا کرنے سے قاصر ہے۔ جو دنیا میں اللہ تعالٰی کی طرف سے رسالت کا بوجھ اٹھا سکے۔

یہ سوچ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے زبانی پیغام چھوڑا۔ اور صدی سے کہا۔ کہ جب تمہارے شوہر اسماعیل علیہ السلام گھر آئیں تو میرا سلام کہنا۔ اور انہیں کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو۔

یہ کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام کو روانہ ہوگئے۔ جہاں وہ پیغام ربانی پہنچایا کرتے تھے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر تشریف لائے۔ تو انہوں نے محبت کی ایک خاص خوشبو محسوس کی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ان کے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوشبو تھی۔ آپ نے بیوی سے پوچھا۔ کہ آج کوئی آیا تھا؟ تو اس نے بے پروائی سے جواب دیا۔ کہ ہاں ایک بوڑھے سے آدمی آئے تھے۔ اور آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ سو میں نے بتا دیا۔ کہ شکار کرنے گئے ہیں۔

اس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس سے سوال کیا۔ کہ انہوں کسی اور بات کا بھی پوچھا تھا؟ بیوی کہنے لگی بوڑھے نے مجھ سے ہماری زندگی اور گزران کے بارے میں بھی پوچھا تھا۔ آپ نے نے پوچھا پھر تم نے کیا جواب دیا۔ اس نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ نہایت مشکل سے اور تنگی کے ساتھ وقت گزر رہا ہے۔

بیوی سے یہ باتیں سن کر اور والد صاحب سے اس کی بدسلوکی اور کنجوسی دیکھ کر آپ بہت ملول ہوئے۔ کیونکہ وہ خود اپنے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح مہمانوں کی مہمان نوازی اور خدمت کے بہت عادی اور خوگر تھے۔ اور الہام ربانی کے ذریعے اس سے پوچھا کہ بزرگوں نے کچھ اور کہا تھا۔ کہنے لگی ہاں کہا تھا کہ اسماعیل علیہ السلام کو میرا سلام کہنا اور آپ کے لئے کہا تھا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ میرے محترم والد تھے۔ اور مجھے حکم دے گئے ہیں۔ کہ میں تمہیں الگ کردوں۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا۔ جاؤ اپنے گھر چلی جاؤ۔ اور اسے طلاق دے کر اپنے والد محترم کے حکم کی تعمیل کی۔

آپ کی بیوی رعلة:

صدی سے مفارقت کے کچھ عرصے کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ ایک پرہیز گار خدا کا خوف رکھنے والی بیوی گھر میں لائیں۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر مکمل ایمان رکھتی ہو۔ اور دکھ درد میں ان کی ساتھی ہو۔ اور ایک ایسی عورت کی تلاش میں رہے جو دنیا کے عیش و آرام کو تج کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان کا ساتھ نباہ کر سکے۔ اور جسے دنیا کی زیب و زینت کے مقابلے میں آخرت کی لگن ہو۔

حتیٰ کہ آپ کو ان صفات سے موصوف قبیلہ جرہم میں سے ہی نیک خاتون مل گئیں۔ جن کا اسم گرامی رعلہ بنت مضاض تھا۔ لہذا آپ نے ان کے والد کو رعلہ کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا۔ ان کے والد نے آپ کا پیغام قبول کر کے اپنی بیٹی رعلہ کا نکاح حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کر دیا۔

اس طرح حضرت بی بی رعلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی بن کر آپ کے گھر آ گئیں۔ اور ایسا مبارک شوہر ملنے پر اسے اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی شکر گزار ہوئیں۔ اور انہوں نے شوہر کی خیرو برکات کو پہلے دن ہی محسوس کر لیا تھا۔ رعلہ خاتون پکی مومنہ تھیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل شدہ پاک صحیفوں پر مکمل ایمان رکھتی تھیں۔ جن میں انسانوں کے لئے صحیح دستور زندگی کا بیان تھا۔ اور اپنے شوہر کے پاکیزہ اخلاق سے انہوں نے خوب استفادہ کیا تھا۔ اور وہ اخلاق و ملنساری میں ان عورتوں کے لئے نمونہ بن گئی تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی تلاش رہتی ہے۔

وہ تسبیح وتحمید کے اذکار کو اپنے لئے سعادت خیال کرتیں۔ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ کھول دیا تھا۔ اور دین کی باتوں کو خوب سمجھتی تھیں ۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتیں ۔ اور بابرکت زندگی گزارتیں ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام عرصہ تک مکہ مکرمہ سے دور ہونے کی وجہ سے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام اور اپنی بہو رعلہ سے جدا رہے۔ پھر آپ ایک دن اپنے بیٹے کو ملنے کے لئے تشریف لائے تو حسب سابق بیٹے سے ملاقات نہ ہوسکی۔ گھر میں آپ کی بہو رعلہ تھیں۔ آپ نے دروازے پر آ کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ اَھْلَ الْبَیْتِ ؕ اے گھر والو! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی رعلہ نے وعلیکم السلام کہا۔ پھر آپ کو خوش آمدید کہا۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ ہمیں غریب خانہ پر تشریف رکھنے کی سعادت بخشیں ۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا حضرت اسماعیل علیہ السلام کہاں ہیں تو انہوں نے نہایت ادب اور حیا سے جواب میں عرض کیا۔ کہ وہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی زمین سے رزق حاصل کرنے کو نکلے ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہاری گزران کیسے ہورہی ہے۔ تو رعلہ نے عرض کیا:۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ ہم بہت آرام سے گزر بسر کر رہے ہیں آپ تشریف رکھیں۔ کچھ کھا پی لیجئے۔ اللہ تعالیٰ کا دیا بہت کچھ ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رعلہ سے پوچھا کہ کھانے میں کیا ہے؟۔ تو انہوں نے جواب میں عرض کیا۔ الحمدللہ گوشت ہے۔ پوچھا کہ پینے کے لئے کیا ہے۔ عرض کیا۔ الحمدللہ ' دودھ اور پانی موجود ہے۔

پھر آپ نے پوچھا کہ کچھ غلہ گندم کا انتظام بھی ہے؟۔ تو اس پرسکون مومنہ نے جواب دیا۔ وہ بھی انشاءاللہ ہوجائے گا۔ اب تو آرام سے گزر رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کی بیوی سے یہ باتیں سن کر بہت مسرور ہوئے۔ اور اسے اللہ

تعالیٰ کی حمد و شکر کرنے والی اور اپنے شوہر کی قدر کرنے والی پایا۔

اس وقت آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہتے ہوئے دعا فرمائی:۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْ طَعَامِھِمْ وَشَرَابِھِمْ

''اے اللہ کریم! ان کے کھانے اور پینے میں برکت عطاء فرما''۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی بیوی سے فرمایا۔ جب تمہارے شوہر آئیں۔ تو انہیں میرا اسلام کہنا۔ اور میری طرف سے انہیں حکم دینا۔ کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھیں۔ کہ گھر کی بہتری اسی میں ہے۔ یہ کہہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المقدس کو لوٹ گئے۔ اور وہ اپنے بیٹے اور بہو کے بارے میں مطمئن تھے۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار سے واپس لوٹے۔ تو اپنے پیارے والد کی خوشبو محسوس کر کے بیوی سے پوچھا۔ کہ کیا کوئی آیا تھا۔ بیوی نے جواب دیا۔ کہ ہاں آج ہمارے ہاں ایک خوش چہرہ بزرگ تشریف لائے تھے۔ جن کے جسم سے خوشبو آ رہی تھی۔ چہرہ پر جلال و جمال تھا۔ شیریں گفتگو اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ ان کی ذات گرامی میں سکون' وقار اور بزرگی جھلکتی نظر آتی تھی۔ ان محترم بزرگ نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تھا۔ تو میں نے آپ کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اور پھر ہماری بسر اوقات کے بارے میں سوال کیا تھا۔ تو میں نے ان سے عرض کر دیا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھی گزر بسر کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے ہمارے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا۔ کہ انہوں نے کوئی نصیحت بھی فرمائی تھی۔؟ رعلہ نے جواب دیا۔ ہاں! وہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔ اور آپ کو حکم دیا ہے۔ کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھیں۔

اس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خوش ہو کر فرمایا۔ یہ میرے والد محترم تھے۔ اور وہ چوکھٹ تم ہو جس کے بارے میں میرے والد صاحب نے حکم دیا ہے کہ اسے زندگی بھر ساتھ رکھنا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی کا واقعہ احادیث میں:

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کا ذکر قرآن مجید میں تو نہیں۔ البتہ احادیث مطہرہ کی متعدد کتب میں موجود ہے۔ اور خاص صحیح بخاری میں تو بہت تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ موجود ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل واقعہ کے سلسلے میں حضرت ہاجرہ کی مکہ مکرمہ میں سکونت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور وہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دونوں بیویوں کا مذکور ہے۔ حدیث پاک میں مذکور ہے۔ کہ جب بنی جرہم چشمہ زم زم کے قریب آ کر ٹھہرے تو انہوں نے بی بی ہاجرہ سے ان کے پڑوس میں رہنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں وہاں ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔

صحیح بخاری میں واقعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تفصیل:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ پہلے قبیلہ جرہم سے کچھ لوگ چشمہ زم زم کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت ہاجرہ سے وہاں رہنے کی اجازت طلب کی اجازت ملنے پر ان لوگوں نے اپنے تمام اہل وعیال کو وہیں بلالیا۔ اور سب وہیں مستقل رہنے لگے۔ اور بی بی ہاجرہ کے ساتھ خاندان کی طرح ہو گئے۔ بی بی ہاجرہ کا بیٹا جوان ہوا۔ اور ان ہی لوگوں سے اس نے عربی سیکھی۔ اور جوان ہو کر بہت ہی نفیس اور حیران کن اوصاف کے حامل ہو گئے۔ اور قبیلہ کی ایک عورت سے شادی کر دی گئی۔ پھر آپ کی والدہ بی بی ہاجرہ فوت ہو گئیں۔ اور آپ کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور اول پہلی بیوی سے ان کے حالات پوچھے......بس وہی تفصیل جو پہلے ذکر

ہو چکی بخاری شریف میں ہے۔

محبت کرنے والی اور صاحب اولاد کثیر بیوی:

آپ کی بیوی حضرت رعلہ بنت مضاض قبیلے کی تمام عورتوں سے زیادہ دین دار اور پاک باز تھیں۔ان کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں بہت برکت دی۔لہٰذا یہ نہایت محبت شعار اور کثیر صالح اولاد کی ماں بنیں۔مورخین نے لکھا ہے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام سے آپ کے ہاں بارہ بیٹے تولد ہوئے۔جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔سب سے بڑے نابت تھے پھر قیدا' اربل' منشا' مسمع' ماشی' دوما' اور طیما' حیطور' نافیشا' قیدما' ان سب کی والدہ محترمہ یہی رعلہ جرہمی تھیں۔مورخین نے یہ بھی لکھا ہے۔کہ ان بارہ بیٹوں کے علاوہ آپ کی بیٹی بھی تھی۔جن کا نام نسمہ بنت اسماعیل علیہ السلام تھا۔اور تاریخوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان کی شادی ان کے چچا زاد حضرت عیصو بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام سے کر دی تھی۔

لہٰذا رعلہ خاتون سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔جن سے کئی قبائل عرب بن گئے۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد کو ہر طرف پھیلا دیا۔جو سب عربی بولتے تھے۔اور عربی بولنے والے یہ عرب اکثر قیدار بن اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں۔اسی لئے آپ ابوالعرب کہلائے جاتے ہیں۔لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو اللہ کریم نے برکت دی۔

امام فاسی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے آپ کی اولاد مکہ مکرمہ میں پھلی پھولی اور پھر پورے عرب میں اور پھر پورے عالم میں پھیل گئی۔اور دنیا میں انہوں نے کسب و کمال کی راہیں خود نکال لیں۔اور یہ لوگ جہاں بھی جاتے اپنے دین مذہب کی بنا پر دوسروں پر غلبہ پا لیتے۔

اس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی رعلہ نے مکہ مکرمہ میں قابل تعریف زندگی گزاری اور آپ زم زم کے پاس ایک صاف ستھرا گھر بنایا۔ اور اس مبارک وادی کو اپنے ذاتی اخلاق و خصائل سے جنت نظیر بنا دیا۔ اور اللہ تعالی کے نورانی راستے پر چل کر مومنانہ مقدس زندگی بسر کی۔ رعلہ نے مکہ مکرمہ میں بڑی پر مسرت بسر گزر کی اور اپنی اولاد میں سے کتنوں ہی کو مکہ کے سردار و اشراف بنتے دیکھا۔ جو اپنے قبیلے میں بڑے زور آور اور بڑے جاہ و جلال کے مالک تھے۔

اور خود بی بی رعلہ مکہ مکرمہ کی ایک با اختیار خاتون تھیں۔ جن کا دھیان ہر وقت بیت اللہ شریف کے انتظام و انصرام کی طرف رہتا تھا۔ جسے ان کے شوہر نے اپنے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مل کر تعمیر کیا تھا۔ اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعا سے کبھی غافل نہیں رہتی تھیں۔ جو انہوں تعمیر بیت اللہ کے موقع پر بارگاہ الہی میں کی تھی۔ وہ دعا قرآن کریم میں یوں مذکور ہے:۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ راحیل علیہ السلام

زوجہ مکرمہ:

انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کی حیات مقدسہ میں ایک ایسی قابل احترام خاتون کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ کہ صبر کی بزرگی میں انہیں دوسری عورتوں پر ایک امتیازی برتری حاصل ہوئی ہے۔ اور یہ خاتون ایک عظیم پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ہیں۔ جن کے دادا حضرت خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام اور دادی حضرت سارہ کو خدائے رحمٰن کے فرشتوں نے خوشخبری دی تھی۔

یہاں اس مقام پر جن محترم پیغمبر کی زوجہ محترمہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ وہ نبی ابن نبی ابن نبی حضرت یعقوب علیہ السلام ابن اسحاق علیہ السلام ابن ابراہیم علیہ السلام ابوالانبیاء ہیں۔ جن کی خدائے کریم نے اپنے ذکر حکیم میں کئی جگہ بار بار مدح سرائی کی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:۔

''اور ہم نے ان کو حضرت اسحٰق	وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَ يَعْقُوبَ كُلًّا
اور حضرت یعقوب بخشے۔ اور	هَدَيْنَا☆
سب کو ہدایت نصیب فرمائی''	﴿الانعام ۸۴﴾

اوران کے ہدایت یافتہ ہونے پر ان کی تعریف فرمائی ہے۔ فرمان گرامی ہے:۔

''اور ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام عطا کئے۔ اور مزید براں یعقوب علیہ السلام۔ اور سب کو نیک بخت بنایا۔ اور ان کو پیش بنایا۔ کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے''۔

وَوَهَبْنَا لَهُ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ☆ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا

﴿الانبیاء : ۷۲﴾

نیز فرمایا:

''اور ہمارے بندوں ابراہیم علیہ السلام' اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کو یاد کرو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے انہیں ایک خاص گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا۔ اور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے''۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِي وَالْاَبْصَارِ ☆ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ☆ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ☆

﴿ص ۴۵ تا ۴۷﴾

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی مشہور سورت سورۃ یوسف میں بھی حضرت اسحاق علیہ السلام کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے۔ اور حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا وصف اس طرح بیان فرمایا ہے۔ کہ وہ ہیں کریم ابن کریم ابن کریم اور ابو الکریم یوسف' اس پاک ذریت کے ایک روشن ستارے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں جن کی جڑیں اسمان شرافت پر ثبت ہیں۔ نبی مصطفیٰ سیدنا محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ بے شک شریف ابن

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. 2002-2006

شریف ابن شریف ابن الشریف یعنی یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابو الانبیاء ابراہیم علیہم السلام۔

تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ جن کی سیرت کے ذکر سے ہم اپنے کانوں کو معطر کر رہے ہیں۔ ان کا نام نامی راحیل بنت لابان ہے۔ اور یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں کی بیٹی ہیں۔ اور یہی نبی مکرم حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ محترمہ ہیں ان خاتون کی سیرت کا سن کا کان مستفید ہونگے۔ اور نفوس انسانی جلا پائیں گی۔ اور مومن عورتوں کے لئے اس میں پیشوائی ہوگی اور عبادت گزار عورتوں کے لئے سرور انگیز قصے اور صابرہ عورتوں کے لئے مونس جان ہونگی۔

حضرت راحیل خاتون کا حق مہر:

جب حضرت یعقوب علیہ السلام جوان ہوگئے۔ تو ان کے والدین نے ان سے کہا۔ کہ اپنے ماموں لابان کے پاس جاؤ۔ جو ان دنوں عراق کے قریہ حران میں رہتے تھے۔ اور ان سے ان کی دو بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کا رشتہ طلب کرو۔ جو دین ابراہیم علیہ السلام پر ایمان رکھتی تھیں۔ لہٰذا حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے وطن المقدس سے اپنے والدین حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت بی بی رفقہ بنت بتوئیل کی دعائیں لے کر عراق کی طرف چل پڑے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا مرتبہ:

اللہ تعالی نے آپ کو وحی سے نوازا۔ اور دنیا والوں پر بزرگی بخشی۔ اور نبوت کا اعزاز دے کر آپ کا اکرام کیا۔ اور اپنے مومن بندوں میں سے نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ اللہ کریم اپنے بندوں کے حالات سے خبردار اور واقف ہے۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے ماموں کے ہاں حراں پہنچے تو ان کی دو بیٹیاں تھیں بڑی ''لیا'' اور چھوٹی ''راحیل''

راحیل نہایت ذہین' نفاست پسند اور صاف ستھرے مذاق کی تھیں۔ اور حسن و جمال میں بھی اپنی بڑی بہن لیا سے برتر تھیں۔ کہ اللہ کریم نے انہیں حسن و توازن میں کمال بخش تھی۔ جیسا کہ روایات سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ لہذا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے ماموں کے پیش ہوکر ان سے راحیل کا رشتہ طلب کیا۔ اور اس وقت حضرت یعقوب کے پاس کوئی سرمایہ نہیں تھا۔ جس سے وہ راحیل کا حق مہر ادا کرسکیں۔ تو ان کے ماموں لابان نے ان سے کہا۔ کہ کیا تمہارے پاس کچھ مال ہے۔ جس کے بدلے میں تمہارے ساتھ اپنی بیٹی راحیل کا نکاح باندھ سکوں۔؟

حضرت یعقوب علیہ السلام نے عرض کیا۔ ماموں جان! وہ تو میرے پاس نہیں ہے۔ اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں میں یہاں مسافر ہوں۔ ہاں اگر آپ مہر کے بدلے میں مجھ سے کوئی کام لینا چاہیں تو میں کرنے کو تیار ہوں۔ یہ کہہ کر آپ تھوڑی دیر کو خاموش رہے۔ پھر خود ہی کہنے لگے۔ کہ آپ کا مزدور بن کر آپ کی بیٹی کا حق مہر ادا کرنے کو تیار ہوں۔ میں یہ کرسکتا ہوں۔

اس پر ان کے ماموں اس پر رضامند ہو گئے۔ اور کہا' مجھے منظور ہے۔ آپ سات برس تک میرے ہاں کام کریں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے منظور ہے۔ آپ میرا نکاح راحیل سے کر دیجئے۔ میں سات برس تک خدمت کرنے کو تیار ہوں۔

یہ سب طے ہو گیا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام سات برس تک اپنے ماموں کی بھیڑ بکریاں چراتے رہے۔ سات برس پورے ہونے پر ان کے ماموں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے دعوت ولیمہ تیار کی۔ اور لوگوں کو بلایا۔

عجیب معاملہ:

جب رات ہوئی۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام بیوی کے خیمہ میں آئے۔ تو آپ کی بیوی وہاں موجود تھیں۔ لیکن جب صبح ہوئی اور ہر چیز نور الٰہی سے روشن ہوگئی۔ تو

حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ماموں نے اپنی بڑی بیٹی لیا کا نکاح ان سے کر دیا ہے۔ حالانکہ شرط یہ تھی کہ شادی چھوٹی بیٹی راحیل سے ہوگی۔

یہ دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ! اور اپنے ماموں کے پاس غصے میں آ کر کہنے لگے۔ آپ نے مجھے دھوکہ میں رکھا۔ کہ سات برس تک کام بھی لیا۔ اور چھوٹی کے بجائے بڑی بیٹی بیاہ دی کیا راحیل سے رشتہ طے نہیں ہوا تھا؟۔

ان کے ماموں کہنے لگے بھانجے ٹھہریں۔ میں نے تم سے دھوکہ نہیں کیا۔ لیکن ہمارے یہاں دستور ہے۔ کہ بڑی سے پہلے چھوٹی کا رشتہ نہیں کرتے کیا تم چاہتے ہو۔ کہ تمہارا ماموں برادری میں بدنام ہو۔ اور اس کام پر سب لوگ اسے برا بھلا کہیں۔ اور وہ کہیں کا نہ رہے؟۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کہنے لگے معاذ اللہ! میں یہ تو نہیں چاہتا کہ آپ کی عزت پر حرف آئے۔

اس ان کے ماموں نے کہا۔ کہ آپ میری بیٹی راحیل سے بھی نکاح کرنا پسند کرتے ہیں۔ تو سات برس تک اور میرے ہاں کام کرو۔

لہٰذا آپ نے یہ سات برس بھی پورے کر دیے۔ اس دوران میں آپ کے ہاں حضرت لیا سے کئی بیٹے تولد ہوئے۔ اور پھر وہ دن بھی آ گیا۔ جس کا آپ کو انتظار تھا۔ اور آپ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔ اور حضرت ''راحیل'' خاتون سے آپ کا نکاح ہو گیا۔ جس کے لئے آپ نے چودہ برس کا طویل انتظار کھینچا۔ اور عنایت الٰہی کو یہ منظور تھا۔ کہ یہ خاتون مکرم ایک مکرم نبی کی زوجہ بنے۔ اور ایک مکرم پیغمبر کی والدہ محترمہ بننے کا شرف بھی اسے حاصل ہو۔

جس وقت حضرت راحیل سے آپ کا نکاح ہوا۔ اس وقت کی شریعت میں دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں آنا جائز اور مروج تھا۔ بعد میں بذریعہ تورات اس

طریقے کو منسوخ کر دیا گیا۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس نکاح سے آپ کے ماموں لابان بہت خوش ہوئے۔ اور انہوں نے اپنی دونوں بیٹیوں کو ایک ایک خادمہ تحفے میں دی بڑی لڑکی کی خادمہ کا نام زلفی اور چھوٹی بیٹی کی خادمہ کا نام بلہی تھا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے عرصہ تک حضرت راحیل کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ عرصہ کے بعد ایک بیٹا پیدا ہوا جبکہ ان کی بڑی بہن لیا کے ہاں چار بیٹے تولد ہو چکے تھے۔ لہذا آپ غیرت سے شرمسار ہوتی رہتیں۔ آپ نے سوچا کیوں نہ میں اپنے شوہر کو اپنی خادمہ ہدیہ میں پیش کر دوں۔ لہذا انہوں نے خادمہ اپنے شوہر کو دے دی۔ ان کی پیروی میں حضرت لیا نے بھی اپنی باندی اپنے شوہر حضرت یعقوب علیہ السلام کو پیش کر دی۔ اور ان باندیوں سے بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہاں بیٹے تولد ہوئے۔

جب حضرت راحیل نے دیکھا۔ کہ ان کی بہن لیا کے ہاں اور باندیوں سب کے ہاں بیٹے ہوتے ہیں۔ اور ان کے ہاں ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں بہ دل و جان متوجہ ہو کر دعا کی کہ اے بھی مولاء کریم حضرت یعقوب علیہ السلام سے ایک ذہین وفطین بیٹا عطاء فرمائے۔

اللہ کریم نے حضرت بی بی راحیل کی دعا قبول فرمالی۔ اور آپ کی پکار سن لی۔ اور ان کی ناتوانی و عاجزی پر رحم فرمایا۔ اور انہیں یہ اکرام بخشا۔ کہ وہ امید سے ہو گئیں۔ اور پھر انہیں نہایت حسین وجمیل صاحب عظمت وشان شریف مخلص یعنی حضرت یوسف علیہ السلام جیسا فرزند عطا فرمایا۔ جو اپنے والد کی دادی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ کے ہمشکل تھا۔ اسی لئے وہ یعقوب علیہ السلام کو دلی طور پر محبوب تھا۔ اور یہ ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چار بیویوں سے بارہ بیٹے تھے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

پہلی بیوی ''لیا'' سے آپ کے ہاں چھ بیٹے روبیل' شمعون' لاوی' یہودا' الیساتحر اور زابلون' پیدا ہوئے۔

دوسری بیوی ''راحیل'' سے آپ کے دو بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین عطا ہوئے۔

تیسری جاریہ بیٹے بلہیٰ سے آپ کے دو بیٹے دان اور نفتالی تولد ہوئے چوتھی چار زلفی سے جاد اور شیر پیدا ہوئے۔

اور یہ بھی بتا دینا چاہئے کہ ان سب میں سے صرف حضرت یوسف علیہ السلام ہی نبوت سے سرفراز ہوئے۔ اور یہاں پر ہم خاص طور راحیل کا ہی تذکرہ کریں گے۔

حضرت راحیل کی بت شکنی:

حضرت راحیل خاتون حضرت یعقوب علیہ السلام کی ہمراہی میں بیس برس تک **ملک** عراق میں مقیم رہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی توحید پر کامل ایمان رکھتی تھیں۔ اور اپنے شوہر کی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت گزار اور بت پرستی سے نفور تھیں۔ جو **ملک** عراق میں ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ اور اکثر لوگ بت پرستی کرتے تھے۔ اور حضرت راحیل کی خواہش تھی کہ اگر کہیں مل جائیں تو وہ ان بتوں کو تہس نہس کر دیں۔ جنہوں نے اکثر لوگوں کو گمراہی میں ڈال رکھا ہے۔ اور وہ بھٹک کر راہ ہدایت سے دور جا چکے ہیں۔

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو وحی کی کہ وہ **ملک** عراق چھوڑ کر اپنے قبیلے اور باپ دادا کی سرزمین القدس کو چلے جائیں۔ لہٰذا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اپنے اہل و عیال کے گوش گزار کر دیا۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور اس کی اطاعت میں سب سے پیش پیش بی بی راحیل تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اہل و عیال اور ساز و سامان کو ساتھ لیا۔ اور اپنے باپ دادا کی سرزمین کی طرف چل پڑے۔ اسی دوران میں حضرت بی بی

راحیل نے اپنے والد لابان کے بت اپنے ساتھ اٹھالیئے ۔ کہ انہیں کسی دور دراز جگہ میں پھینک دونگی یا کسی دریا میں ڈال دوں گی ۔ اور کسی کو راحیل کے کارنامے کی خبر نہ ہوئی ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی قیادت میں قافلہ القدس کی طرف رواں دواں تھا ۔ جب وہ حدود عراق سے نکل کر کچھ دور گئے تھے ۔ تو آپ کے ماموں لابان پیچھے سے ان کے پاس پہنچ گئے ۔ جن کے بت گم ہو گئے تھے ۔ انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے ناراضگی کا اظہار کیا ۔ کہ وہ انہیں بتائے بغیر چلے آئے ۔ کہ اپنی بیٹیوں اور ان کی اولاد کو الوداع کہتا ۔ اور پھر پوچھا کہ وہ اس کے بت کیوں اٹھا لائے ہیں ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو تو ان بتوں کے بارے کچھ معلوم نہیں تھا ۔ لہذا انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو تمہارے بت نہیں اٹھائے ۔ اور پھر وہ اپنے بت ڈھونڈ نے اپنی بیٹوں کے خیموں میں گیا ۔ وہاں اسے کچھ نہیں ملا ۔ کیونکہ بی بی راحیل نے انہیں اپنے اونٹ کے پالان کے نیچے چھپا دیا تھا ۔ اور وہ ان کے اوپر بیٹھی ہوئی تھیں ۔ وہ وہیں بیٹھی رہیں اور مرض کی وجہ سے اٹھ نہ سکنے کا بہانہ بنا دیا ۔ لہذا بت اسے نہیں ملے ۔ کیونکہ تباہی ان بتوں کے مقدر میں تھی ۔ تو اس طریقے سے راحیل ان بتوں کو اپنے والد کے گھر سے نکال باہر کرنے میں کامیاب ہو گئیں ۔ اور ان کے بد منظر سے لوگوں کو الفت بخشی ۔

حضرت یعقوب علیہ السلام جرون میں :

اس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام جرون میں آ کر اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس ٹھہر گئے ۔ جو کنعان کے آس پاس تھا ۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام رہا کرتے تھے ۔ جرون ہی میں حضرت راحیل امید سے ہوئیں ۔ اور وہیں آپ کے ہاں حضرت بنیامین تولد ہوئے ۔ اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے ۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت بنیامین دونوں حضرت یعقوب علیہ السلام کو بہت محبوب تھے ۔ اور آپ تمام بھائیوں کی نسبت انہیں زیادہ چاہتے تھے ۔

حضرت یوسف علیہ السلام اوران کے بھائیوں کا تفصیلی قصہ سورہ یوسف میں مرقوم ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب میں راحیل کا تذکرہ:

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی گود میں پروان چڑھ رہے تھے۔اور جو کچھ خواب میں دیکھتے والد سے بیان کر دیتے ایک دفعہ آپ اپنے والد کو بتانے لگے:

''اب جان میں نے خواب میں گیارہ ستاروں' سورج اور چاند کو دیکھا ہے کہ دیکتا کیا ہوں۔کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں''۔	یٰاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ☆ ﴿یوسف : ۴﴾

حضرت یوسف علیہ السلام کی نشوونما میں ایک خاص انداز تھا جس کی بناء پر حضرت یعقوب علیہ السلام انہیں ہر وقت اپنے سینے سے لگائے رکھتے اور بطور خاص ان کی نگہداشت فرماتے تاکہ انہیں کچھ ہو نہ جائے۔کیونکہ انہوں نے دوسرے بھائیوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے کچھ ناگواری محسوس کی تھی۔اوران کی باتوں میں حسد اور بغض کا اظہار ہوتا تھا۔لیکن یوسف علیہ السلام ان باتوں کو نہیں سمجھتے تھے۔اس لئے جو خواب میں دیکھا اپنے والد کے گوش گزار کر دیا۔کیونکہ الہام ربانی اور اپنے والد سے تعلیم کی بناء پر یہ جانتے تھے۔کہ خوابوں کی کوئی تعبیر بھی ہوتی ہے۔ اور یہ بھی جانتے تھے۔کہ ستاروں' سورج' چاند سے دنیا کی کوئی معزز چیز مراد ہوتی ہے۔اور یہ کہ کسی معزز مخلوق کا کسی کو سجدہ کرنا اس کی عظمت شان اور اس کی بزرگی کی دلیل ہوتی ہے۔

اس خواب کے بارے میں مفسرین کی آراء:

اس خواب کی تعبیر کے بارے میں مفسرین نے متعدد رائیں ظاہر کی ہیں ۔جن کا خلاصہ یہ ہے ۔کہ گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں ۔ اور سورج سے مراد آپ کی والدہ راحیل اور چاند سے مراد آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں ۔

اور امام صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر ایک خوبصورت بات کی ہے ۔کہ آپ کی والدہ کی تاویل شمس سے کرنا اس بنا پر ہے ۔کہ اس سے چاند چمکتا اور روشن رہتا ہے ۔اور حضرت راحیل کی کوکھ سے کئی انبیاء پیدا ہوئے جن سے لوگوں نے راہنمائی حاصل کی ہے ۔اور چاند سے مراد آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں ۔ اور چونکہ چاند کی روشنی سے لوگ جہالت کے اندھیروں میں ہدایت کا راستہ پاتے ہیں ۔اور بھائیوں کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے ۔کیونکہ ان کا نور اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے نور کے برابر نہیں ہوسکتا ۔اس لئے کہ وہ صرف نبی ہیں رسول نہیں ۔یا صرف اولیاء ہیں انبیا نہیں ۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں ماں اور باپ اور بھائیوں کے بارے میں لکھتے ہیں: گیارہ ستاروں سے مراد گیارہ بھائی ہیں اور شمس سے مراد والد اور قمر سے مراد ان کی والدہ ہیں ابن جریج کہتے ہیں قمر باپ شمس ماں ہیں ۔کیونکہ شمس مونث اور قمر مذکر ہے ۔تو جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب سنا جس کی تعبیر بھائیوں کی کمتری اور حضرت یوسف علیہ السلام کی برتری تھی ۔ کہ اس اجلال اور احترام اور اکرام میں وہ سجدے میں گر پڑے ۔آپ کو اندیشہ ہوا ۔ کہ مبادا یہ خواب یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے بیان کردیں اور وہ اس کی اس بزرگی پر حسد کرنے لگیں ۔اور اس کو نقصان پہنچانے کے در پے ہوں ۔

علامہ ابو حیان اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس خواب سے یہ سمجھ لیا تھا ۔کہ یوسف علیہ السلام حکمت ونبوت کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے والے

ہیں اور انہیں دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل ہونے والی ہیں۔ لہٰذا بھائیوں کے حسد کے ڈر سے یوسف علیہ السلام کو یہ خواب بھائیوں سے بیان کرنے سے منع فرمایا۔

اور ظاہر ہے کہ بی بی راحیل کو بھی اپنے اس صاحبزادے سے محبت تھی۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں بھی یہ خواب اور اس خواب کی تعبیر بتا دی تھی۔ اور انہیں امید تھی۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کے مضر نتائج سے نکالنے کی کوئی تدبیر فرمائیں گے۔ اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا:۔

"کہ بیٹا اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا نہیں تو وہ تمہارے حق میں کوئی فریب کی چال چلیں گے کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے"۔

يٰبُنَـيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَاتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ☆﴿یوسف ۵﴾

حضرت یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام کو یہ فرمانا تنبیہ کے طور پر تھا۔ اور آپ کو یہ یقین تھا کہ اس تنبیہ سے کوئی کدورت اس دل میں پیدا نہیں ہوگی۔ کیونکہ انہیں حضرت یوسف کی فراست پر پورا اعتماد تھا۔ اور آپ جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام دل کے صاف اور با اخلاق نوجوان ہیں۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خبردار کیا کہ یہ خواب عظیم الشان ہے۔ اور اس پر کئی فوائد مترتب ہونے والے ہیں۔ اور یہ خواب سن کر تمہارے بھائی تمہارے خلاف بھی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا انہیں اس کی اشاعت سے منع کیا۔ اور اس کی کئی تعبیریں اور تاویلیں بیان کیں۔ اور انہیں بتایا۔ کہ بیٹا! جیسے اس خواب میں اللہ تعالیٰ نے

تمہارے لئے ان ستاروں اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے۔ کہ وہ تمہیں سجد کر رہے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہیں نبوت کے لئے چنے گا۔ اور تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا۔ اور تمہیں رسول بنا کر اور وحی سے سرفراز فرما کر اپنی نعمت کو تمہارے لئے مکمل کر دے گا:۔

كَمَا اَتَمَّهَا عَلٰى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ☆

﴿یوسف ۲﴾

"جس طرح اس نے اپنی نعمت پہلے تمہارے دادا' پردادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام پر پوری کی تھی۔ اسی طرح تم پر پوری کرے گا۔ بے شک تمہارا پروردگار سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے"۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے ہر کام میں مالک ومختار ہے۔ پھر اللہ کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا اپنے خاص انداز میں بیان فرمایا۔ اور قرآن کریم میں اس قصے کو "اَحْسَنُ الْقَصَصِ" سب سے زیادہ خوبصورت واقعہ قرار دیا۔ اور اس واقعہ کے لئے الگ سے ایک سورۃ مقرر فرمائی' جو صاحب قصہ کے اسم گرامی کے مطابق "سورۃ یوسف" کہلاتی ہے۔ جس میں بھائیوں کا یوسف علیہ السلام کے ساتھ حسد بوجہ اس خواب کے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اکرام کا اظہار فرمایا ہے۔ ان کا یوسف کو کوئیں میں ڈال دینا۔ اور قافلے کا آنا۔ غلام کا کوئیں میں ڈول ڈالنا۔ قافلے والوں کا آپ کو کوئیں سے نکالنا۔ بھائیوں کا یوسف علیہ السلام کو سستے داموں بیچنا۔ اور عزیز مصر کی عورت کا مہنگے داموں خریدنا۔ اور اپنا بیٹا بنالینا۔ پھر عزیز کی عورت کا آپ کو بہکانے کی کوشش کرنا۔ اور آپ کا پاک دامن وہاں سے نکل آنا۔ قید ہونا' اور قید سے نکل کر ملک مصر کا کلی اختیار ملنا۔ اور پھر حضرت یعقوب علیہ

السلام کے مصائب و مشکلات کا ذکر اور آپ کا اس پر صبر کرنا۔ اور پھر آپ کے بھائیوں کا مصر کو آنا۔ اور غلہ لے کر جانا۔ اور دوسرے بھائی بنیامین کو ساتھ لانا۔ اور چوری کے مقدمے میں ماخوذ ہونا۔ اور بھائیوں کا چھوڑ کر چلا جانا۔ اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنی قمیض حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف بھیجنا۔ اور آپ کا اس کی خوشبو محسوس کرنا۔ اور آنکھوں کی بینائی لوٹ آنا۔ اور پھر باپ بیٹے کی ملاقات اور پورے خاندان کا مصر کو آنا۔ اور سب کا اللہ تعالی کی نعمتوں سے مسرور ہونا۔ اور خاص کر حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کی زوجہ محترمہ راحیل کا نہایت خوشی اور مسرت حاصل کرنا سب کچھ تفصیل کے ساتھ اس سورۃ مبارکہ میں مذکور ہے۔

ماں باپ کو تخت پر بٹھانا:

ہم اس مقام پر حضرت یوسف علیہ السلام کا تفصیلی ذکر نہیں کر رہے۔ یہ ساری تفصیل سورۃ یوسف میں مرقوم ہے۔ ہاں ہم اس خواب کی تحقیق و تفصیل پیش کرتے ہیں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن میں ملاحظہ فرمایا تھا۔ وہ یہ ہے کہ جب آپ عزیز مصر (شاہ مصر) ہو گئے۔ اور یہ امر آپ کے گم ہونے کے تیس چالیس برس کے بعد ظہور میں آیا۔ اس لمبے عرصے کے درمیان حضرت یعقوب علیہ السلام غم اور مصیبتیں اور یوسف علیہ السلام کی جدائی کے صدمے برداشت کرتے رہے۔ اور انہی غموں کے دوران میں آپ کے بیٹے بنیامین کے مصر میں رہ جانے کی خبر آپ کے لئے سوہان روح ہوئی اور غموں سے نڈھال ہو کر آپ کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ یعنی رو رو کر آپ کی آنکھیں کمزور ہو گئی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ کا دل اللہ تعالی کی ذات گرامی میں محو تھا۔ اور صبر جمیلاً پر آپ کار بند تھے۔ اور اللہ تعالی سے امید اور رحمت کا آپ کو سہارا تھا۔ کہ آپ اللہ تعالی کی رحمت و شفقت سے ہرگز ناامید نہیں ہوئے تھے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے کی امیدوں کی شمعیں

آپ کے قلب میں روشن تھیں۔ اور آپ امیدوار تھے کہ اللہ کی طرف سے رحمت کی خوشخبری ملے گی۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ایک دن ملاقات ضرور ہوگی۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں یہ حال تھا۔ حضرت راحیل کی مامتا پر کیا کچھ نہ گزرتی ہوگی۔ اور غم واندوہ سے ان کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ اور پھر صبر جمیل میں وہ بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہمرکاب تھیں۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دکھ کے ساتھ انہیں حضرت بنیامین کی جدائی کا صدمہ بھی سہنا پڑا۔ لہذا بی بی راحیل کا غم بھی حضرت یعقوب علیہ السلام سے کچھ کم نہیں تھا۔ بلکہ ماں ہونے کے ناطے سے کچھ فزوں تر ہی ہوگا۔ اور یہ کہ بی بی راحیل کے تو یہ دو ہی لخت جگر تھے۔ جو سینکڑوں تمناؤں کے بعد نصیب ہوئے تھے۔

ایک سوال:

بعض دفعہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ قرآن کریم میں حضرت بی بی راحیل کے غم واندوہ کا تذکرہ کیوں نہیں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے یہاں صرف باپ بیٹوں کے معاملات کو بتلانا مقصود ہے اور اس سے ہی قصے کی تکمیل ہوجاتی ہے۔ کہ انہیں حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف میلان قلبی پر اعتراض تھا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کی محبت اور میلان پر انہیں کوئی اعتراض نہیں تھا۔ کیونکہ یہ طبعی امر ہے۔ کہ ہر ماں اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے۔

ہاں قرآن کریم کی اس سورت میں کئی مقامات پر حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کی طرف اشارے ملتے ہیں۔

۱۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کو پورے خاندان کے ساتھ القدس سے مصر بلاتے ہیں اور اپنے والدین کے استقبال کے لئے مصر سے باہر نکلتے ہیں وہ ماں باپ جنہیں انہوں نے چالیس برس سے نہیں دیکھا تھا۔

۲۔ اور پھر انہیں شہر میں لاکر ایک مخصوص تخت پر بٹھاتے ہیں۔

’’اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا‘‘۔ وَرَفَعَ اَبَوَیْہِ عَلَی الْعَرْشِ ﴿یوسف: ۱۰۰﴾

کہ ماں باپ سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی نعمت نہیں۔ اور ماں باپ کے حقوق سے بڑھ کر اور کوئی حق نہیں۔

یہاں لفظ اَبَـوَیْــہِ (والدین کو) ماں باپ دونوں ہیں۔ ابن جریر مفسر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ابویہ سے مراد ماں باپ دونوں ہیں۔ اس بارے میں اگرچہ اور بھی کئی رائے ہیں۔

لیکن محمد ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن جریر طبری اس پر متفق ہیں۔ قرآن کے اس حتمی بیان میں ابویہ سے آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کی والدہ محترمہ بی بی راحیل ہی مراد ہیں۔ اور چونکہ انبیاء کے خواب حق ہوتے ہیں۔ اور ان کی تعبیر بھی ان کے عین مطابق ہوتی ہے۔ اور سجدے بارے میں یہ ہے کہ شریعت میں اس وقت بطور تعظیم کے جائز تھا۔ اور اس سجدے کے بارے میں مفسرین نے کئی اقوال نقل کئے ہیں کہ یہ سجدہ کیسے ہوتا تھا۔ کہ جھک جاتے تھے۔ یا سر سے یا ہاتھ سے اشارہ کر دیتے تھے۔ واللہ اعلم

امام قرطبی اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ یہ سجدہ جس طرح بھی تھا۔ تعظیم کے لئے ہوتا تھا۔ عبادت کے لئے نہیں۔ کہ سجدہ عبادت کبھی بھی جائز نہیں رہا۔ اور بادشاہوں کی اسی طرح تعظیم کرتے تھے۔

سجدہ کی بجائے السلام علیکم:

اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس تعظیمی سجدے کی جگہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کا عطیہ اللہ کریم کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ اور سلام کے علاوہ مصافحہ (دونوں ہاتھ ملانا) اور معانقہ (بغل گیر ہونا) بھی محبت و مووت کے طور پر امت کے لئے خاص انعام ہیں۔ اور سجدہ کے سلسلے میں مفسرین

نے یہ بھی لکھا ہے۔ اور وہ سب لوگ اس خوشی کے موقع پر یعنی آپس میں ملاقات ہونے پر بطور شکر کے اللہ تعالی کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے۔

صابرہ وشاکرہ بی بی راحیل:

شاید بی بی راحیل وہ واحد خاتون ہیں۔جنہوں نے صبر و شکر میں اپنے پیارے شوہر کا ساتھ دے کر اور وفاداری کا ثبوت مہیا کر کے تاریخ میں نام پیدا کیا ہے۔ اور پیارے لخت جگر کی مامتا میں برسوں جدائی اور اندوہنا کی کی میں گزار دیے۔ اور عابدہ شاکرہ' صابرہ' مومنہ کے تمغے حاصل کیے۔

اور اپنے لخت جگر کے لئے صبر و شکر کو کام میں لا کر اپنے کامل مومنہ ہونے کا اظہار کیا۔اور قضاوقدر پر راضی رہ کر اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کی۔

آزمائش میں سرخروئی:

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔کہ حضرت یوسف علیہ السلام بی بی راحیل اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس قصے کے اَحْسَـــــنُ الْقَصَصِ ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔

خوشحالی و آرام سے رہتے ہوئے جدائی کا صدمہ۔

گھر کے آرام کے بعد سفر کی صعوبتیں۔

ماں باپ کی شفقت و نگرانی میں رہنے کے بدلے غلامی کی مشقت۔

دولت و فراوانی کے بعد تنگدستی۔

عزت کے بعد ذلت وزیردستی۔

سرور خوشی کے بعد غم و اندوہ۔

اور پھر ان آزمائشوں سے سرخرو ہو کر کامرانی و مسرت کا دور دورہ۔ یہ عجیب وغریب احوال ہیں جن سے یہ قصہ تمام قصوں سے خوبصورت قصہ' بن کر قرآن پاک کی زینت بنتا ہے۔

ایسی لطیف تدابیر فرماتا ہے۔ کہ ہر ناممکن ممکن ہوجاتا ہے تو اس طرح بی بی راحیل اپنے پیارے بیٹے یوسف علیہ السلام کی نظروں کے سامنے عیش و آرام سے رہ کر اپنے پروردگار سے جاملیں۔

اور راضیہ مرضیہ ہوگئیں۔ اللہ کریم ام یوسف علیہ السلام بی بی راحیل پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ اوران سے راضی ہو۔ آئیں حضرت راحیل کا واقعہ ختم کرنے سے پہلے ہم ان کی سیرت کے بیان کے بعد پورے خشوع وخضوع سے اس دائی مومنہ کے لئے دعا کریں۔ جیسے ان کے لخت جگر یوسف علیہ السلام نے ان کے لئے کامیابی اور نصرت کی دعا فرمائی۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ☆ ﴿یوسف : ۱۰۱﴾

حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ

پاک بازوں کا موسم بہار:

صبر ایسی سواری ہے جس سے انسان کبھی نہیں گرتا۔اور یہ مشکلات کے موقعہ پر بہترین سہارا ہے۔اور اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے کا باعزت وسیلہ ہے۔اس صبر کے کیا کہنے! نیکوکاروں کے لئے موسم بہار اور بھلے لوگوں کی سیر گاہ ہے۔

صبر' زندگی کا بنیادی ستون ہے۔جو آزمائشوں کے وقت سہارا بنتا ہے۔اور مصائب بندے کے لئے وہ عطیہ خداوندی ہیں جن سے مشکلات انسان کے لئے تحفہ الہی بن جاتی ہیں۔علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی نازک ترین کتاب ''الوابل الصیب'' میں فرماتے ہیں۔کہ اللہ تعالی اپنے مومن بندوں کو ہلاکت کے لئے آزمائش میں نہیں ڈالتا بلکہ اس کا صبر اور اطاعت شعاری آزمانے کے لئے امتحان میں ڈالتا ہے۔

اس مقام پر ہم ایک شریف النفس پیغمبر کی زوجہ محترمہ کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔جس کی وفاداری' سچائی' بھلے پن اور صبر کی تاریخ گواہ ہے۔اور ان کا اخلاص شوہر کی فرمانبرداری اور احکام الہی کی تعمیل عورتوں کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔جو اپنے شوہر کی ہمراہی میں اللہ تعالی کی اطاعت پر کمر بستہ رہیں۔اس سے پہلے کہ ہم اس کی پاک سیرت کا تذکرہ کریں۔ہمیں جان لینا چاہیے کہ یہ مبارک خاتون کون ہیں؟۔اور کون سے نبی مکرم اور شریف النفس پیغمبر ہیں۔جن کے عقدہ نکاح سے بندھی ہوئی ہیں یہ ان الوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں متعدد بار آیا ہے۔اور یہ پیغمبروں کی اس جماعت سے ہیں جن پر تفصیلی ایمان لانا ضروری ہے۔اور آپ اسحاق علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں یہ لیل آیت قرآنی وَمِنۡ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیۡمٰنَ وَ اَیُّوۡبَ لوہم ان پیغمبر کا ذکر کیے دیتے ہیں۔وہ الوالعزم پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام ہیں اور یہ ہیں ان کی زوجہ

محترمہ "لیا خاتون" بنت یعقوب علیہ السلام اور بعض نے لکھا ہے لیا بنت منشا بن یعقوب علیہ السلام اور بعض نے قرآنی آیت کے حوالے سے رحمت لکھا ہے۔ جو درست نہیں ہے۔

"اور ہم نے ان کو بال بچے بھی عطا فرمائے۔ اور اپنی مہربانی سے ان کے ساتھ اتنے ہی اور بخشے اور عبادت کرنے والوں کے لئے ہی یہ نصیحت ہے"۔	وَاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ ☆ ﴿الانبیاء : ۸۴﴾

علامہ ابن کثیر جو ایک کامیاب اور ذہین تفسیری فہم رکھنے والے مفسر ہیں۔ اس آیت مبارکہ کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت مبارکہ سے جس نے رحمت نام اخذ کیا ہے۔ وہ بہت دور کی کوڑی لایا ہے۔ اور اس نے بہت ہی تکلف کیا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے عظیم کردار کے مقابلے میں جس نے ان کا نام رہتی دنیا تک زندہ و پائندہ کر دیا ہے۔ نام کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ بس اتنا کافی ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی ازواج کریمات میں بزرگی و شرافت میں نام پیدا کیا ہے۔

حضرت لیا کی خوش گزران زندگی:

حضرت ایوب علیہ السلام خوشحال زندگی بسر کرنے والے انبیاء علیہ السلام میں سے ایک ہیں جیسا کہ بعض روایات میں یہ بات موجود ہے۔ حضرت لیا خاتون حضرت ایوب علیہ السلام کی رفاقت میں عیش و آرام سے بسر کر رہی تھیں۔ ان کے باغات تھے۔ جن میں چشموں سے فصلوں کی سیرابی ہوتی تھی۔ اور آپ کی یہ جاگیریں ملک شام میں تھیں۔

حضرت لیا خاتون جناب ایوب علیہ السلام پیغمبر کی دعوت الٰہی پر ایمان رکھتی تھیں۔ اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے۔ کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی دعوت و نبوت پر آپ

تک صرف تین افراد ایمان لائے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا مسکن:

علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام ملک شام میں رہائش پذیر تھے اور آپ کی عبادت دمشق کے مضافات میں بثنیہ کے متصل نووی کے قریب واقع تھی اور یہ علاقہ حوران کے نام سے مشہور تھا۔ اور یہیں آپ کی مسجد غسل خانہ اور کھیت کھلیان تھے۔

مفسرین و مورخین کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نہایت دولت مند تھے اللہ تعالی نے انہیں ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ جن میں وسیع و عریض زرخیز اراضی شامل تھیں۔ روایات میں آیا ہے کہ بثنیہ کا تمام تر علاقہ کیا میدانی کیا پہاڑی سب آپ کی ملکیت میں تھا۔ اس کے علاوہ خوش منظر گھوڑوں کے گلے جنہیں دیکھ کہ طبیعت خوش ہو جائے اور سینکڑوں اونٹ' گائیں' بھیڑ بکریاں اور ہر قسم کے چرنے والے چوپائے آپ کے ذخیرے میں موجود تھے۔ مورخین لکھتے ہیں۔ آپ کی ملکیت میں ایک ہزار بھیڑ بکریاں انہیں چرانے والوں کے سمیت موجود تھیں اور سینکڑوں خدام' زمین کی دیکھ بھال اور کاشت کرنے والے اور ڈھور ڈنگر کو سنبھالنے والے اس کے علاوہ تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نہایت رحمدل اور پاک باز تھے۔ غربا و مساکین کے ساتھ نیک سلوک کرتے' یتیموں اور بیواؤں کی کفالت فرماتے۔ مہمانوں کا اکرام اور مسافروں کی خدمت کرتے۔ اس طرح نعمتوں کی شکر گزاری کرتے اللہ تعالی کے حقوق ادا کرتے۔ آپ صاحب اولاد کثیر تھے۔ آپ کی زوجہ محترمہ ''لیا'' ان خدائی نعمتوں میں خوشحال زندگی گزارتیں اور اللہ تعالی نعمتوں کی شکر گزار رہو کر عبادت الہی میں مصروف رہتیں۔ اور اللہ تعالی کے حقوق پہچان کر حمد و شکر بجا لاتیں۔ اور اپنے اہل و عیال کی تربیت اور خدمت شوہر میں لگی رہتیں۔ اور اللہ تعالی کے عطا کئے

ہوئے اس شرف اور برکت کو ہر وقت یاد رکھتیں۔

وہ یہ بات سمجھتی تھیں۔ کہ نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا ہی ان کی بقا کا ضامن ہے۔اور نعمتوں کی شکر گزاری سے اللہ کریم مزید نعمتوں سے نوازتے ہیں۔لہذا آپ ہمیشہ ذکر و عبادت میں مصروف رہتیں۔اور مال و دولت میں سے ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھتیں۔اپنے پرائے سب سے نیک سلوک اور احسان کا برتاؤ روا رکھتیں۔غریبوں مسکینوں کی غم خواری کرتیں۔اور اپنے شوہر حضرت ایوب علیہ السلام کی ہدایات کی روشنی میں راہ ہدایت پر گامزن رہتیں۔

اور پھر حضرت لیا خاتون اپنے شوہر کی ہمراہی میں اس کڑی آزمائش پر پوری اتریں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ڈالی گئی۔اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان مصائب میں صبر کا دامن تھام کر بارگاہ الٰہی میں سرخرو ہوئیں۔اور اپنے نیک کردار اور شوہر سے وفاداری کر کے صبر و تحمل کا ثبوت دیا۔جس پر اللہ کریم نے ان کی اس خوبی کو سراہا۔اور انہیں یہ خاص شرف بخشا کہ انہیں ان کامران لوگوں میں شامل فرمایا۔جو بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔جس کا وعدہ اللہ کریم نے صابروں سے کر رکھا ہے۔

سچ کی گواہی دینے والی پاکباز خاتون:

حضرت لیا اپنے اعلیٰ کردار کی بنا پر سچائی کے مبارک مقام اور بلند مرتبہ پر فائز ہوئیں۔اور نیکوکاروں کے بلند مقام پر براجمان ہوئیں۔ کیونکہ آپ نے اٹھارہ برس تک اپنے شوہر کی رفاقت میں مصائب و آلام کے کٹھن ایام گزار دیے۔اس طرح آپ کو ایک نیکوکار خاتون کا اعزاز حاصل ہوا۔اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر شاکر رہنے والی اور خاوند کی فرمانبردار ہونے کا تمغہ آپ کے سینے کی زینت بنا۔

حضرت لیا خاتون اپنے شوہر حضرت ایوب علیہ السلام سے نفس کی پاکیزگی حاصل کرتیں۔اور عبادت گزاری اور قرب الٰہی کی تعلیم حاصل کرتیں۔روایات میں آتا

ہے۔ کہ خود حضرت ایوب علیہ السلام بھی نہایت عبادت گزار شخص تھے۔ اور اپنی دولت وثروت کو رضا الٰہی میں صرف کرنے میں پیش پیش رہتے تھے۔ بھوکوں کو کھلا کر خود کھاتے۔ ننگوں کو پہنا کر خود پہنتے۔

صلح جوئی:

توحید باری کے بعد لوگوں کے درمیان صلح آپس میں محبت و یگانگت حضرت ایوب علیہ السلام کی شریعت کا دوسرا اصول تھا۔ جب آپ کو کوئی حاجت ہوتی۔ تو آپ بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو جاتے۔ اور پھر جو چاہتے اللہ کریم سے مانگتے۔

حضرت لیا خاتون اپنے شوہر حضرت ایوب علیہ السلام کے ان خصائل حمیدہ کو ملاحظہ فرماتیں اور آپ کی سیرت سے راہ ہدایت حاصل کرتیں۔ اور اس پر عمل پیرا ہوتیں۔ اور رضا الٰہی حاصل کرتیں۔

آزمائشوں کا دور:

لیکن ایک وقت ایسا آیا۔ کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے حالات میں تبدیلی آ گئی۔ اور بطور آزمائش و ابتلاء تمام نعمتیں آپ سے چھن گئیں۔ سب مال و دولت زمین جاگیریں آپ کے ہاتھ سے جاتی رہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر آزمائشوں پر آزمائشیں آتی گئیں۔ اور مشکلات پر مشکلات پڑتی گئیں۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام اور آپ کی بیوی لیا صبر جمیل کا مظاہرہ کرتے رہے۔ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے اور اس طرح حضرت لیا مشکلات پر صبر کرنے کی عادی ہو گئیں۔ اور تمام مصائب و آلام کے علاوہ آپ پر ایک آزمائش یہ آئی۔ آپ کو جسمانی بیماری لاحق ہو گئی۔ اور آپ شدید درد و الم میں مبتلا ہو گئے اور یہ مشقت برسوں آپ کو رہی۔ اور آپ اس مصیبت کو جھیلتے رہے اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اور دن رات اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور عبادت میں مصروف اور ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہے۔

آپ کی یہ بیماری طویل ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ سب لوگ آپ کو چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ اس نازک موقع پر صرف لیا خاتون ہی تھیں جو آپ کی غمگساری کرتیں اور ہر وقت آپ کی دیکھ بھال میں مصروف رہتیں۔ اور آپ کے حقوق کی نگہداری کرتیں۔ اور اس خوش گزران زندگی کو یاد رکھتیں۔ جو وہ حضرت ایوب علیہ السلام کی کفالت میں گزار چکی تھیں۔ اور آپ کی صحت مندانہ زندگی میں بھلے دن چکی تھیں۔ انہیں وہ دن یاد تھے جب بثنیہ کی جاگیروں کی پوری آمدنی آپ کے گھر میں آتی تھی۔ اور حد نظر تک آپ کے شوہر حضرت ایوب علیہ السلام کی زمینیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اور ان زمینوں میں ہر طرح کے باغات اور فصلیں ہر طرف لہلہایا کرتیں۔ ان خوش منظر خیالات کے ساتھ ساتھ اب اپنے پیارے شوہر کی دکھ بھری زندگی دیکھ کر غمناک ہوتیں۔ لیکن صبر جمیل کا دامن نہ چھوڑتیں اور حضرت ایوب علیہ السلام کی پیروی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت گزار بن کر شوہر کی خدمت اور اطاعت شعاری میں لگی رہتیں۔

اور دن رات شوہر کی دیکھ بھال میں مصروف نظر آتیں۔ اور دوسرے عزیزوں سے الگ تھلگ ہو کر اپنے خالق و مالک سے لو لگائے رہتیں۔ اور شوہر کی وفا شعاری میں ہر وقت مگن رہتیں۔ اور ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھتیں۔ اور اس خدمت و کار گزاری میں مصروفیت کی بنا پر آپ بہت نحیف و ناتوان ہو گئی تھیں۔ اور نہایت تنگی ترشی سے وقت گزار رہی تھیں۔ اور تمام مال و متاع اور بال بچے چھن جانے پر بھی کبھی ناراض نہ ہوئیں۔ اور شوہر کی المناک مصیبت کے باوجود کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتیں۔ اسی لئے علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ آپ صابرہ، نیک نیت، مشقتیں برداشت کرنے والی، سچائی کی حامی کار، نیکو کار، پاکباز اور راہ ہدایت پر چلنے والی تھیں۔

انبیاء علیہم السلام کی آزمائشیں:

حضرت ایوب علیہ السلام اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کا امتحان لیتا ہے۔ اور ان آزمائشوں کی وجہ سے ہی ان کے درجات بلند کرتا ہے۔ اور مصائب پر صبر کرنے پر اور راضی بہ رضا رہنے پر لوگوں کے لئے انہیں نمونہ بنا کر پیش کرتا ہے۔ اور حدیث پاک میں بھی آیا ہے۔ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"تمام لوگوں سے زیادہ آزمائش پیغمبروں کی ہوتی اس کے بعد دوسرے نیک لوگ پھر ان کے بعد اور دوسرے ان کے بعد ان سے نیچے کے لوگ"

اَشَدُّ النَّاسِ بَلاءً اَلْاَنْبِيَآءُ ط ثُمَّ الصَّالِحُوْنَ ثُمَّ الْاَمْثَلُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ ط طبرانی

اور اللہ تعالیٰ کے محبوب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کہ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر اس کے دین میں پختگی ہو تو اس کی آزمائش بھی زیادہ ہوتی ہے"

يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسْبِ دِيْنِهٖ فَاِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ صَلَابَةٌ زِيْدَ فِيْ بَلَآئِهٖ ط

تو حضرت ایوب علیہ السلام کو جتنی زیادہ مصیبتیں پہنچتی تھیں۔ وہ اتنا ہی زیادہ صبر و تحمل سے کام لیتے تھے۔ اور پوری طرح اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے تھے۔ اور انہیں اتنا ہی زیادہ اطمینان قلب ہوتا تھا۔ اور اتنا ہی وہ ذات الٰہی کی معرفت میں راضی برضا رہتے تھے۔ اور جو مصائب آپ نے دل جمعی اور سکون سے برداشت کئے اس پر دنیا بھر میں اس کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ اور آپ سے پہلے دنیا میں مصائب کے پہاڑ اتنے کسی نے برداشت نہیں کیا کئے۔ ایک شاعر نے آپ

کے مصائب کا بیان اپنے اشعار میں اس طرح کیا ہے:۔

اَرِحْ قَلْبَکَ الْعَانِیْ وَسَلِّمْ لَــــــــهُ الْــقَــــضَـــــا　　تَـفُزْ بِالرِّضَا فَالْاَصْلُ لَا یَتَحَوَّلُ

عَلَامَةُ اَهْلِ اللّٰهِ فِیْنَا ثَلَاثَةٌ　　اَمَـانٌ وَّتَـسْـلِـیْـمٌ وَّ صَبْـرٌ مُّجْمَلُ

''مصیبتوں میں صبر کرو اور اپنے آپ کو تقدیر کے سپرد کر دو۔ ہمارے اللہ والوں کی تین نشانیاں ہیں۔ پر امن رہنا سر تسلیم خم کرنا۔ اور صبر جمیل کا خوگر ہونا''۔

اللہ کریم سے شفاء کی دعا کرو:

حضرت لیا جو ہر وقت آپ کی ہمدرد اور غمگسار تھیں۔ اور شفقت و دلداری سے پیش آتی تھیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ شوہر کا دکھ حد سے بڑھ گیا ہے۔ اور اس حالت میں بھی سوائے شکر گزاری کے اور کچھ بھی زبان سے نہیں نکلتا ہے۔ تو آپ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے پیش ہو کر عرض کیا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ......:

یَـآ اَیُّـوْبُ اِنَّکَ رَجُلٌ مُّجَابُ الـدَّعْـوَةِ فَـادْعُ الـلّٰـهَ اَنْ یَّشْفِیَکَ ط فَقَالَ فِی النَّعْمَآءِ سَبْعِیْنَ سَنَةً فَدَعِیْنَا نَکُوْنُ فِی الْبَلَآءِ سَبْعِیْنَ سَنَةً ط ﴿مختصر تاریخ دمشق﴾

''پیارے ایوب علیہ السلام! اللہ تعالیٰ آپ کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ آپ کو شفا عطا فرمائے حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا! رہنے دو! ہم نے ستر برس نعمتوں میں گزارے ہیں۔ اب ستر برس مشکلات میں بھی گزار لیں''۔

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی لیا

نے آپ سے عرض کیا۔ کہ اگر آپ اپنے پروردگار سے دعا کرتے۔ تو وہ آپ کی مشکلات دور فرما دیتا۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ میں نے صحت وتندرستی میں ستر سال گزارے ہیں۔ کیا یہ کوئی بڑی بات ہے۔ کہ میں بیماری میں صبر کرتے ہوئے ستر سال گزار دوں۔ (قصص الانبیاء ابن کثیر)

جب حضرت لیا نے اپنے پیارے شوہر سے یہ بات سنی جو ایمان وتسلیم اور اطاعت الٰہی کو پختہ کرنے والی تھیں۔ تو آپ بہت متاثر ہوئیں۔ اور ظاہری اور باطنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمالیا۔ کہ ان کے شوہر نے صبر وبرداشت کی ایک نادر اور روشن مثال قائم کی ہے۔ اور عاجزی انکساری پر راضی برضا رہنے اور مشیت الٰہی کے سامنے جھک جانے کا ایک لازوال نمونہ پیش کیا ہے۔ اور انہوں نے یہ جان لیا۔ کہ وہ اس پیغمبری مرتبے تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اور صبر کے جس مقام پر ان کے شوہر پہنچ گئے ہیں۔ یہ وہاں تک عروج وبلندی حاصل نہیں کرسکتیں۔ کیونکہ وہ ایک اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ اور یہ ان کی پیروکار امت کی ایک فرد لیکن آپ مسلسل ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتی رہیں۔ اور اس کا انہوں نے حق ادا کردیا۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر پختہ ایمان رکھ کر حضرت ایوب علیہ السلام کی محبت میں ثابت قدم رہیں۔ اور جب تک اللہ کریم نے حضرت ایوب علیہ السلام کو شفائے کلی عطا نہیں فرمائی۔ اور وہ صحیح سالم نہیں ہوگئے۔ ان کے پائے اطاعت میں لغزش نہیں آئی۔ اللہ کریم اس کا یہاں خود فرماتے ہیں۔

"بے شک ہم نے انہیں ثابت قدم پایا۔ بہت خوب بندے تھے بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے"۔

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ☆

﴿ص : ۴۴﴾

واقعہ حضرت ایوب علیہ السلام صابر احادیث مبارکہ میں:

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کہ صبر جمیل کا انجام ہمیشہ اچھا اور مبارک ہوتا ہے۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام اس معاملے میں صابروں کے امام وپیشوا ہیں۔ جو طرح طرح کے مصائب جھیل کر ایک اچھا نمونہ پیش کر گئے۔

اس دنیا میں حضرت ایوب علیہ السلام کا کڑا امتحان ہوا۔ کہ سوائے حضرت لیا خاتون کے کوئی بھی آپ کے ساتھ نہ رہا۔ صرف اس ایک صابرہ شاکرہ نے کڑے وقت میں آپ کا ساتھ دیا۔ سوائے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے باقی تمام مصائب و آلام ان کے ساتھ برابر برداشت کرتی رہیں۔ اور صبر وشکر کے ساتھ اور تسلیم کامل کے ساتھ راضی بہ رضا رہیں۔ اور اللہ کریم کی جانب سے امن و ایمان' سعادت وعبادت اور سکون قلب کا پروانہ حاصل کیا۔ اور یہ دونوں مل کر اٹھارہ برس تک صبر وتحمل کے ساتھ آلام ومصائب سے کشتی لڑتے رہے۔ اور جناب رب العزۃ میں سرخرو ہوئے۔ حتیٰ کہ آخر میں حضرت ایوب علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں ستدعا کی کہ وہ ان کی مصیبت کا خاتمہ فرما دے۔ تو اللہ کریم نے اس مشکل کا حل کس طرح فرمایا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

اور ایوب علیہ السلام کو یاد کرو۔ جب انہوں نے اپنے پروردگار سے یہ دعا کی۔

وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ☆ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ☆

﴿ الانبیاء ۸۳. ۸۴ ﴾

''کہ مجھے ایذا ہو رہی ہے۔ اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی۔ اور جو ان کو تکلیف تھی وہ دور کر دی۔ اور ان کو بال بچے بھی عطا فرمائے اور اپنی مہربانی سے ان کے ساتھ اتنے ہی اور بخشے۔ اور عبادت کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے''۔

اور یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ احادیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے۔ اور حضور محبوب رب العالمین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حضرت ایوب علیہ السلام اور آپ کی صابرہ شاکرہ بیوی کا قصہ بیان فرمایا ہے۔

اب ہم حضرت ایوب علیہ السلام کا بیماری سے شفا پانے کا واقعہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں معلوم کرتے ہیں۔ اور اس قصے میں جو روحوں کو بھی شفا بخشتا ہے۔ اور دلوں کے روگ بھی دور کرتا ہے۔ اور ایمان والوں کے لئے مونس جان ہے۔ دلچسپی لیتے ہیں۔

حضرت ابن حبان اور دیگر محدثین صحیح اسناد کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا:۔

کہ حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ برس تک آزمائش میں پڑے رہے۔ اور آپ کے اپنے پرائے سب آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ حتیٰ کہ آپ کے دو بھائی جو آپ کے خاص رشتہ دار تھے اور صبح و شام آپ کی خبر گیری کے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ کہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ ایوب سے کوئی نا کردنی

گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ جس کی یہ سزا بھگت رہے ہیں۔ دوسرے نے پوچھا کونسا گناہ ؟

پہلا کہنے لگا۔ اٹھارہ برس ہو گئے۔ آپ کی مشکلات کا خاتمہ ہی نہیں ہوا۔ اب دوسرے نے شام کو حضرت ایوب علیہ السلام سے اس بات کا تذکرہ کر دیا۔

تو آپ نے فرمایا:۔

''جو تم کہہ رہے ہو۔ اس بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔ ہاں مجھے اتنا معلوم ہے۔ کہ دو آدمیوں کے پاس سے گزرا کرتا تھا۔ کہ وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوتے تھے۔ اور بیچ میں اللہ تعالیٰ کا حوالہ دیتے تھے۔ اور میں گھر آ کر ان کی طرف سے کفارہ ادا کیا کرتا تھا۔ تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد نہ بن جائیں۔

کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کے ایک بیمار نبی کو کہیں دیکھا ہے؟

حضرت ایوب علیہ السلام روزانہ قضاء حاجت کے لئے باہر جاتے تھے اور واپسی پر انہیں حضرت لیا خاتون اپنے ہاتھ سے سہارا دے کر انہیں بستر پر لاتیں۔ اور ان کی دیکھ بھال کرتیں۔ ایک روز آپ قضاء حاجت کے لئے باہر گئے ہوئے تھے۔ اور لیا کے پاس پہنچنے میں انہیں دیر ہو گئی۔ وہیں راستے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو وحی فرمائی۔ کہ ہم نے کہا:۔

''زمین پر لات مارو دیکھو چشمہ	اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ
نکل آیا۔ نہانے کو ٹھنڈا اور پینے	بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ

کو شیریں''۔

جب حضرت ایوب علیہ السلام کے گھر آنے میں دیر ہو گئی۔ تو حضرت لیا خاتون آپ کی تلاش میں نکلیں۔ تو آپ سامنے سے آرہے تھے۔ کہ آپ کے جسم پر بیماری کی کوئی علامت نہیں تھی۔ اور پہلے کی طرح ایک دم سے صحت مند اور چاک و چوبند تھے۔ لیکن حضرت لیا خاتون اس اچانک تبدیلی کی وجہ سے آپ کو پہچان نہ سکیں۔

جب آپ نے انہیں دیکھا تو ایک اجنبی سمجھ کر ان سے پوچھنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے۔ کیا آپ نے اس بیمار پیغمبر کو کہیں دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ بیماری نبی میں ہی ہوں یہ سن کر آپ باغ باغ ہو گئیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کی بارش:

حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے۔ ایک گندم کا اور ایک جو کا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے۔ ایک گندم کے کھلیان پر برسا تو سونا بن کر بہہ پڑا۔ اور ایک جو کے کھلیان پر برسا تو چاندی بن کر بہنے لگا۔ (ابن حبان وابو یعلی وغیرہ محدثین)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے حدیث مبارکہ درج کی ہے۔ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ ایک بار حضرت ایوب علیہ السلام کپڑے اتار کر ننگے بدن غسل فرما رہے تھے۔ کہ آپ پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش ہونے لگی۔ تو آپ اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر انہیں کپڑے میں اکٹھا کرنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آواز دی۔ کہ ایوب علیہ السلام ہم نے تمہیں کیا دولت دنیا سے بے نیاز نہیں کر دیا؟ تو آپ نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار ہاں کیوں نہیں! لیکن میں تیری برکت و رحمت سے تو بے نیاز نہیں ہوں۔

یہ وہ واقعات ہیں جو حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کی بیوی کے بارے میں قرآن وسنت میں آئے ہیں۔ اور وہ جو طول طویل چیزیں ان کے بارے میں اسرائیلی روایات سے منقول ہیں۔ ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔

محترم قارئین میں چاہتا ہوں کہ کچھ ان منکر روایات کے بارے میں بھی عرض کر دوں۔ جو حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کی بیوی لیا کے بارے میں غیر مستند حوالوں سے درج ہیں۔ جنہیں عقل تسلیم نہیں کرتی۔ یا جو شخص انبیاء علیہم السلام کی قدر ومنزلت کے بارے میں کچھ معلومات رکھتا ہے۔ وہ ایسی اسرائیلی خرافات کو تسلیم

کرنے کو کبھی تیار نہیں ہوگا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں ابن العربی سے نقل فرماتے ہیں کہ:

قرآن وسنت میں اتنا ہی ہے جو مذکور ہوا۔ بس وہی درست ہے۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے بارے میں جو بے سروپا باتیں بعض کتب میں منقول ہیں سب من گھڑت اسرائیلی روایات ہیں۔ جن کی قرآن وسنت میں کوئی اصل نہیں اور یہ جو آپ کی آزمائش کے بارے میں منقول ہے۔ کہ ان کا سارا جسم زخموں سے گل گیا تھا۔ اور اس میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ اور آپ کوڑھ (جذام) چیچک جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور لوگ انہیں نفرت اور چھوت کی وجہ سے ایک اروڑی پر پھینک آئے تھے۔ یہ باتیں شان پیغمبری کے منافی ہیں۔ اس مقام پر...... مشہور مفسر علامہ سید رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر المنار میں بہت خوبصورت بات لکھی ہے۔ کہ تمام مسلمانوں کا عموماً اور اہل السنّت کا خصوصاً اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ذلت آمیز اور قابل نفرت بیماریوں اور عارضوں سے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو محفوظ فرمایا ہے جس سے لوگ نفرت کرتے ہوں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا تبلیغ دین کے سلسلے میں لوگوں کے پاس آنا جانا ہوتا ہے۔ اور پیغمبر کے اندر اخلاقی اور جسمانی کوئی ایسی کمزوری نہیں ہوتی جس سے لوگوں کو نفرت ہو۔ اور اس کا اعتقاد رکھنا ہر مومن کے لئے لازمی ہے۔ اور اس کے خلاف کا انکار ضروری ہے۔

پھر علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کی ابتلاء محض مال و دولت حشم وخدام ڈھور ڈنگر اور دوسری آسائش و راحت کا عارضی طور پر چھن جانا تھا۔ اور بیماری بھی ایسی نوع کی تھی۔ کہ جسم اور جلد پر ٹیسیں اور درد محسوس ہوتا تھا۔ اور جیسے اندرونی کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ ہڈیوں اور جوڑوں کے درد وغیرہ۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ آپ کی آزمائش مال و جان و اہل کے بارے میں تھی۔ جس پر یہ میاں بیوی بفضل تعالیٰ شانہ پورے اترے اور ہر حال میں اللہ کریم کا شکر ادا کرتے

رہے۔

علامہ موصوف مزید لکھتے ہیں۔آپ کی بیماری طویل ہوگئی۔اور ابتلا کا یہ دور برسوں پر محیط ہوگیا۔اور شیطان نے آپ کو ناشکری پر ابھارنے کے لئے بہت جتن کیے۔ وسوسے آپ کے دل میں ڈالے۔اور بالکل ناکام رہا کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور معصوم پیغمبر تھے۔اور ان کا تعلق ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے جڑا رہا۔اور وہ اپنے پروردگار کے شکر گزار رہے۔جس پر شیطان لعین ناکام و نامراد ہوا۔اور منہ کی کھا کر واپس لوٹا۔جب حضرت ایوب علیہ السلام مکمل طور پر اللہ کریم کے شکر گزار تھے۔اور شیطان کے باطل وساوس ان پر کوئی اثر نہیں کرتے تھے۔اور وہ بارگاہ الٰہی میں سرخرو ہوگئے تھے۔آخر کار امید کے آخری اور حتمی ملجا و ماوی اللہ کریم ذات گرامی کی طرف رجوع کر کے فریاد کی اور گڑ گڑائے:۔

’’اے اللہ کریم شیطان نے	اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ
مجھے ایذاء اور تکلیف دے رکھی	بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ☆
ہے‘‘۔	﴿ص : ۴۱﴾

اسی وقت رحمت الٰہی جوش میں آئی۔اور حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کی بیوی پر رحمت خداوندی کی بارش ہونے لگی کیونکہ ان دونوں نے لمبی آزمائشوں پر ثابت قدمی دکھائی تھی۔اور صبر جمیل پر عمل پیرا رہے تھے۔اور یہ دونوں روئے زمین پر اس وقت عبادت گزار تھے۔جو خیر اور نیکی کے خوگر تھے۔خدائے روف رحیم نے ان کی عاجزی و انکساری قبول کرتے ہوئے فرمایا:۔

چیزوں کے طبی خواص قرآن حکیم اور احادیث نبوی سے جو علم وحکمت کا ذخیرہ ہے سے استنباط کر کے لکھے ہیں۔ اور ان کے علاوہ بھی کئی مسلمان طبیبوں نے بعض قدرتی چشموں کا ذکر فرمایا ہے۔ جس میں اللہ کریم نے اپنی قدرت کاملہ سے بیماریوں کے لئے شفائی اثرات رکھے ہوئے ہیں۔ اور دنیا کے کئی ملکوں میں شفائی اثرات کے حامل قدرتی چشمے موجود ہیں۔ جن سے وہ ملک اقتصادی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور ان شفائی چشموں کا پانی بوتلوں میں پیک کر کے تجارتی مقصد کے لئے دنیا کی تجارتی منڈیوں میں پیش کر کے معاشی فائدے حاصل کرر ہے ہیں۔ جیسا کہ ہم بعض بازاروں میں اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

علامہ راغی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی قابل قدر تفسیر میں حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ میں روحانی چشمے کا ذکر کیا ہے جسے اللہ کریم نے اپنا فضل وکرم فرما کر اپنے پیارے پیغمبر کی وساطت سے شفائی اثرات کا حامل بنا دیا۔

نوٹ:

بعض جدید مفسرین نے ان روحانی خواص کے حامل چشموں کو گندھگ کی آمیزش کے چشمے قرار دیا ہے۔ جو ان کا ذاتی خیال ہے۔ حالانکہ یہ شفائی اثرات اللہ کریم نے اپنے محبوب پیغمبر کے قدم زمین پر مارنے پر پیدا فرما دیے۔۔ جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بچپن میں ایڑیاں زمین پر رگڑ نے سے اپنی قدرت کاملہ سے ساری دنیا کے لئے روحانی اثرات کا حامل چشمہ بیت اللہ شریف کے جوار میں ظاہر کر دیا۔ یہ بار بار گندھک کو بیچ میں لانا کیا ضروری ہے؟ جو خالق کائنات گندھک میں شفائی خواص پیدا کرسکتا ہے۔ وہ براہ راست کسی بھی پانی میں پیدا کرسکتا ہے۔ اور روایات احادیث میں گندھک کا کہاں ذکر ہے۔ اللہ کریم نے اپنی قدرت کاملہ سے پیغمبروں اور اپنے پیاروں کے واسطہ سے ان روحانی شفائی چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور پھر دنیا میں گندھک کا کونسا ایسا چشمہ ہے۔ جس میں غسل کرتے ہی اٹھارہ

سالہ بیمار اسی وقت تندرست وتوانا ہو جاتا ہے۔ یہ سب غیر مسلم مستشرقین کے باطل نظریات ہیں۔ جو ہمارے بعض جدید علماء اسلام نے قبول کر لئے ہیں۔ (فیا للعجب)

خاکسار مترجم کتاب محمد عبدالرشید قاسمی لاہور۔

لہذا جب حضرت ایوب علیہ السلام اس مبارک چشمے سے غسل کر کے واپس آ رہے تھے اور حضرت لیا خاتون اپنے شوہر کی تلاش میں جا رہی تھیں۔ کہ دونوں کی ملاقات ہوئی۔ اتنی شدید بیماری میں اچانک آپ کو صحیح سالم چاک وچوبند دیکھ کر آپ انہیں پہچان نہیں سکیں۔ اور آپ سے ہی سوال کر بیٹھیں۔ کہ کیا آپ نے کہیں ایک بیمار پیغمبر کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے ان کی حیرانی دور کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ بیمار میں ہی ہوں۔ تو آپ ان کی معجزانہ شفایابی پر حیران رہ گئیں۔ اور وفور مسرت سے ہشاش بشاش ہو گئیں۔ اور سجدہ شکر بجا لائیں۔ اور فرمانے لگیں کہ:۔

اِنَّ رَبِّـــیْ عَــلـــی کُــلِّ شَیْــیٍٔ قَدِیْرٌ ☆ وَاِنَّــہٗ یُـحْــیِ الْعِظَامَ وَ ھِیَ رَمِیْمٌ



”میرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے۔ اور وہ بوسیدہ ہڈیوں کو زندگی بخشتا ہے“۔

اللہ کریم لیا خاتون کا اکرام کرتا ہے:

اللہ تعالی نے اپنی کمال شفقت سے حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت لیا خاتون کا خصوصی اکرام فرمایا۔ اور ان کا مال و دولت اھل وعیال، ڈھور ڈنگر، اونٹ گھوڑے، جاگیریں زمینیں واپس لوٹا دیں اور تمام نعمتوں سے انہیں دوبارہ نواز دیا۔ علماء کہتے ہیں اللہ تعالی نے دنیا میں انہیں کڑی آزمائش میں ڈالا۔ اور دنیا میں بھی انہیں کئی گنا زیادہ اجر وثواب عطا فرمادیا۔ اور پہلے مال واولاد واپس کرنے کے علاوہ اللہ تعالی نے حضرت ایوب علیہ السلام کو چھبیس بیٹے اور ارزانی فرمائے۔ اور حضرت لیا خاتون

کے ساتھ اللہ کریم نے اکرام واعزاز کا ایک خصوصی برتاؤ فرمایا۔ کہ مرض کے دوران میں کسی بات پر ناراض ہو کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی تھی۔ کہ میں اپنی بیوی کو سو کوڑے ماروں گا کیونکہ ایک مرتبہ وہ گھر کے کسی ضروری کام میں دور نکل گئیں۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچنے میں انہیں دیر ہوگئی۔ جس پر آپ نے غیرت کے مارے یہ قسم کھالی۔ اور اب ان کی وفاداری اور خدمت گزاری کو دیکھ کر پریشان تھے۔ کہ میں ناحق انہیں کوڑے ماروں گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو صحت کاملہ عطاء فرمائی' تو ان کی قسم پوری کرنے کی غرض سے اللہ کریم نے انہیں یہ ترکیب بذریعہ وحی تعلیم فرمائی۔ کہ وہ ریحان (نازبو) کی سونرم شاخیں لے کر ان کو ایک ہی دفعہ لیا خاتون کے ماردو۔ تو تمہاری یہ سو کوڑے مارنے کی قسم پوری ہو جائے گی۔

تو یہ تھا حضرت لیا کا اعزاز و اکرام جو اللہ کریم کی طرف سے خوشی اور راحت کی صورت میں انہیں مرحمت ہوا۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہردم ڈرتے رہتے ہیں۔ وہ ایسے ہی انعامات کے حق دار ہوتے ہیں۔ اور اسی پر حضرت لیا خاتون کو تمغہ رضاء ربانی سے نوازا گیا۔

اور حضرت ایوب علیہ السلام کو امتحانات پر پورا اترنے پر امتیازی رعایات سے سرفراز فرمایا گیا۔ اور اللہ کریم نے خود اپنی زبان رحمت سے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ☆

﴿ ص : ۴۴ ﴾

''ہم نے انہیں صابر پایا کہ وہ ایک اچھے انسان تھے۔ اور وہ بارگاہ الٰہی میں رجوع کرنے والے تھے''۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ کریم کی اسی رخصت سے فائدہ اٹھا کر قسموں اور نذروں کے بارے میں فقہاء کرام نے آسان حیلے تجویز فرمائے

ہیں۔اور دیگر فقہائے عظام نے کئی مشکلات سے عہدہ بر آہونے کے لئے باب الحیل کا اضافہ کیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خصوصی رخصت اور آسانی اللہ تعالیٰ کا حضرت ایوب علیہ السلام اوران زوجہ محترمہ لیا خاتون کے لئے ایک خاص اعزاز اور پروانہ خوشنودی تھا۔جوان مصیبتوں پر صبر کرنے اور راضی برضا رہنے پر بخشا۔

تو یہ تھی سیرت طیبہ اس صابرہ و طاہرہ خاتون کی جو دنیا کی شکر گزار خواتین کے لئے نمونہ عمل ہے۔الحمدللہ تعالیٰ انہیں نیک پاک خاتون کے ذکر سے ہم نے مشام جان کو معطر کیا ہے۔اور ہمیں امید ہے کہ ہمارا یہ بیان حدیث نبوی کے بھی مطابق ہے۔

آئیں اب ہم آخر میں قرآن پاک کی زبان میں صابروں کی شان میں طب اللسان ہوکر اپنی زبانوں کو مطہر اور کانوں کو معطر کریں۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ☆ اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ☆ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ☆

﴿البقره : ١٥٧.١٥٥﴾

''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو خدا کی خوشنودی کی بشارت سنا دو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے۔تو کہتے ہیں کہ ہم خدا ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے۔اور یہی سیدھے رستے پر ہیں''۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے مطابق نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا۔ جس کا ذکر آیت بالا میں موجود ہے۔

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے روایت ہے۔ کہ کچھ صحابہ کرام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں کچھ اپنی ذات گرامی کے بارے میں بتائیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

''کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری کا ثمرہ ہوں''۔	اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَ بُشْرٰی عِیْسٰی تفسیر قرطبی ﴿۲/۱۳۱﴾

حضرت رعلہ خاتون کی وفات:

حضرت رعلہ بہت خیر خواہ فلاحی کام کرنے والی اور عبادت گزار تھیں۔ اور وہ سمجھتی تھیں۔ کہ وہ ایک ذمہ دار پیغمبر کی بیوی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی طرف راہنمائی کرنے کے لئے دنیا میں بھیجا ہے۔ اور وہ اس خدائے جبار وقہار کی توحید پھیلانے آئے ہیں۔ جو ساری کائنات کا بادشاہ ہے اور رعلہ خاتون نے اسی بیت اللہ کے سایہ میں جان جاں آفرین کے سپرد کی۔ آپ راضی برضا رہنے والی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکرگزار خاتون تھیں۔ اسی مکہ کی فضاؤں میں اپنے انوار و برکات بکھیر کر علیین کو روانہ ہوگئیں۔ اور نیک روحوں کے ساتھ جا ملیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی رعلہ نے روئے زمین کی عورتوں کے لئے پاک کریمانہ زندگی کے انمٹ نشان چھوڑے ہیں۔ جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔ اور نیکیوں کے میدان میں آپ اس لائق ہیں کہ دنیا کی عورتیں آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں۔

IqbalCyberLibrary All rights reserved ©2002-2006

اللہ تعالیٰ رعلہ خاتون سے راضی ہو اور آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

آمین



حضرت صفورة

قرآنی پس منظر میں:

حضرت موسیٰ پیغمبر علیہ السلام اور آپ کی بیوی کے قصہ میں کئی حیران کن اور نورانی مقامات آتے ہیں۔ اور کئی شیریں دل پذیر نازک واقعات پیش آتے ہیں۔ جو روح کے اندر ایک روحانی مسرت کو ابھارتے ہیں۔ اور انسانی جوہر کو بیدار کر کے ایمانی آسمان پر اسے ستاروں کی طرح جگمگ کر دیتے ہیں۔ اور اس سے ایک ایسا کامل انسان تخلیق کرتے ہیں۔ جس کا اپنے خالق سے مضبوط رابطہ ہو جاتا ہے۔ جو اسے جنت نعیم کی طرف لے جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی حالات:

آیئے! ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ابتدائی زندگی پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ اور پھر ان کے ساتھ مقدس علاقے مدین کی جانب نکلتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں۔ کہ وہاں آپ کو کیسے کیسے تازہ واقعات پیش آتے ہیں۔ اور کیسے مدین کی دو نوجوان لڑکیوں سے ملنے کا پاکیزہ اتفاق ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ ہم قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کریں گے۔

فرعونی محل:

دیکھیے وہ فرعون کا عظیم شاہی محل ہے جو اونچی اونچی بھاری دیواروں سے گھرا ہوا ہے۔ اور کمروں میں گاؤ تکیے لگے ہوئے ہیں۔ اور فرعونی بود و باش کے نشانات اس سے ٹپک رہے ہیں۔ محل کی دیواروں پر ان جھوٹے خداؤں کی مورتیاں بنی ہوئی ہیں۔ جو پورے مصر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ایک بڑے ہال میں فرعون کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ جس نے پورے **ملک** کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ اور بزعم خود خدا بنا ہوا ہے۔ اور کہتا ہے کہ:

''میں تمہارا رب ہوں''۔ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ☆

تو ایسے ماحول میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پروان چڑھے۔ کہ وہاں کسی پاکیزہ وبود و باش کا نام ونشان نہیں تھا۔ جو اس پاکیزہ فطرت انسان کو اپنی طرف متوجہ کرتے اور ان کی کسی چیز سے متاثر ہوتے۔ کیونکہ ان کی فطرت تو اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں استوار ہوئی تھی۔ اور انہوں اس پاکیزہ خاندان کا دودھ پیا تھا۔ جن کی سیرتیں وحی کے ڈھانچے میں ڈھلی ہوئی تھیں۔ اللہ کریم نے اپنی کمال حفاظت سے انہیں شرک وبت پرستی کے جنجال سے بالکل بچائے رکھا تھا۔ اور توحید ان کی گھٹی میں رچی بسی ہوئی تھی۔ باوجودیکہ آپ کی تربیت اور نگرانی پر فرعونی محل کے بڑے بڑے گھاگ بت پرست پیشوا متعین تھے۔ جو چند فرعونی سکوں کے بدلے میں بکے ہوئے تھے۔ اور ہدایت کے بدلے میں گمراہی سمیٹ رہے تھے۔

کمال نبوت ورسالت:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے۔ تو اس نوخیز نوجوان کو اللہ کریم نے علم و حکمت یعنی نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا۔ اور انسانی کمال کے لئے نبوت و رسالت سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہیں۔ جو اللہ کریم نے اپنے منتخب اور پسندیدہ بندوں کو عطا فرمایا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس دین کے سمجھانے پر متعین تھے جسے انہوں نے اپنے پاکیزہ کردار آباؤ اجداد سے حاصل کیا تھا۔ جن میں ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام نامی سرفہرست ہے۔ اور براہ راست اللہ کریم سے مرتبہ نبوت پا کر بذریعہ وحی الٰہی ایک نئے مکمل دستور کی صورت میں اپنی امت کے سامنے پیش فرمایا۔

اللہ کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کئی امتیازی خصوصیات سے نوازا تھا۔ آپ نے بت پرستی کے گھمبیر ماحول میں رہتے ہوئے بھی کبھی کسی بت کے آگے سجدہ نہیں

کیا۔اور ایک نوازش الٰہی آپ پر یہ ہوئی کہ قادر مختار نے انہیں علوم روحانی اور قوت جسمانی سے بھرپور حصہ عطا فرمایا۔اب وہ تعلیمات الٰہی کو بڑے بڑے سرکش لوگوں تک پہنچانے میں کسی قسم کا خوف و ڈر خاطر میں نہیں لاتے تھے۔اور سوائے خدا وند کریم کے کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی تھی یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص انعام تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلتے ہیں:

اور اسی قوت و زور کو ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے **ملک** سے نکلنے کا ذریعہ بنا دیا ہوا یوں کہ ایک دن آپ اچانک مصر شہر کے بازار میں نکلے۔یہ دوپہر کا وقت تھا۔اور گرمی زوروں کی پڑ رہی تھی۔اور لوگ اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے۔اسی دوران میں کہ آپ ایک طرف کو چلے جا رہے تھے۔کہ آپ نے دیکھا دو شخص آپس میں لڑتے ہوئے دست و گریبان ہیں۔جن میں ایک اسرائیلی اور ایک فرعون کے محل کا ایک افسر جو کہ قبطی اور فرعون کی قوم کا ایک فرد تھا۔اور ظاہر ہے کہ افسر ایک غلام قوم کے اسرائیلی فرد پر ظلم کر رہا تھا۔

لہٰذا جب اسرائیلی شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔تو قبطی کے مقابلے میں مدد کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارا اور فریاد کی۔اور یہ قبطی ان دنوں کی مخالف قوم کا دشمن فرد تھا۔اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مظلوم کی حمایت میں آکر ایک مکا مار دیا۔اور وہ آپ کا طاقتور بھاری مکا برداشت نہ کر سکا۔اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے ہرگز مارنا نہیں چاہتے تھے۔وہ تو جھگڑا ختم کرنا اور اسے ڈرانا دھمکانا چاہتے تھے۔

اس امر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گہرا رنج پہنچا۔لیکن اب تو جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام رات بھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلب گار ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہے۔اسی بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے:۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ﴿القصص : ۱۶﴾

عرض کیا اے میرے پروردگار میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ تو مجھے بخش دے۔

لہٰذا اللہ کریم نے اپنے بندے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ اور

فَغَفَرَلَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ☆

تو خدا نے انہیں بخش دیا۔ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿القصص : ۱۶﴾

اسی موقعہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے عہد کیا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔

رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَکُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ☆ ﴿القصص ۱۷﴾

"اے میرے پروردگار! تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے میں آئندہ کبھی گنہگاروں کا مددگار نہیں بنوں گا"۔

صبح کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے کارندوں سے ڈرتے ڈرتے شہر میں نکلے۔ آپ کو اندیشہ ہوا۔ کہ کہیں لوگوں کو معلوم نہ ہو جائے کہ کل جو آدمی قتل ہو گیا تھا۔ اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک اسرائیلی کی حمایت میں قتل کیا ہے۔ کیونکہ انہیں پورا شک تھا کہ موسیٰ علیہ اسلام اپنی قوم کے ہی ایک فرد ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی فرعونی محل میں رہ کر اپنی قوم اسرائیل کے لئے فلاح و بہبود کا کوئی کام کرنا مشکل تھا۔ لہٰذا انہوں نے یہ سمجھ لیا۔ کہ اب ان کا فرعون کے محل اور کفر کے گڑھ میں رہنا نامناسب ہے۔ کہ اس کا اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔

آپ اسی طرح دل میں کئی خدشات لئے چلے جا رہے تھے۔ کہ آپ نے اسی

اسرائیلی کو کسی دوسرے قبطی سے لڑتے ہوئے دیکھا۔ جو انہیں آوازیں دے رہا تھا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام آیئے میری مدد کیجئے! یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام غصہ میں آگئے۔ اور بار بار جھگڑا کرنے پر آپ کو اس اسرائیلی پر بہت طیش آیا۔ اور اسے فرمانے لگے:۔

''بے شک تو صریح گمراہ ہے''۔ اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ☆ ﴿القصص:۱۸﴾

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے پکڑنے کے لئے آگے بڑھے۔ جب اسرائیلی کو معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے پکڑنا چاہتے ہیں۔ تو وہ خوف اور بدحواسی سے کہنے لگا:۔

''اے موسیٰ علیہ السلام جس طرح تم نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا۔ اسی طرح چاہتے ہو کہ مجھے بھی مار ڈالو''۔

یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ کَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ﴿القصص ۱۹﴾

اس طرح قتل کی یہ خبر فرعون تک پہنچ گئی۔ تو جب معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو قتل کیا ہے۔ تو اس نے ان کی تلاش میں آدمی بھیج دیئے۔ لیکن فرعون کے کارندوں کے آنے سے پہلے ہی آپ کا ایک خیر خواہ شخص دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس خطرے سے آگاہ کیا۔ اور آپ کو مصر سے نکل جانے کا مشورہ دیا۔

مصر سے روانگی:

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران و سراسیمہ مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور آپ کو نہیں معلوم تھا کہ کدھر کو جائیں۔ کیونکہ اس سے پہلے آپ کبھی مصر سے کہیں باہر نہیں گئے تھے۔ اور پھر آپ کو پکڑے جانے کا بھی خطرہ تھا۔ جب آپ نکلے ہیں۔ اس

وقت مصر پر رات کا پہرہ تھا۔ جب آپ اس راستے پر چل پڑے جو مدین کی طرف جا تا تھا۔تو آپ نے اللہ کریم سے فریاد کی۔ اور اپنے آپ کو اسی کے سپرد کیا۔اور دعا کی کہ وہی کسی صحیح منزل پر لے جائے۔اور حقیقت میں یہی راستہ جس پر آپ رواں دواں تھے آپ کی منزل مقصود کی طرف جا تا تھا۔(قصص الانبیاء ابن کثیر وتفسیرا لرازی)

مدین کی طرف روانگی:

لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں پکڑے نہ جائیں۔ نہایت احتیاط سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے سر زمین مصر سے دور نکل گئے۔آپ اکیلے ہی جنگلوں اور صحراؤں کو طے کرتے چلے جا رہے تھے۔اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آپ کا مونس و ہمدرد نہیں تھا۔اور آپ اللہ تعالیٰ کی زمین پر چلے جا رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا کرم فرمایا۔اور آپ کا رخ منزل مقصود کی طرف پھیر یا د۔اور وہاں پہنچ گئے جہاں تک فرعون کے ہاتھ نہیں پہنچ سکتے تھے۔اور اس مقام کا نام مدین تھا۔

''مدین'' حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا شہر تھا۔ جو مدینہ منورہ اور شام کے درمیان تبوک کا ایک تجارتی مرکز تھا۔یہیں پر وہ کنواں ہے۔ جہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کے مویشیوں کو پانی پلایا تھا۔علامہ یاقوت اور قزوینی ابوزید سے نقل کرتے ہیں۔ کہ زید فرماتے ہیں۔ کہ میں یہ کنواں دیکھا ہے۔یہ اوپر سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔اور اس کے اوپر ایک عمارت بنادی گئی ہے۔ اور شہر والوں کو اسی کے چشمے سے پانی پہنچتا ہے۔اور لوگ اس کنوئیں کی زیارت کرتے ہیں۔اور ''مدین'' کا ذکر عربی شاعروں کے اشعار میں بھی آتا ہے۔اور مدین کے رھبان اور وہ لوگ جن سے میں نے ملنے عہد کیا تھا وہ عذاب کے ڈر سے بیٹھے رو رہے ہیں۔اگر وہ اس کی باتیں لیتے جیسے میں نے سن رکھی ہیں تو عزۃ کے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کنوئیں پر اہل مدین کی یہ طرز معاشرت ملاحظہ فرمائی۔تو یہ دیکھ کر آپ کو اپنی بھوک پیاس اور تھکاوٹ بالکل بھول گئی۔اور آپ کے دل میں ایک واعیہ پیدا ہوا۔اور وہ ایک نیک اقدام پر آمادہ ہو گئے جو انہیں بذریعہ الہام القاء ہوا۔کہ ان خواتین کو اس وقت مدد کی ضرورت ہے۔اور مجھے اس وقت ان کے ریوڑ کو پانی پلا کر ان بیچاریوں کی مدد کرنی چاہیے۔

لوگوں پر شفقت کرنا اور انسانوں سے نیک برتاؤ کرنا چاہے وہ انہیں جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اعلیٰ ظرفی ہے۔اور اولوالعزم پیغمبروں کا حسن اخلاق ہے۔اور نیکوکاروں اور سچے لوگوں کا طرز زندگی ہے۔

اور یہ موسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے کلیم بننے کو دنیا میں پیدا ہوئے تھے۔اور اس وقت اپنے ملک مصر سے دور غریب الوطن اور بے سہارا تھے لیکن آپ کا پاکیزہ قلب اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت کی جولانیوں کا مرکز تھا۔اور اللہ تعالیٰ کے مضبوط نظام سے مربوط تھے۔اس وقت غریب الوطن اور بے سہارا ہونے کے باوجود انہوں نے ہمت کی اور آگے بڑھ کر ان کی مدد کرنے کا تہیہ کر لیا۔اور رافت و ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان لڑکیوں سے پوچھا:۔

"محترم خواتین تمہارا کیا معاملہ ہے"۔ مَا خَطْبُكُمَا ﴿قصص: ۲۳﴾

یعنی تم اس طرح کنارے کیوں پریشان کھڑی ہو۔اور کیوں تم نے اپنے ریوڑ کو روک رکھا ہے؟ لڑکیوں نے جواب دیا۔کہ ہم مردوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔اور دوسرے چرواہوں کے منہ نہیں لگ سکتیں۔اس لئے ہم ان کے جانے کے بعد ہی پانی پلاتی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا۔کہ تم خود بکریاں کیوں چراتی ہو۔انہوں نے بتایا۔کہ ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔اور وہ بوجہ ناتواں ہونے کے بکریاں نہیں

چرا سکتے۔ اور نہ انہیں پانی پلا سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ کام کرنا پڑتا ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بے بسی ملاحظہ فرمائی۔ تو ان سے فرمایا۔ اگر تم چاہو تو میں تمہاری بکریوں کو پانی پلا دوں۔

اور اس دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ چرواہوں نے کنوئیں کے اوپر ایک بھاری پتھر رکھ دیا ہے۔ جسے کئی آدمی مل کر بھی نہ اٹھا سکیں۔ لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگے بڑھ کر یہ بھاری پتھر اٹھا کر ان خواتین کے ریوڑ کو پانی پلا دیا اور پتھر دوبارہ کوئیں کے اوپر رکھ دیا۔ اور بکریوں کو پانی پلا کر آپ ایک قریبی درخت کے سایہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ اور انہیں گیلے کپڑوں میں سفر کے تھکے مارے بھوکے پیاسے آرام کرنے لگے۔ اور زبان و دل سے اپنے پروردگار سے لو لگانے لگے۔ اور عرض کرنے لگے۔ اے میرے پرودگار! میں اس شدید گرمی میں تیرا محتاج ہوں۔ پروردگا! میں تنہا ہوں و کمزور ہوں۔ پروردگار میں تیرے فضل و کرم کا محتاج ہوں۔

قرآن کریم نے اس وحشت ناک صورت حال کی تصویر کشی یوں کی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:۔

''اور جب مدین کے پانی کے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں لوگ جمع ہو رہے اور اپنے چارپایوں کو پانی پلا رہے ہیں۔اوران کے ایک طرف دو عورتیں اپنی بکریاں روکے کھڑی ہیں۔موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا تمہارا کیا کام ہے۔ کہنے لگیں۔کہ جب تک چرواہے اپنے چارپایوں کو لے نہ جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتیں۔اور ہمارے والے بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے بکریوں کو پانی پلادیا۔ پھر سائے کی طرف چلے گئے اور کہنے لگے کہ پروردگار میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی رحمت نازل فرمائے''۔

لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدَانِ صلے قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ☆ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ☆

﴿القصص : ۲۴﴾

ہاں! حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف ایک اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے۔وہ اللہ تعالیٰ کی سابقہ نعمتوں کو یاد کر کے ہر وقت اس ذات باری کی شکر گزاری کرتے۔اور حمد وثنا کرتے اور اسی سے ہر چیز طلب کرتے۔اور یہ دعا بھی آپ نے مشکل کے وقت

"تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک عورت جو شرماتی اور لجاتی چلی آتی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی"۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ﴿القصص ۲۵﴾

دیکھیں اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دو طرح سے اکرام فرمایا ہے۔

۱۔ اللہ کریم نے آپ کی دعا قبول فرمائی جو آپ نے بارگاہ رب العزت میں کی تھی۔ کہ اے رب کریم میں ہر خیر میں تیرے فضل و کرم کا محتاج ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام جیسے مددگار و ہمدرد کو آپ سے ملا دیا۔ جن کے ذریعہ سے آپ کی ضروریات پوری ہوتیں اور وہیں آپ کی شادی بھی ہوگئی۔

۲۔ ان کے والد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے میں ذرا دیر نہیں لگائی۔ بلکہ فوراً اپنی بیٹی کے ذریعے سے انہیں بلا بھیجا۔ اور ابھی آپ اسی درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔

مورخین نے تو یہ لکھا ہے۔ کہ جو خاتون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی تھیں۔ وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی چھوٹی بیٹی صفورۃ تھیں۔ لیکن قرآن کریم میں اس لڑکی کے نام کی صراحت نہیں ہے۔

حیاداری کا لباس:

حضرت صفورۃ وہ ممتاز خاتون ہیں۔ جن کی حیاداری کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مدح سرائی فرمائی۔ اور حیاداری عورت کا وہ لباس ہے۔ جس سے اس کی اصل خوبصورتی قائم ہوتی ہے۔ بلکہ نسوانیت کا اصل شعار ہی حیاداری کا پاکیزہ وصف ہے۔

آیئے اب ہم حضرت صفورۃ خاتون کی شرم و حیا کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ کا

مطالعہ کرتے ہیں۔

''کہ ان میں ایک نہایت حیا داری سے چلتی ہوئی آپ کے پاس پہنچیں''۔	فَجَآءَتْهُ اِحْدٰهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ

خدائے رحیم کے کلام سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ حیاداری کے وصف سے پوری طرح متصف تھیں اور اس سے بڑھ کر کسی کے لئے شہادت اور کیا ہوسکتی ہے۔ کہ خود خدائے واحد نے آپ کو تقویٰ' پاکدامنی اور پاکیزگی کے خصائل سے مخصوص وممتاز فرمایا۔

حضرت صفورۃ نہایت باوقار چال سے چلتی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچیں۔ حضرت ابوالسعود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ان کی چال میں عام بازاری عورتوں کی طرح نازنخرہ اور مٹکنے کی کیفیت بالکل نہیں تھی۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ صحیح سند کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ حضرت صفورۃ خاتون اپنے چہرہ کو کپڑے سے اچھی طرح چھپا کر نہایت حیاداری کی کیفیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضور آئیں۔ حالانکہ ان کی شریعت میں چہرے کا پردہ لازمی نہیں تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا پیغام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام:

حضرت صفورۃ خاتون نے آکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے والد کا زبانی پیغام نہایت ادب کے ساتھ حرف بحرف پہنچادیا۔ کہ:

''میرا باپ آپ کو بلاتا ہے۔ تاکہ تم نے جو ہمارے لئے پانی پلایا ہے۔ آپ کو اس کا بدلہ دیں''۔	اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْکَ لِیَجْزِیَکَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ﴿القصص: ۲۵﴾

حضرت صفورۃ کا اپنے والد کی طرف سے یہ پیغام نہایت شریفانہ اور باوقار تھا جس سے ان خاتون کی عفت' پاکیزگی اور نسوانی حسن اخلاق کا مکمل اظہار ہوتا تھا۔ اس طرح انہوں نے نہایت مختصر لفظوں میں یہ پیغام حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا دیا۔ کیونکہ وہ اپنے ہر کام کی امین اور نگران تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ ان کی فطرت کتنی سلیم اور تربیت کتنی اعلیٰ درجے کی ہوئی تھی۔ اور پھر انہیں اپنی پاکبازی اور صفائی قلب پر مکمل اعتماد تھا۔ اس لئے اپنے والد کا پیغام پہنچاتے ہوئے ذرا نہیں ہچکچائیں۔ اور پوری بات حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچادی۔ اور ذرا بھر کمی بیشی نہیں کی۔ اور نہ کوئی فالتو بات انہوں نے کی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ پیغام سنتے ہی لمحہ بھر کو بجلی کی چمک کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا وہ عمل تصور میں ابھرا۔ جو آپ نے بطور حسن سلوک کے ان حیادار خواتین کے ساتھ اپنایا تھا۔ اور ساتھ ہی یہ خیال کہ وہ عمل میں نے کسی بدلے اور عوض کے لئے تو نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ عمل تو اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور انسانی ہمدردی کی بنا پر کیا تھا۔ اور وہی مجھے اس کی بہتر جزا دے گا۔ لیکن آپ حضرت صفورۃ کی فطری شرم و حیا اور کمال ادب سے بہت متاثر ہوئے۔ کہ انہوں نے تو اپنے والد محترم کا مخلصانہ پیغام ان تک پہنچایا تھا۔ اور یہ دعوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ایک خصوصی اعزاز و اکرام تھا۔ جس میں آپ کی فلاح و بہبود اور کامیابی کا اشارہ ملتا تھا۔

اور عفت و پاک دامنی کی صفات میں اللہ کریم نے اس پاک خاتون کو ڈھالا تھا جنہوں نے آخر کو ایک اولوالعزم پیغمبر کی زوجیت کا افتخار حاصل کرنا تھا۔ اور اس پاک ذریت کی ماں بننے کا اعزاز پانا تھا اور جسے اللہ کریم کی نیابت کا بار اٹھانا تھا اور خود انہوں نے اپنے زمانے کی تمام خواتین کے لئے پیشوائی کا تمغہ اپنے مبارک سینے پر سجانا تھا۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ بعد کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زوجیت کے لئے اسی آنے والی خاتون کو اپنے لئے پسند فرمایا تھا۔ جس کا نام صفورۃ تھا۔ اور عمر میں دوسرے نمبر تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس نیکوکار بزرگ کی دعوت قبول کرنے کے لئے صفورۃ کے ہمراہ حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر کو چل پڑے اور روایات میں آتا ہے کہ آپ نے صفورۃ سے فرمایا اللہ کی بندی! میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ۔ اور مجھے دائیں بائیں راستے کا اشارہ کرتی جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں:

لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے چل کر حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آ کر انہیں سلام کیا۔ اور انہیں اپنا نام و نسب بتایا۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ کن حالات میں وہ مصر سے چل کر یہاں پہنچے ہیں۔ قرآن کریم دو پیغمبروں کی اس ملاقات کو اس طرح بیان کرتا ہے:۔

”جب وہ ان کے پاس گئے۔	فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَيْهِ
اور ان سے اپنا ماجرا بیان کیا۔ تو	الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ
انہوں نے کہا۔ کہ کچھ خوف نہ	مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ☆
کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے	﴿القصص: ۲۵﴾
ہو“۔	

تو اس طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوف دور کر دیا۔ اور انہیں حوصلہ دیا۔ کہ یہاں تک ظالم فرعون کے ہاتھ نہیں پہنچ سکتے۔ اور نہ ہی کوئی فرعونی کارندہ یہاں آ سکتا ہے۔ کیونکہ مدین کا یہ خطہ فرعون کی سلطنت سے باہر ہے۔ بلکہ یہ علاقہ کنعانیوں کے زیر نگین ہے اور یہاں ان کی اپنی طاقتور خود مختار حکومت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی:

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

بنانے کے ساتھ ساتھ اپنی بیٹیوں کو ان کی زوجیت میں دے کر گھر کا مالک ومختار بنا دیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حسن سلوک کا یہ کہہ کر حق ادا کیا۔ کہ:

''احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے''۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ☆

کہ نیک سلوک کا بدلہ نیک سلوک کی صورت میں ہی ہونا چاہیے۔

کہ اس صاحب فراست پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حسن سلوک کا کردار ملاحظہ فرمایا۔ تو فوراً ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور انہیں نوازنے کے لئے بیٹی کے ذریعے بلا بھیجا۔

اور حضرت شعیب علیہ السلام نے نور بصیرت سے معلوم کر لیا۔ کہ یہ نوجوان ان لوگوں میں سے ہے جن میں برگزیدہ الٰہی بننے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اور جنہیں اللہ کریم اپنی نبوت و رسالت کے لئے منتخب فرما لیتا ہے۔ اسی لئے آپ نے ان کے سامنے اپنی ایک بیٹی کے ساتھ نکاح کی تجویز پیش فرمائی۔ اس شرط پر کہ چند سال ان کے ساتھ رہ کر ان کی بھیڑ بکریوں کی دیکھ بھال کریں۔ اور گھر کے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اور اس کے لئے آپ نے آٹھ برس کی مدت مقرر فرمائی۔ قرآن پاک کی زبان میں اس واقعہ کا بیان یوں ہے:۔

''انہوں نے موسیٰ علیہ السلام	قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ
سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں ۔	اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ هٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ
کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے	تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ
ایک کو تم سے بیاہ دوں۔ اس	اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ ۚ
عہد پر کہ تم آٹھ برس میری	وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ ؕ
خدمت کرو۔ اور اگر دس سال	سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ
پورے کردو۔ تو وہ تمہارا احسان	الصّٰلِحِیۡنَ ☆
ہے۔ اور میں تم پر تکلیف ڈالنا	﴿ القصص : ۲۷ ﴾
نہیں چاہتا تم مجھے انشاء اللہ	
نیک لوگوں میں پاؤ گے''۔	

معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور صفورۃ کا نکاح ہی اصل مقصود تھا۔ یہ بھیڑ بکریاں چرانے کا معاملہ گھر کے معاملات سنبھالنے کے طور پر حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ کے ذمہ لگایا تھا۔ اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت صفورۃ کی بہتری کا جذبہ ہی کارفرما تھا۔ کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ سے فرمایا۔ کہ میں بطور مشقت کے یہ کام آپ کے ذمہ نہیں لگانا چاہتا۔ بلکہ اس میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ اور یہ گھر بار اور مال مویشی تمہارے ہی کام آنے والے ہیں۔ اور اس سلسلے میں آپ مجھے نیکوکار اور باوفا پائیں گے۔

اور اس معاملے سے ایک اور معاشرتی مستنبط ہوتا ہے۔ اگر لڑکا نیک وصالح ہو۔ تو ولی بذات خود اپنی بیٹی وغیرہ کا رشتہ اسے پیش کرسکتا ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ بلکہ ایسا کرنا مستحب اور افضل ہے۔ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ کہ جب کسی ولی کو کوئی صالح پرہیزگار لڑکا نظر آجائے تو وہ اس کو اپنی بیٹی کے شایان شان جان کر اس کے لئے انتخاب کرلے۔ اور اس معاملے

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

"موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ کہ مجھ میں اور آپ میں یہ عہد پختہ ہوا۔ میں جونسی مدت چاہوں پوری کردوں۔ پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو۔ اور ہم جو معاہدہ کرتے ہیں خدا اس کا گواہ ہے"۔

قَالَ ذٰلِکَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ اَیَّمَا الۡاَجَلَیۡنِ قَضَیۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَیَّ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَکِیۡلٌ 

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اس معاہدے پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہا۔ کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ اس پر قائم رہوں گا۔ اور سر مو اس سے انحراف نہیں کرونگا۔ اور اللہ کریم کو بیچ میں لانے کا یہ مطلب ہے۔ کہ دونوں اس معاہدے پر ثابت قدم رہیں گے۔

اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر تفسیری نوٹ لکھا ہے۔

"کہ جو معاملہ ہم آپس میں طے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے"۔

وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَکِیۡلٌ ط

اور مخلوق میں سے دوسرا کوئی شخص اس معاہدے پر گواہ نہیں تھا۔ بلکہ فریقین نے ان معاملات میں صرف اللہ تعالیٰ کو بیچ میں رکھا۔

آثار و تواریخ اور احادیث صحیحہ سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں میں سے طویل مدت کو اختیار فرمایا۔ اور صحیح بخاری میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ مجھ سے خیرہ کے ایک یہودی نے سوال کیا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مدتوں سے کون سی مدت پوری کی تھی۔ میں نے کہا' مجھے معلوم نہیں۔ میں کسی عرب عالم سے اس کے بارے میں

پوچھوں گا۔فرماتے ہیں۔کہ میں نے آ کرحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔تو آپ نے فرمایا۔زیادہ طویل مدت اور زیادہ خوشگوار مدت ۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کارسول جو کہتا ہے وہ کر دکھاتا ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر الدرالمنثور میں خطیب بغدادی سے روایت نقل کرتے ہیں ۔کہ حضرت ابو ذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب تم سے پوچھا جائے۔کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں مدتوں میں سے کون سی مدت پوری فرمائی تھی۔تو بتایئے کہ سب سے بڑی اور بہتر اور جب تم سے سوال ہو۔کہ کونسی خاتون سے آپ نے نکاح فرمایا۔تو کہو کہ ان دونوں میں سے چھوٹی کے ساتھ۔اور یہ وہی خاتون تھیں۔جو اپنے والدمحترم کا پیغام لے کر آپ کے پاس آپ کو بلانے کے لئے تشریف لائی تھیں۔اور جب اس خاتون نے باپ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قوی اور امین ہونے کا ذکر کیا۔تو والد نے پوچھا۔کہ اس کی طاقت کا اندازہ تمہیں کیسے ہوا؟ تو خاتون نے بتایا۔کہ انہوں نے بھاری پتھر کنوئیں کے اوپر سے ہٹایا۔اور بعد میں اسے جوں کاتوں اکیلے ہی کنوئیں کے منہ پر دوبارہ رکھ دیا۔پوچھا تم نے اس کی امانت داری کا اندازہ کہاں سے لگایا۔کہنے لگیں۔کہ اس نے مجھے کہا کہ میرے آگے آگے نہیں' بلکہ میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ۔تاکہ ان کی نظر نہ پڑے۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔اوران کا بیان امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کے مطابق ہے جسے انہوں نے آنحضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھوٹی سے نکاح فرمایا' اور بڑی مدت پوری فرمائی۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے دس برس تک یہ خدمت انجام دی۔

اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معاہدے کے مطابق خدمت سرانجام دے کر حضرت صفورۃ خاتون سے نکاح فرمایا۔ اور جیسا کہ صفورۃ خاتون نے اپنے والد کے حضور ان کے یہ اوصاف بیان کئے تھے۔ کہ وہ قوی اور امانت دار ہیں۔ آپ نے وعدہ وفا کرکے ثابت کر دکھائے۔ اور ہمارا یقین ہے کہ آپ قوت اور امانت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔

آپ بھیڑ بکریاں چرایا کرتے اور اس دوران میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر رہتے۔ اور آپ کے صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں گزرتے۔ کہ آپ کا جسم تو زمین پر ہوتا۔ لیکن آپ عالم ملکوت کی سیر کرتے ہوتے۔ کبھی اپنے نفس اور وجود کے بارے میں غور و فکر کرتے تو کبھی آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں تدبر و غواصی کرتے ہوتے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بکریاں چرانا سنت اللہ کے عین مطابق ہے۔ کہ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو نبی بھی اس دنیا میں مبعوث ہوا ہے۔ اس نے بکریاں ضرور چرائی ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ نے بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! میں قراریط کے مقام پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

حضرت صفورۃ کا مبارک سفر:

مدین میں رہتے ہوئے۔ ایک دن ایسا بھی آ گیا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وطن کی یاد نے بے چین کر دیا۔ اور ان مرد صالح کے ساتھ خوش گزران زندگی کی مدت بھی اخیر ہوگئی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں مصر کو جانے کا شوق بھر آیا۔ اور اپنی والدہ کے قدموں میں حاضری دینے کا جوش دل میں ابھرا۔ جن سے مدتوں پہلے جدا ہو کر آپ کو مدین آنا پڑا تھا۔ آپ مدین میں تھے۔ لیکن آپ کا دل برابر

والدہ کی طرف لگا رہتا تھا۔ اب آپ کو اپنی والدہ محترمہ اور بڑی بہن جس نے فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لئے ان کی والدہ محترمہ کی طرف ان کی رہنمائی کی تھی۔ ان دونوں ہستیوں کو ملنے کا شدید داعیہ آپ کے دل میں پیدا ہوا اور پھر وہاں آپ کے بھائی ہارون بھی تھے۔ جن کی ہمراہی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو پیغام الٰہی کے دربار میں سنایا۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ انہیں اپنی مربیہ اور محسنہ آسیہ جس نے محبت سے آپ کی پرورش کی تھی۔ اور جنہوں نے ان کے لئے بچپن میں اس طرح اظہار شفقت فرمایا تھا۔ کہ:

قُرَّتُ عَیۡنٍ لِّیۡ "میری آنکھوں کی ٹھنڈک"

کی یادیں بھی ستاتی ہوں گی۔

اور جو بعد کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان بھی لے آئی تھیں۔ اور اس ایمان کے سلسلے میں انہوں نے مصیبتیں اور مشکلیں بھی برداشت کی تھیں۔ اور اپنے خالق و مالک و پروردگار کونین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گزارش کی تھی:۔

رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَکَ بَیۡتًا	"اے میرے پروردگار میرے
فِی الۡجَنَّۃِ وَ نَجِّنِیۡ مِنۡ	لئے بہشت میں اپنے پاس ایک
فِرۡعَوۡنَ وَ عَمَلِہٖ وَ نَجِّنِیۡ	گھر بنا۔ اور مجھے فرعون اور اس
مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ☆	کے اعمال سے نجات بخش۔ اور
﴿التحریم : ۱۱﴾	ظالم لوگوں کے ہاتھ سے مجھے

نجات عطا فرما"۔

اپنے وطن مصر کو جانے کا خیال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت صفورۃ کے سامنے ظاہر کیا۔ اور کہا کہ میں اپنی والدہ، بہن اور بھائی ہارون سے ملنے کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ اور میری خواہش ہے کہ تم بھی میرے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ میرے گھر والے اور پورا خاندان وہیں پر ہے۔

میرا خیال ہے۔ کہ عزیزوں سے ملنے کا یہ ذوق وشوق الہام ربانی کے ذریعے سے آپ کے دل میں پیدا ہوا ہوگا۔ اور مشیت خداوندی کو ہی یہ منظور تھا۔ کہ آپ وہاں جائیں۔ اور نبوت ورسالت سے سرفراز ہو کر ملک مصر میں احکام خداوندی کی دعوت دیں اور اس کے باوجود کہ آپ خوفزدہ ہو کر وہاں سے نکلے تھے۔ جرات ودلیری کے ساتھ خدا تعالیٰ کی توحید دربار فرعون میں پہنچائیں۔ وہ مصر کو چل کھڑے ہوئے۔

حضرت صفورۃ کی تسلیم ورضا:

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے حضرت صفورۃ دین داری اور وفا داری میں اپنے زمانے کی عورتوں میں سب سے بڑھ کر تھیں۔ انہوں نے فوراً اپنے شوہر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کی۔ اور سفر کی تیاری کے لئے اپنا سامان وغیرہ باندھا۔ اور سفر کے لئے ضروری اشیاء مہیا کر لیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں مصر کو چل پڑیں۔ اور مفسرین کے مطابق اس وقت آپ امید سے تھیں اور اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ کے دو بیٹے ہو چکے تھے۔

آپ اپنے بوڑھے باپ اور بہن سے رخصت ہو کر چل پڑیں۔ اور بوڑھے باپ نے بھی انہیں احسن طریقے سے اعزاز و اکرام کے ساتھ وداع فرمایا۔ اور ان کے لئے بھلائی اور کامیابی کی دعا فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی صفورۃ کو لے کر مدین سے روانہ ہو گئے۔ اور ان کے مال مویشی اور گزربسر کا ضروری سامان بھی ہمراہ تھا۔ جب آپ مدین سے چل کر وادی سینا میں پہنچے۔ تو آپ راستہ بھول گئے۔ اور آپ کا رخ کوہ طور کی طرف ہو گیا۔ اور رات عشاء کا وقت تھا۔ اور شدید سردی پڑ رہی تھی۔ اور تیز ہوا چل رہی تھی۔ اور رات گہری ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اور ستارے بھی بادلوں میں چھپ گئے تھے اور بجلی زوروں سے چمک رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے اور بوندا باندی بھی شروع ہو گئی تھی۔ اور ان کا رخ لاشعوری طور پر کوہ طور کے دائیں جانب کو ہو گیا تھا۔ یہ خطرناک صورت حال دیکھ کر ان دونوں نے سفر

کو کچھ دیر کے لئے موقوف کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اور وہ وہیں ٹھہر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خیمہ نصب کیا۔ اور اس میں حضرت صفورۃ اور دونوں بیٹوں کو ٹھہرایا اور خود آس پاس کا جائزہ لینے کے لئے خیمہ سے باہر آئے۔ کہ کہیں سے انگیارے مل جائیں۔ تا کہ سردی سے بچنے اور روشنی کی تدبیر کریں۔

کوہ طور:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو کوہ طور کی دائیں جانب سے انہیں روشنی سی دکھائی دی۔ تو آپ کو بہت مسرت ہوئی۔ آپ نے بیوی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے ادھر آگ ہے۔ میں جا کر معلوم کرتا ہوں آگ بھی لے آوں گا۔ اور کسی سے مصر کی طرف جانے والا صحیح راستہ بھی معلوم کروں گا۔ لہذا انہوں نے فرمایا۔ کہ آپ یہاں ٹھہریں۔ تو میں آگ لے آوں تا کہ اسے تاپ کر سردی دور کریں اور روشنی بھی کریں گے۔ اللہ کریم نے اس نازک اور مشکل مقام کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:۔

''جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا۔ کہ میں نے آگ دیکھی ہے۔ وہاں سے راستے کا پتہ لاتا ہوں۔ یا سلگتا ہوا انگارہ تمہارے پاس لاتا ہوں تا کہ تم تاپو''۔	اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَھْلِہٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْکُمْ بِشِھَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ ☆ ﴿النمل : ۷﴾

فرا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (اٰنَسْتُ نَارًا) سے مراد یہ ہے کہ مجھے آگ مل گئی ہے۔ میں جا کر سینکنے اور اور روشنی کرنے کے لئے لاتا ہوں۔ (معانی القرآن)

وادی مقدس:

لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کے اندھیرے میں لاٹھی ٹیکتے ہوئے اس آگ کی

طرف بڑھے جو دور سے آپ نے دیکھی تھی۔اور آپ کا بدن مبارک پانی سے تر بتر ہو رہا تھا۔اور آپ وادی طویٰ کی جانب بڑھے چلے جا رہے تھے۔کہ تھوڑی دیر بعد آپ نے وادی طویٰ میں عجیب چیز ملاحظہ فرمائی۔کہ اب وہاں گرج چمک اور آندھی کا نام ونشان تک نہیں تھا۔اور کائنات پر ایک سناٹا سا چھایا ہوا تھا۔اور نیز اس وادی میں ایک عجیب سا سکون اور عاجزانہ خموشی سی طاری تھی۔

کوئی چیز آپ کے دل کو تحریک دیتی اور انگیز کرتی معلوم ہو رہی تھی۔لیکن آپ کو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ یہ کیا جذبہ ہے؟

اس طرح آپ آگ کے نزدیک پہنچ گئے۔کہ اچانک آپ کو غیب سے آواز آئی۔اور یہ غائبانہ صدا رب العزۃ کی طرف سے آ رہی تھی۔اس مقام کے بارے میں فرمان باری ہے:۔

اَنْ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَ	''یہ کہ بابرکت ہیں جو آگ
مَنْ حَوْلَهَا وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ	کے اردگرد۔اور خدا جو تمام عالم
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ☆	کا پروردگار ہے پاک ہے''۔

﴿النمل :۸﴾

یہ آواز سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جسم تھرتھرانے لگا۔اور خوف آپ کے رگ و ریشے میں سرایت کر گیا۔اور یہ آواز سنتے ہی آپ نے وہاں سے بھاگنے کا سوچا۔کہ آپ کو محسوس ہوا۔کہ غائبانہ صدا انہیں چاروں طرف سے آ رہی ہے۔اور آواز کا کوئی ایک رخ متعین کرنے سے آپ قاصر رہے۔

اب موسیٰ علیہ السلام آگ کے اور قریب ہو گئے۔کہ اپنی ضرورت کے لئے چنگاری لے لیں۔اور گھر والوں کے لئے لے جائیں۔کہ اچانک وہ مقام خشوع وخضوع اور نورانیت سے بھر گیا۔اور تمام بقعہ طور روشنی سے چکا چوند ہو گیا۔اور خدائے رب العزۃ کی جانب سے ندا آ رہی تھی:۔

''اے موسیٰ علیہ السلام ! میں تمہارا پروردگار ہوں۔ اپنے جوتے اتار لو۔ کہ تم ایک پاکیزہ وادی طویٰ میں کھڑے ہو''۔

يٰمُوْسٰى اِنِّىْ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ☆

﴿طه : ۱۱۔۱۲﴾

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام مزید گھبرا گئے۔ کہ یہ آواز صدائے ربانی تھی جو عالم بالا سے آ رہی تھی کہ:

''اور میں نے تمہیں انتخاب کر لیا ہے۔ تو جو حکم دیا جائے اسے سنو۔ بے شک میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو میری عبادت کرو۔ اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔ قیامت یقیناً آنے والی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے وقت کو پوشیدہ رکھوں۔ تا کہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلتا ہے کہیں تمہیں اس کے یقین سے نہ روک دے۔ تو اس صورت میں تم ہلاک ہو جاؤ''۔

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ☆ اِنَّنِىْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِىْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ☆ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ☆ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَتَرْدٰى ☆

﴿طه : ۱۳۔۔۔۔۔۱۷﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جسم کے روئیں روئیں سے اللہ جل وعلا کے اس

کلام کوسنا۔ اور آپ نے یقینی طور پر جان لیا کہ یہ کلام رحمٰن و رحیم اور علی عظیم کی طرف سے ہے۔ اور آپ کا نفس پرسکون ہو گیا۔ اور اس ندائے الٰہی سے آپ مانوس ہو گئے۔ اور یہ کلام آپ کی روح میں اترنے لگا۔ اس وقت آپ کی توجہ اہل و عیال سے ہٹ کر ذات الٰہی میں گم ہو کر رہ گئی۔ اور آپ ہمہ تن گوش ہو کر بارگاہ الٰہی میں مستغرق ہو گئے۔ اور ملاً اعلیٰ کی اس آسمانی آواز پر کان لگا دیے۔

عظیم اژدھا:

پھر آواز آئی:۔

''اور موسیٰ علیہ السلام یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے''؟	وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى ☆ ﴿طٰه : ۱۸﴾

آپ نے حضرت الٰہی میں ہمہ تن حاضر ہو کر جواب میں عرض کیا۔

''یہ میری لاٹھی ہے۔ اس پر میں ٹیک لگاتا ہوں۔ اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں۔ اور اس میں میرے لئے اور بھی کئی فائدے ہیں''۔	هِىَ عَصَاىَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىْ وَلِىَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ☆ ﴿طٰه : ۱۸﴾

اچانک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے امر الٰہی صادر ہوا:۔

''موسیٰ علیہ السلام اس لاٹھی کو نیچے ڈال دو''۔	اَلْقِهَا يٰمُوسٰى ☆

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوئی وجہ پوچھے بغیر فوراً اپنا عصا زمین پر ڈال دیا۔

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

اور یہ عجیب وغریب واقعہ تھا۔ کہ زمین پر گرتے ہی آپ کا وہ عصا ایک عظیم اژدھے کی صورت اختیار کر گیا۔ جسے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام دہشت زدہ ہو کر رہ گئے۔ قریب تھا کہ آپ خوف سے گر ہی جاتے۔ کہ آپ کے اطمینان اور تسلی کے لئے عالم بالا سے صدائے ربانی آپ کے کان میں پڑی:۔

''اے موسیٰ علیہ السلام ڈرو مت ہمارے پاس پیغمبر ڈرا نہیں کرتے''۔

يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ ☆ ﴿النمل: ۱۰﴾

اور آپ کی مزید تسلی اور اطمینان کے لئے خدائے کریم نے پکارا:

''یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دو تو جب آپ نے دیکھا تو وہ حرکت کر رہی تھی''۔

اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَءَاهَا تَهْتَزُّ

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آواز ربانی کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اور دیکھا کہ عصا اژدھا کی صورت گھوم رہا ہے۔ اور ادھر ادھر دوڑ رہا ہے۔ اور وہ مسلسل سانپ کی صورت اختیار کئے ہوئے ہے۔ کہ خدائے مالک ومختار کی جانب سے ایک اور حکم صادر ہوا:۔

''اسے پکڑ لو۔ اور ڈرو مت ہم اسے ابھی اس کی پہلی حالت میں لوٹا دیں گے''۔

خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ☆ ﴿طه: ۲۱﴾

اب جو آپ نے ہاتھ بڑھا کر عصا کو ہاتھ میں پکڑا تو وہ پہلے کی طرح عصا ہی تھا۔ جس سے آپ مانوس تھے اور سفر وحضر میں آپ کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ یہ اللہ کریم کی جانب سے آپ کا پہلا معجزہ تھا۔

روشن اور چمکدار ہاتھ:

اب ایک اور معجزے کے اظہار کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو امر الٰہی صادر ہوا:۔

''اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو۔ تو بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا۔ اور خوف دور ہونے کی وجہ سے اپنے بازو کو اپنی طرف سکیڑ لو''۔

اُسْلُکْ یَدَکَ فِیْ جَیْبِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَیْکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّھْبِ ﴿القصص : ۳۲﴾

اس فرمان الٰہی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اپنے گریبان کے اندر ڈالا۔ باہر نکالا تو وہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ اور پھر آپ نے دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے پر رکھا۔ تو آپ کا خوف اور اضطراب جاتا رہا۔ اور آپ بالکل عام حالت میں ہو گئے۔ پھر اسی دوران میں آپ کو خدائے عالی قدر حکمت والے کی جانب سے ندا آئی:۔

''یہ دو دلیلیں تمہارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔ ان کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جاؤ۔ کہ وہ نافرمان لوگ ہیں''۔

فَذٰنِکَ بُرْھَانٰنِ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِہٖ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ☆

﴿القصص : ۳۲﴾

اس شرف ہم کلامی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے۔ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے منصب نبوت تفویض ہوا ہے۔ اور وہ احکام الٰہی لوگوں تک پہنچانے پر مامور ہوئے ہیں۔ اور اللہ کریم نے انہیں بطور خاص اپنی ذات کے لئے چن لیا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس ذمہ داری کی تکمیل ہوگی۔

حضرت صفورۃ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی خوشخبری سنی:

اب ہم حضرت صفورۃ خاتون کو ان کے خیمے میں چھوڑ تے ہیں۔ جو اپنے شوہر کا انتظار کر رہی ہیں۔اور ہمیں نہیں معلوم کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں مناجات و ہم کلامی میں کتنا وقت بیت گیا۔اور صفورۃ وہاں کیا سوچتی رہیں۔بس ہم اتنا جانتے ہیں کہ جناب صفورۃ کا دل ذات الٰہی کی جانب راغب تھا۔اور وہ اس دوران میں اللہ تعالیٰ سے لو لگائے ہوئے تھیں۔

یہاں تک کہ اتنے میں حضرت صفورۃ کے شوہر واپس خیمے میں پہنچ گئے۔اور شب ملاقات انہیں اپنی نبوت و رسالت کی خوشخبری سنائی۔اور پھر اس کے بعد آپ مصر کی طرف چل پڑے۔

حضرت صفورۃ مصر میں:

حضرت صفورۃ خاتون کی مصر میں زندگی کے بارے میں ہم تفصیلات نہیں جانتے۔ بس ہمیں اتنا یقین ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجیت میں بھرپور زندگی گزاری ہوگی۔اور فریضہ رسالت کی ادائیگی میں ہمیشہ ان کی معاون و مددگار رہی ہونگی۔اور لاریب وہ تورات پڑھتی اور رضا الٰہی کے مطابق اس پر عمل کرتی ہونگی۔اللہ کریم حضرت صفورۃ سے راضی ہو۔اور اپنی مشیت سے انہیں اپنی رحمتوں میں شامل رکھے۔

وَ هُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ایشا علیہ السلام بنت عمران

پاک سیرت مومنہ' خاندان کے لحاظ سے شریف و پاکیزہ' بزرگی کی گود میں پلی ہوئی۔ پرہیزگاری کی غذاؤں سے پروان چڑھی ہوئی۔ طہارت اور پاک دامنی کے ماحول میں زندگی گزارے ہوئے۔ دن رات اللہ تعالٰی کی اطاعت میں مشغول' شرافت و عظمت کی دنیا میں بلند پرواز نیکوں کے آسمان کی روشن ستارہ' نیکوکار نبیوں میں سے ایک نبی کی والدہ محترمہ اور ایک کریم نبی کی بیوی۔ اور ایک حکیم پیغمبر کی والدہ' اور ایک نبی مکرم کی خالہ محترمہ! یہ ہیں "محترمہ ایشا بنت عمران اور حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ محترمہ!"

محراب عبادت میں خوشخبری:

ان کے شوہر نامدار وہ نبی مکرم ہیں۔ جنہیں فرشتوں نے محراب میں عبادت کے دوران میں جبکہ وہ عبادت میں مصروف تھے۔ ایسی خوشخبری سنائی کہ وہ ہواؤں میں اڑنے لگے۔ اور صبح و شام تسبیح و ذکر میں بسر کرنے لگے۔ اور وہ ان کے لئے بیٹے کی خوشخبری تھی۔

حضرت یحیٰی علیہ السلام کو بچپن سے ہی نبوت کی خوشخبری:

اور ان کے محترم سپوت (یحیٰی علیہ السلام) جو ایک دانش مند پیغمبر تھے۔ اور اللہ کریم نے انہیں اس وقت پیغمبری کے لئے چن لیا تھا۔ جبکہ آپ بچے ہی تھے۔ اور انہیں (تقی) پرہیزگار کے وصف سے موصوف فرمایا۔ تقوی جو نیکوکاروں کا بہترین لباس ہے۔ اور انہیں بھلائی اور تواضع (عاجزی) کے اوصاف سے نوازا۔ اور زندگی کے تمام شعبوں میں انہیں سلامتی اور امن کا شعار بخشا۔ اور شرافت و مکرمت میں ترقی عطا فرمائی۔ اور وہ پہلے شخص تھے جو یحیٰی علیہ السلام کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور انہیں سرداری و سیادت کے ساتھ ساتھ پارسائی کا شرف بخشا گیا۔ اور نیکوکار پیغمبر بنا

کر مبعوث فرمایا گیا۔

اور آپ کے بھانجے حضرت عیسٰی علیہ السلام ذہین و دانش مند پیغمبر جنہیں دنیا و آخرت میں وجاہت و شان وشوکت عطا ہوئی۔ اور جنہیں اللہ تعالٰی نے اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمایا۔اور صاحب کتاب پیغمبر بنایا۔اور ہر جگہ انہیں برکت سے نوازا۔ اور انہیں نماز' زکوۃ اور نیکی کی وصیت فرمائی۔ اور انہیں پرہیز گاری کا جو ہر بخشا۔اور جبر و بربریت سے ان کا دامن صاف رکھا۔

یہ ایشا علیہا السلام بنت عمران ہی وہ باکمال اور صالحہ خاتون ہیں۔جن کے بارے میں گفتگو ان صفات میں ہو رہی ہے۔ یہ پاکیزہ سیرت خاتون ان عورتوں میں سے ہیں جنہوں نے فضیلت کے اس مضبوط کڑے کو تھام لیا تھا جو کبھی نہیں ٹوٹتا۔ ہر شرافت کے کام میں یہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔ اور خیر اور بزرگی میں اپنے شوہر حضرت زکریا علیہ السلام کی اقتدا کرتیں۔اس تین رکنی خاندان کی اللہ کریم نے مدح سرائی فرمائی ہے۔ اور یہ تین رکنی خاندان حسب ذیل افراد پر **مشتمل** ہے۔حضرت زکریا علیہ السلام ان کی کی بیوی ایشا علیہا السلام خاتون اور ان دونوں کے فرزند ارجمند حضرت یحیٰی علیہ السلام' اللہ کریم نے ان کی بزرگی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور ان کی شرافت کا اظہار و اعلان قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ کیونکہ نیکیوں کے خوگر و گرویدہ اور ظاہر و باطن میں اللہ تعالٰی کو پکارنے والے اور عبادت میں خشوع و خضوع کرنے والے تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالٰی سے دعا کرتے ہیں:

اللہ تعالٰی کی قدرت کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ اور نہ وہ کسی ضابطے کی پابند ہے۔ اسی لئے اللہ تعالٰی پر صحیح بنیادوں پر ایمان لانا ہی انسان کو دلی طور پر مطمئن کرتا۔ اور اسے امن و سلامتی کے راستے پر گامزن کر دیتا ہے۔

توحید خالص کی اسی بنیاد پر حضرت زکریا علیہ السلام اور بی بی ایشا علیہا السلام کے اللہ

تعالی کے ساتھ خاص تعلق کی کہانی شروع ہوتی ہے۔

حضرت ایشاع علیہ السلام خاتون کافی عمر رسیدہ ہو چکی تھیں۔ اور آپ پیدائشی بانجھ تھیں اور آپ کے ہاں عرصہ دراز سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ اور عمر رسیدہ ہونے کے باوصف آپ بالکل نوجوان دوشیزہ کی مانند تھیں۔ اور اسی طرح دونوں کی زندگی گزر رہی تھی۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ جسم ناتوان اور بالوں میں پوری طرح سفیدی آ گئی تھی۔ لیکن آپ کی بیوی سن رسیدہ ہونے کے باوجود صحت مند نورانی چہرے کی مالک تھیں۔ اور جو انہیں دیکھتا ان کی شخصیت سے مرعوب ہو جاتا۔ ایک معجزہ ظہور میں آتا ہے۔ کہ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہ السلام کی کفالت کے دوران میں حضرت مریم پر اللہ تعالی کے خاص انعامات ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اور ان کی اس کرامت کو اللہ تعالی کی جانب سے سمجھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالی مریم کی نشو و نما میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی فرماتے ہیں۔ تیز رفتاری سے انہیں پروان چڑھاتے ہیں۔ اور مریم علیہ السلام اللہ تعالی کی بارگاہ میں مقبول و برگزیدہ تھیں۔ اور اللہ تعالی سے انہیں دنیا کی عورتوں میں بطور خاص انتخاب فرمایا تھا۔ اور وہ ایک پیغمبر کی ماں تھیں۔ جن کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ایک معجزے کے طور پر ہوئی تھی۔

حضرت مریم علیہ السلام کے لئے ایک عبادت گاہ مخصوص تھی جس میں وہ اللہ تعالی کی عبادت کیا کرتی تھیں۔ اور اس عبادت گاہ کو چھوڑ کر وہ کہیں نہیں جاتی تھیں۔ وہ اپنا زیادہ تر وقت وہیں ذکر و عبادت میں گزارتی تھیں۔ مناجات ان کی نماز اور حمد و شکر الٰہی ان کا ذکر تھا۔ دن رات آپ اسی میں مشغول رہتیں۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام کا بوجہ ان کے کفیل ہونے کے ان کے پاس آنا جانا ہوتا تھا۔ اور یہ ایک قدرتی بات تھی۔ لیکن ان کا وجدان اس وقت بیدار ہوتا۔ اور آپ حیرت زدہ رہ جاتے۔ کہ جب آپ کے پاس طرح طرح کا رزق موجود پاتے۔ اور عجیب بات یہ کہ سردیوں

کے پھل گرمیوں میں اور گرمیوں کے پھل سردیوں میں حضرت مریم علیہ السلام کے پاس رکھے ہوئے ملتے۔ یہ ان کے لیے بڑی حیران کن چیز تھی۔ اور یہ منظر آپ نے ایک دفعہ نہیں کئی مرتبہ ملاحظہ فرمایا۔ اس پر حضرت زکریا علیہ السلام نے بی بی مریم علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ یہ پھل وغیرہ کہاں سے آتے ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔ اس منظر کو اللہ کریم نے قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا ہے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ☆﴿ال عمران :۳۷﴾	''جب کبھی حضرت زکریا علیہ السلام عبادت گاہ میں ان کے پاس جاتے تو ان کے پاس کھانا پاتے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن مریم علیہ السلام سے پوچھنے لگے۔ کہ مریم علیہ السلام یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔ وہ بولیں کہ خدا کے ہاں سے آتا ہے۔ بے شک خدا جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے''۔

یہ کرامت دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں داعیہ پیدا ہوا۔ اور اولاد کے لئے آپ کا دل مچل گیا۔ اور سوچا کہ جب اللہ تعالیٰ بے موسم پھل غیب سے مریم علیہ السلام کو دے سکتا ہے۔ تو وہ مجھے اس نا امیدی کی عمر میں اولاد سے بھی نواز سکتا ہے۔ اور نیک اولاد مجھے بھی عطا کر سکتا ہے۔ اور ایسا کرنا خالق کائنات کے لئے کوئی مشکل بات نہیں۔ لہذا آپ کو پختہ یقین ہو گیا۔ کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے اپنی دلی مراد مانگ لیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے وہ پوری ہو سکتی ہے۔

کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں کیا خواہش جنم لے رہی ہے۔ اور بیٹے کی خواہش کیسے ان کے اندر کلبلا رہی ہے۔ اور ایسے بیٹے کی تمنا جو آل

یعقوب میں وارث نبوت ہو۔اور یہ بھی آپ جانتے تھے۔ کہ ان کی بیوی بانجھ ہے اور پھر عمر کے اس مقام پر پہنچ گئی ہے۔جہاں اولاد کی تمام امیدیں دم توڑ دیتی ہیں۔ اور عرصہ ہوا جوانی کے دن بیت چکے ہیں۔اور اب وہ بہت بوڑھی ہو چکی ہیں۔ان سب باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت پر آپ کی نظر جا ٹکتی ہے۔اور آپ وہیں کھڑے کھڑے یہ دعا کرتے ہیں۔قرآن کریم اس موقعہ پر منظر کشی یوں کرتا ہے۔

فرمان باری ہے:۔

''اس وقت زکریا علیہ السلام نے	هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ
اپنے پروردگار سے دعا کی۔اور کہا	رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً
کہ پروردگار مجھے اپنی جناب سے	طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ
اولاد صالح عطا فرما بے شک تو دعا	الدُّعَآءِ☆﴿ال عمران :۳۸﴾
سننے اور قبول کرنے والا ہے''۔	

علامہ قاضی عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں۔ کہ یہ حضرت زکریا علیہ السلام کی معجزانہ فراست تھی۔ کہ حضرت بی بی مریم علیہ السلام کو غیبی رزق ملتا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کہاں سے آتا ہے۔اور بی بی مریم علیہ السلام نے فرمایا کہ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ '' کہ سب اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔تو آپ بھی فوراً پر امید ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے بیٹا مانگ لیا۔جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں یحییٰ علیہ السلام نامی بیٹے کی خوشخبری دی۔قرآن کریم میں اس موقعہ کی منظر کشی یوں کی گئی ہے:۔

إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَآءً خَفِيًّا ☆ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَّلَمْ أَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ☆ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآئِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ☆ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ صلے وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ☆ ﴿مریم : ۳تا۶﴾

''جب زکریا علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو دبی آواز میں پکارا۔عرض کیا اے میرے پروردگار میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہوگئی ہیں۔اور سر بڑھاپے کی وجہ سے شعلہ مارنے لگا ہے۔اور اے میرے پروردگار میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔اور میں اپنے بعد اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں۔اور میری بیوی بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔ جو میری اور اولاد یعقوب علیہ السلام کی میراث کا مالک ہو۔ اور میرے پروردگار اسے خوش اطوار بنا''۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ دعا گوشہ نشینی میں خفیہ طور پر بارگاہ خداوندی میں پیش کی۔ ظاہر باہر اور زور سے پکار کر نہیں۔اور اللہ کریم کے لئے اعلانیہ اور خفیہ ایک برابر ہے۔کہ وہ تو آنکھوں اور دلوں میں چھپے ہوئے اسرار کو جانتا ہے۔اور ہر بھید اور سر سے باخبر ہے۔لہٰذا اس مقام پر حضرت زکریا علیہ السلام نے سری دعا کو اختیار فرمایا۔کیونکہ خفیہ دعا میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔اور دکھلاوے کا شائبہ نہیں ہوتا۔اور خدائے علام وخبیر کو بھی بندے کا یہ انداز زیادہ محبوب ہے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔کہ خدائے علام الغیوب دلوں کے تقویٰ اور اندر کی آواز کو خوب جانتا ہے۔اور اس میں خشوع وخضوع بھی زیادہ ہوتا ہے۔اور راز داری کی دعا میں قبولیت کی بھی قوی امید ہوتی ہے۔گویا بندہ اپنے رب سے زبان حال سے عرض کرتا

ہے۔ کہ پروردگار! میرا یہ حال تجھے سب معلوم ہے کہ اس عمر میں بیٹا بیٹی پیدا ہونا عموماً ناممکن ہوتا ہے۔ لیکن تیری قدرت میں سب کچھ ممکن ہے۔ اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اور تیرا حکم ہر امر میں نافذ ہے۔ اور تیری رحمت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور تو اپنے عظیم قدرت سے جس کو جو چاہے دے سکتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی انتہا طلب اللہ رحیم و کریم سے رحمت کی طلب تھی۔ اور اپنی کمزوری اور اپنی بیوی کی بے بسی کا آپ نے اس دعا اور فریاد میں اظہار کیا۔ کہ ہمارے بالوں میں پوری طرح سفیدی آ گئی ہے۔ اور ہمارے اعضا جسم کمزور اور معطل ہو چکے ہیں۔ اور اولاد پیدا کرنے کے ظاہری اسباب مفقود ہو گئے ہیں۔ اس کے باوجود ہم تیری رحمت کے امیدوار ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی دعا میں کوئی دنیا کی دولت و ثروت نہیں مانگی تھی۔ صرف نیک بیٹے کی خواہش کی تھی۔ جو ان کے بعد وارث نبوت ہو۔ اور دین کا خادم ہو۔ جو ان کے آباؤ اجداد یعنی سابقہ پیغمبروں کی وراثت تھی۔

دعاء کی شان:

حضرت زکریا علیہ السلام نے اس یقین و اعتقاد سے دعا فرمائی۔ کہ آپ کو اس دعا کی قبولیت کا مکمل یقین تھا۔ کہ ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف سے صالح بیٹے کا انعام مرحمت ہو گا۔

اور حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنے اقرباء کے حالات سے اندازہ تھا۔ کہ ان میں کوئی اس کام کو آگے بڑھانے کا اہل نہیں ہے۔ اور ان کے بعد دین میں تبدیلیاں رونما ہونگی۔ اس لئے عرض کیا:۔

''اور میں اپنے بعد اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔ جو میری اور اولاد یعقوب کی میراث کا مالک ہو۔ اور اے میرے پروردگار اسے خوش اطوار بنائیو''۔

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآئِیْ وَ کَانَتِ امْرَأَتِیْ عَاقِرًا فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ☆ یَرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْہُ رَبِّ رَضِیًّا ☆ ﴿مریم: ۵تا ۶﴾

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کے اصل مقصود کو اللہ کریم نے سورۃ الانبیاء میں یوں بیان فرمایا ہے:۔

''اور زکریا علیہ السلام کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے''۔

وَزَکَرِیَّا اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ ☆ ﴿الانبیاء: ۸۹﴾

یعنی اے خدائے کریم مجھے بغیر وارث اور بیٹے کے نہ رہنے دینا۔ کہ میرے بعد لوگوں میں میرا نشان ہی نہ رہے۔ اور اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ کہہ کر مالک کائنات کی مدح سرائی کی۔ اور اس امید کا اظہار کیا۔ کہ ظاہری حالات تو اولاد کے متقاضی نہیں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم تیری رحمت کے امیدوار ہیں۔ اور تیری مشیت و رضا کے ساتھ تجھ سے یہ فریاد کرتے ہیں۔ کہ بندے کے لئے رضاء الٰہی بھی بہت بڑی نعمت ہے۔

عظیم خوشخبری:

اس دعا کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام نے شفقت و محبت کی نظر سے ایشاع علیہ السلام خاتون کی طرف دیکھا کہ نور ایشاع علیہ السلام خاتون کے چہرے پر موجیں

مار رہا تھا۔ اور وہ اس دعا کی قبولیت کی امید پر مسکرا رہی تھیں۔ اور خوشی سے ان کا دل باغ باغ ہو رہا تھا۔ اور ان کا دل پر امید ہو کر اللہ کریم سے متعلق ہو رہا تھا۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر پورا بھروسہ تھا۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام کو رب اپنے پروردگار کی رحمت سامنے نظر آ رہی تھی۔ اور مسرت انگیز لمحوں کے منتظر تھے۔ کیونکہ عالم بالا سے اللہ کریم کی طرف سے شفقت آمیز پیغام آ گیا تھا۔ اور ملائکہ کرام علیہ السلام تیز رفتاری سے ربانی خوشخبری لے کر اتر آئے تھے۔ وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرمو سرتابی نہیں کرتے اور وہی کچھ کرتے ہیں۔ جو انہیں قادر مطلق سے حکم ہوتا ہے۔ اس واضح مسرت آمیز خوشخبری کا ذکر قرآنی الفاظ میں یوں ہے:۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ "اے زکریا علیہ السلام ہم تمہیں بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں"۔

بیٹے کی مبارک نوید:

ان الفاظ میں صالح بیٹے کی خوشخبری تھی جو حضرت ایشاع علیہ السلام خاتون کے لئے انتہائی مسرت آمیز نوید تھی۔ جو نصف صدی سے بیٹے کی آس لئے جی رہی تھیں۔ اور یہ نوید سن کر حضرت ایشاع علیہ السلام خاتون کو جو خوشی ہوئی ہوگی اس خوشی کا صحیح اظہار یہاں لفظوں میں نہیں ہو سکتا۔ اور پھر یہ کہ اولاد کی یہ خوشخبری جو عمر بھر کے انتظار کے بعد ان کو ملی بذات خود ایک مسرت آمیز نوید تھی اور مزید یہ کہ ایک صالح بیٹے کی نوید تھی "وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى" اور بیٹے کی چاہت تو قدرتی طور پر بیٹی سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اور خوشی کا پیغام سنانے والے فرشتوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو مزید بتایا کہ اس بیٹے کا نام اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام جیتا رہے رکھا ہے۔ اور اس سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا۔ یعنی یہ ایک منفرد اور نیا نام ہے۔ جو اس مبارک بیٹے کے لئے چنا گیا ہے۔

"اور اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا"۔

لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِيًّا

☆﴿مریم : ۷﴾

اس مقام پر حضرت زکریا علیہ السلام کو تین خوصیات سے اعزاز بخشا گیا۔

۱۔ بطور اعزاز و کرامت آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا گیا۔ جو آپ کا خاص اکرام تھا۔

۲۔ اور یہ کہ بیٹا عطا فرمایا گیا۔ جو آپ کے لئے قوت اور سہارا تھا۔

۳۔ اور یہ کہ اس بیٹے کو انفرادی اور بالکل نئے اسم گرامی "یحیٰی علیہ السلام" (زندگی والا) سے مختص کیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں ان کا نام "یحیٰی علیہ السلام" اس بنا پر بھی رکھا گیا۔ کہ ان کے ذریعے سے حضرت ایشاع علیہ السلام خاتون کی تولیدی صلاحیت کو نئی زندگی عطاء ہوئی۔ اور یہ کہ آپ کا قلب مبارک ایمان کی دولت سے زندہ و پائندہ تھا۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی یہ مبارک اور اچانک نوید ملی تو جو جذبات و کیفیات آپ کے روح و رواں میں اجاگر ہوئیں اس کا صحیح ادراک ہم نہیں کر سکتے۔ بس اس کا ادراک و وجدان حضرت زکریا علیہ السلام اور محترمہ ایشاع خاتون علیہ السلام کو ہی ہوا ہوگا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے سوال و جواب:

جب حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ کریم کی طرف سے بیٹے کی خوشخبری ملی۔ تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:۔

"پروردگار! میرے ہاں کس طرح لڑکا ہوگا۔ حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے۔ اور میں بڑھاپے کی انتہاء کو پہنچ گیا ہوں"۔

رَبِّ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امۡرَاَتِىۡ عَاقِرًا وَّقَدۡ بَلَغۡتُ مِنَ الۡكِبَرِ عِتِيًّاه

☆﴿مریم : ۸﴾

تعجب سے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ میں نہایت بوڑھا اور ناتواں ہوگیا ہوں اور میری بیوی بھی نہایت عمر رسیدہ و سن یاس کو پہنچ گئی ہے۔ان حالات میں تو اولاد کا ہونا عام طور پر بہت مشکل ہوتا ہے۔عالم بالا سے صدائے ربانی آپ کے کانوں میں رس گھول گئی:۔

قَالَ کَذٰلِکَ قَالَ رَبُّکَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا ☆﴿مریم : ۹﴾

"فرمایا۔ اسی طرح ہوگا۔ تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے۔ کہ یہ مجھے آسان ہے۔ میں پہلے بھی تمہیں پیدا کرچکا ہوں۔اور تم کچھ چیز نہ تھے"۔

فرشتوں نے آپ کے گوش گزار کیا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا چاہا ہوکر رہتا ہے۔مشیت خداوندی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔خدائے باری و مصور پر تصویر بنانا کوئی مشکل نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ جس چیز کو بنانا چاہتا ہے۔وہ اس سے اس کے امر سے بن جاتی ہے۔بس اس کی مشیت و اشارہ ہوتا ہے۔تو ہر چیز تکمیل پا جاتی ہے:۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْاً اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ☆﴿یس : ۸۲﴾

"اس کی شان یہ ہے۔ کہ وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔تو اس سے فرما دیتا ہے۔ کہ ہوجا۔تو وہ ہوجاتی ہے"۔

اور میاں اللہ کریم کو حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کی قبولیت منظور ہے۔اور قادر و قدیر کی قدرت کی یہی مشیت ہے۔کہ حضرت ایشاع خاتون کے ہاں فرزند ارجمند کی تولید ہو۔اور ان کے لئے دنیا کا جاری طریقہ تبدیل ہوجائے۔اور اس سے پہلے یہ عام جاری طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ علیہ السلام کے لئے اعزازی طور پر بدل چکا ہے۔اور حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کی قبولیت میں حضرت ایشاع علیہ السلام خاتون کے لئے بھی یہ ایک اعزاز ہے۔اور اللہ تعالیٰ

۱۔ یہ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کریں گے۔ جو امر ربی تھے۔ اور حضرت مریم علیہ السلام کو سپرد کئے گئے تھے۔ اور انہیں کلمۃ اللہ اس لئے کہا گیا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لفظ کن سے وجود میں لائے گئے۔ اور بغیر باپ کے ان کی تخلیق ہوئی۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کی نبوت پر ایمان لائے اور ان کے کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کی تصدیق فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔ اولیاء سے پہلے آپ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق فرمائی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے قتل کیے گئے۔

علامہ ابن اثیرؒ اور ابن کثیر دونوں نے اپنی اپنی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپس میں خالہ زاد تھے۔ اور ان دونوں کی مائیں ایک ہی زمانے میں امید سے ہوئی تھیں۔ ایک دن حضرت مریم علیہ السلام اپنی بہن کے گھر آئیں تو ان کی بہن نے بتایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں امید سے ہوں۔ حضرت مریم علیہ السلام نے فرمایا۔ میں بھی ہوں۔ تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ نے فرمایا۔ ہاں میں دیکھتی ہوں کہ میرے والا بچہ تمہارے والے بچے کو تعظیم کے لئے سجدہ کرتا ہے۔

۲۔ یہ کہ حضرت یحییٰ سید ہونگے۔ مفسرین سید کے معنی حوصلہ مند، مومنوں کے رئیس اور سردار بتاتے ہیں۔ نیز حلم، علم، عبادت، پرہیز گاری اور شرافت کے اوصاف سے آپ موصوف تھے۔ نیز بڑے فقیہ اور عالم تھے۔ آپ کبھی غصے میں نہیں آتے تھے۔ سب سے خوبصورت اور مکمل بات اس بارے میں قاضی ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہی ہے۔ کہ السیدوہ پیشوا ہے جس کی سب پیروی کریں۔ اور دین میں وہ سب کے لئے مرجع اور نمونہ ہو۔ لہذا سب کمالات علم، حلم، شرافت، پاکدامنی، پرہیز

گاری اور تقویٰ اس میں آجاتے ہیں۔

۳۔ یہ کہ وہ حصور ہونگے۔ ہر عیب سے منزہ اور مرتبہ نبوت سب کمالات سے بڑھ کر کمال ہے۔ کہ فرمایا گیا:۔

''نیکوکار پیغمبروں سے ہونگے''۔ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ☆

سلف صالحین کی یادگار اور انبیاء کی اصلاب میں سے تھے۔ اور فلاح وصلاح میں مشہور تھے۔ اور نیکی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے یہی دعا فرمائی تھی:۔

''مجھے دنیا سے اپنی اطاعت کی حالت میں اٹھائیو۔ اور نیک بندوں میں داخل کیجو''۔ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ☆﴿یوسف : ۱۰۱﴾

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی اپنی دعا میں صالحین میں شمولیت کو پیش نظر رکھا۔ اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:۔

''اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائیں''۔ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿النمل : ۱۹﴾

میری بیوی بانجھ ہے:

انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کے ذکر کے اس سلسلے میں ہم تھوڑی دیر کے لئے حضرت ایشاع علیہ السلام خاتون اور ان کے شوہر حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں غور کرتے ہیں۔ کہ اس بشارت الٰہی پر یہ دونوں دل کی گہرائیوں سے ایمان و یقین کے ساتھ اللہ کریم کے اس انعام وعطا کے شکر گزار تھے۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی اور اپنی بیوی کی اس کمزوری کا ذکر کیا۔ کہ میں عمر رسیدہ ہو گیا ہوں اور میری بیوی نا قابل اولاد ہو گئی ہے۔ آیئے ہم اب کلام زکریا علیہ السلام بزبان خدائے عزوجل پڑھتے ہیں:۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّ قَدۡ بَلَغَنِیَ الۡکِبَرُ وَامۡرَاَتِیۡ عَاقِرٌ ☆﴿ال عمران : ۴۰﴾

’’عرض کیا پروردگار! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا۔ کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں۔ اور میری بیوی بانجھ ہے‘‘۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس تھی۔ اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی کبرسنی اور بیوی کے بانجھ پن کا ذکر دوسرے مقام پر بھی فرمایا جس کا ذکر سورۃ مریم میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے:۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا وَّ قَدۡ بَلَغۡتُ مِنَ الۡکِبَرِ عِتِیًّا ☆﴿مریم : ۸﴾

’’عرض کیا میرے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا۔ اور حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے۔ اور میں بہت بوڑھا ہوگیا ہوں‘‘۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ قادر مطلق کی قدرت کاملہ پر ایک لمحہ کے لئے بھی شک نہیں تھا۔ لیکن جب آپ کی دعا قبول ہوگئی تو آپ قدرتی طور پر حیرت زدہ ہوگئے۔ اور بیٹے کی خوشخبری ملنے پر تعجب کا اظہار کرنے لگے۔ کہ ابتدا جوانی میں اولاد نہیں ہوئی۔ اور عین جوانی میں بھی اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔ اور اب اس نہایت کبرسنی میں اور نہایت ناتوانی کی حالت میں اولاد کا پیدا ہونا انتہائی تعجب انگیز ہے۔

اور اس میں شک نہیں کہ حضرت ایشاع خاتون علیہ السلام اس خوشخبری ملنے پر اپنے شوہر سے بھی زیادہ خوش تھیں۔ اور اس سے بڑھ کر اور کیا خوشخبری ہوسکتی تھی۔ کہ ایک ماں کی مامتا کو بیٹے کا تحفہ مرحمت ہوجائے۔ اور ان کا یہ تعجب اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر سے اور تحمید و تسبیح سے بھرپور تھا۔ اور وہ دونوں اس تعجب اور حیرت میں ہی حق شکر گزاری ادا کر رہے تھے۔ اور انہیں اعتراف تھا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عطیہ اور نعمت غیر

مترقبہ ہے۔اور اسی لئے وہ دونوں خدائے کریم کی تسبیح وتحمید کرتے ہوئے نہیں تھکتے تھے۔اور اگر چہ یہ کام اللہ قادر ومختار کے لئے تو آسان اور معمولی بات تھی۔لیکن عام حالات میں دنیا میں ایسا ہونا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو صرف لفظ کن ہو جا کہنے کی دیر تھی۔لہٰذا ان کی حیرت اور تعجب کے جواب میں فرمایا:۔

''اللہ تعالیٰ اسی طرح کرے گا۔ وہ جو چاہے کرسکتا ہے''۔ كَذَٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ☆﴿ال عمران : ۴۰﴾

پروردگار کوئی نشانی بتا دو:

جب فرشتوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی نوید سنائی۔تو انہوں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ بیوی کے امید سے ہونے کی کوئی علامت مقرر کر دے۔اور آپ کی یہ گزارش کوئی بے یقینی کی بنا پر نہیں تھی۔اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر پورا بھروسہ تھا۔کہ ایسے پاکیزہ سیرت اور متقی پیغمبر سے ایسی بے یقینی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔لیکن یہ سب کچھ محض اطمینان قلب کی خاطر انہوں نے عرض کیا تھا۔اور اس یقین کی بنا پر وہ خوشی کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کرسکیں۔کیونکہ حمل کا ظہور ایک دم سے نہیں ہوتا۔اور انہیں اس لئے اظہار کی جلدی تھی۔

لہٰذا دوسری بار اللہ کریم نے ان کی دعا قبول فرمائی۔اور علامت بتانے کے لئے ذیل کا اعلان ظاہر فرمایا:۔

''فرمایا تمہارے لئے نشانی یہ ہے۔کہ تم تین دن تک لوگوں سے برابر بات چیت نہیں کروگے''۔ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ☆ ﴿مریم : ۱۰﴾

فرمایا اے زکریا علیہ السلام تمہاری بیوی کے امید سے ہونے کی نشانی یہ ہوگی۔کہ تم تین دن تک کسی سے بات نہیں کرسکو گے۔حالانکہ دیکھنے میں آپ بالکل تندرست اور صحیح سالم ہوگے۔اور گنگا نہ ہونے کے باوجود تم کلام نہیں کرسکو گے۔

اس سلسلے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ' سدی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دوسرے علمائے مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ اس موقعہ پر بغیر کسی بیماری اور وجہ کے حضرت زکریا علیہ السلام کی زبان بند ہوگئی۔ اور وہ بولنے پر قادر نہ رہے۔ قرآن مجید میں ہے:۔

''عرض کیا پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر کردو۔ فرمایا تمہارے لئے نشانی یہ ہے۔ کہ تم تین دن تک لوگوں سے صرف اشارے سے بات چیت کرسکو گے۔ اور اپنے پروردگار کو بہت یاد کرتے رہو اور صبح وشام تسبیح کرتے رہیئے''۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْ اٰیَةً قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمُ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ ☆

﴿ال عمران : ۴۱﴾

اور اس زبان بند ہونے کے باوجود حضرت زکریا علیہ السلام تسبیح وتحمید اور ذکر الٰہی سے گنگ نہیں ہوئے۔ بلکہ عبادت اور ذکر الٰہی میں **مسلسل** رطب اللسان رہے۔ اور ذکر اللہ میں آپ کی زبان برابر چلتی رہی۔ اور آپ اشارے سے اپنے آس پاس موجود دوسروں کو بھی اپنے ساتھ ذکر وتسبیح میں شامل ہونے کا کہتے رہے۔ اور تین دن تک آپ کی یہی کیفیت رہی۔ اور اللہ کریم نے حضرت زکریا علیہ السلام کی تین دن کی اس کیفیت کو اس طرح ذکر فرمایا ہے:۔

''پھر وہ عبادت کے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے۔ تو ان سے اشارے سے کہا کہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو''۔

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُکْرَةً وَّعَشِیًّا ☆

﴿مریم : ۱۱﴾

کیونکہ ان کے نزدیک حضرت زکریا علیہ السلام کا بہت بلند مقام تھا۔ اور وہ ان میں بہتر و برتر اور پیشوا مانے جاتے تھے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایک بہت بڑے عالم اور پیغمبر تھے۔

امر الٰہی تکمیل کو پہنچا۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کے ہاں یحیٰی جیسا بیٹا تولد ہوا۔ ان حالات میں حضرت یحیٰی علیہ السلام کی پیدائش ایک معجزہ تھا۔ کہ اس کبرسنی اور مایوسی کی حالت میں ان ماں باپ کو اولاد کی نعمت سے نوازا۔ اور ایک پیغمبر کے دل کی درد بھاری دعا کے نتیجے میں انہیں بیٹے کی خوش نصیبی فرمائی۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی جناب میں حضرت یحیٰی علیہ السلام کا عالی مرتبہ بھی متعین ہوا۔ اور جب حضرت یحیٰی علیہ السلام جوان ہوئے تو اللہ کریم نے آپ سے خطاب فرمایا:۔

"اے یحیٰی علیہ السلام ہماری کتاب کو زور سے پکڑے رہو"۔ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ﴿مریم : ۱۲﴾

اور کتاب سے مراد توراۃ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی۔ جس پر آپ عامل رہے۔ اور اپنے پیروکاروں کو بھی اس تبلیغ کرتے رہے۔ اور قوت سے مراد اس پر سختی سے عمل پیرا ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت ایشاع خاتون علیہ السلام کا احترام:

اور حضرت ایشاع علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصی انعام و اکرام بخشا کہ وہ پیغمبر کی بیوی ہونے کے اعزاز کے ساتھ ساتھ ایک پیغمبر کی ماں ہونے کے اعزاز سے نوازی گئیں۔ جس پیغمبر کو اللہ کریم نے کئی خصوصیات بخشی تھی۔ اور محبت و شفقت نرمی اور دردمندی کی صفات عطا کی تھیں۔ اس بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے:۔

"اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی دی تھی اور وہ پرہیزگار تھے"۔ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۚ وَكَانَ تَقِيًّا☆ ﴿مریم : ۱۳﴾

اللہ کریم نے آپ کو شفقت اور رحم دلی کی خصوصی صفات مرحمت فرمائی تھیں۔ اور انہیں صفات سے آپ لوگوں کو دین کی دعوت دیتے تھے۔ اور ان صفات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاف دل پاک نفس پاک باز اور متقی بنایا تھا۔ کہ آپ گناہوں سے پرہیز کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچتے اور رضاءالٰہی کے طالب رہتے۔

ماں بیٹا دونوں اطاعت شعار:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو رحمت و شفقت کی خوبی سے نوازا اور بندوں کے لئے دردمندی اور نرمی کی خصلت مرحمت فرمائی۔ تاکہ وہ اس اخلاقی رویے سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کی دعوت دیں۔ تو اس طرح حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت ایشاع علیہ السلام اور فرزند ارجمند تینوں ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت شعاری اور رضا جوئی میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ اور خصائل حمیدہ کے اس موڑ میں اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔ اور یہی چیز ہے جو انسان کو تقویٰ و پرہیز گاری میں دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس مبارک خاندان کی ان خوبیوں کا ذکر خود قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔

”یہ لوگ لپک لپک کر نیکیاں کرتے“۔	اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ ﴿الانبیاء : ۹۰﴾

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی ایشا علیہ السلام پر اپنا یہ خاص فضل و انعام فرمایا کہ ان کے فرزند ارجمند کو نہایت ہی نیکوکار اور سعادت مند بنایا۔ اور نافرنی سے گریزاں، کردار گفتار میں احکام الٰہی پر عمل پیرا ممنوع کاموں سے نفور کر دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و فرمان برداری کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک سے بڑھ کر اور کوئی عبادت نہیں۔ اللہ کریم نے ان کے اس وصف کو بھی اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے:۔

وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ☆ ﴿مریم : ۱۴﴾

''اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش اور نافرمان نہیں تھے''۔

اور سب خوبیوں سے بڑھ کر وہ مدح سرائی ہے۔جو ان اوصاف جمیلہ کے بدلے میں تین انعام بطور خاص انہیں مرحمت فرمائے۔اور یہ امن وسلامتی کی نعمت ہے جو انہیں پیدائش کے موقع پر دنیا سے رخصت ہوتے وقت ودیعت ہوئے اور پھر یوم حشر آپ کا نصیب ہوگا۔فرمان باری تعالیٰ ہے:۔

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ☆ ﴿مریم : ۱۵﴾

''اور جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وفات پائیں گے اور جس دن زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ان پر سلام اور رحمت ہے''۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔کہ تین مقامات ایسے ہیں جو انسان کے لئے وحشت ناک ہیں۔

۱۔ پیدائش کا وقت کہ یہ موقع زچہ و بچہ دونوں کے لئے المناک ہوتا ہے۔

۲۔ موت کا وقت' کہ اس وقت انسان کو وہ کچھ پیش آتا ہے جو پہلے نہیں آیا ہوتا۔

۳۔ قیامت کو اٹھائے جانے کا وقت کہ یہ سب سے زیادہ ہولناک وقت ہوگا۔

اللہ کریم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان تینوں موقعوں پر امن وسلامتی کی نعمت سے نوازا ہے۔

تو یہ ہیں حضرت ایشاع علیہ السلام کے قابل فخر فرزند پاکیزہ نفس تقویٰ شعار اور یہ ہیں ان کی والدہ محترمہ ایشاع خاتون علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام پیغمبر کی عفت شعار بیوی جن کا ذکر اللہ کریم نے اپنی پاک کتاب میں فرمایا اور ان پر اپنا خاص فضل و انعام فرمایا۔کہ کبرسنی میں انہیں بیٹے کی نعمت سے عزت بخشی اور ان کی بزرگی اور کرامت کا خاص اظہار ہے۔

اللہ کریم حضرت زکریا علیہ السلام کی اطاعت شعار بیوی اور صالح ماں سے راضی ہو اور اپنی رحمت کے جوار میں خاص مقام بخشے اور صالحین و صالحات میں انہیں شامل فرمائے آمین ۔

------اختتام-----حصہ اول------


IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006